قُل الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

کہہ دے اے محمد تعریف ہے اللہ کو اور سلام ہے اسکے بندگان چنیدہ پر جسکو اس نے پسند کیا

تاریخ اولیاء دہلی

معروف بہ

تحفہ سعید

جس میں

لی کی تعریف بتائی گئی ہے، پھر ذکر کی ترغیب دیگئی ہے اور چند مجرب دعائیں جو کہ
یہ مفید اور بکار آمد ہیں تحریر ہوئی ہیں، اسکے بعد سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ۳۷، اور سلسلہ
وردیہ کے ۱۶، سلسلہ صابریہ کے ۳، سلسلہ قلندریہ چشتیہ کے ۷، سلسلہ قادریہ کے ۱۴،
سلہ نقشبندیہ کے ۲۳ سلسلہ اویسیہ کے ۵، اور نیک بیبیوں کے ۹ کل ۱۱۴ ذیشان
وں کے حالات و مزارات کا بیان تحریر ہوا ہے جو زائرین کے لئے نہایت ضروری ہے

دوسرے حصہ کے

باب میں مسجدوں کا بیان ہے دوسرے باب میں شاہی مقبروں کا حال تحریر ہے، اور اسکے تیسرے
میں قلعہ معلی کی ۲۲ عمارتوں کا بیان ہے، آخر ضمیمہ میں خاص شہر دہلی اور گرد و نواح کی
۲۶ مشہور و معروف عمارتوں اور بازاروں کا تذکرہ ہے

مؤلفہ

مولوی احمد سعید صاحب خواہرزادہ مولوی مرزا رحیم الدین صاحب مرحوم مغفور
روزینہ دار سرکار عالی حضور نظام شاہ دکن خلد اللہ ملکہم

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپی

فہرست مضامین کتاب ھذا

تقریب سعید

بنزول اجلال بشہر دہلی ہز ہائنس میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ ہفتم دام اقبالہم

از نتیجہ فکر عالیجناب منشی محمد کفایت اللہ صاحب برقؔ

ہریارِ دکن کی آمد ہے ۔ تاجدارِ دکن کی آمد ہے

ے گل ہیں چمن سرگوشی ۔ شاہدِ گلبدن کی آمد ہے

خ ہفتم پہ غل ہے آصفجاہ ۔ ہفتمیں بت شکن کی آمد ہے

باندھیے صفیں قرینہ سے ۔ صدرِ انجمن کی آمد ہے

شوقِ دیدار میں ہیں محو طاق ۔ دوستدارِ زمن کی آمد ہے

ن مردہ میں کیوں نہ جان آئے ۔ عیسیٔ زندہ تن کی آمد ہے

قصہ کوتاہ برقؔ کی سن لو

معطیٔ زر فگن کی آمد ہے

شائع کردہ محمد حفیظ اللہ ———— دہلی ماہ مارچ ۱۹۳۶ء

کچھ بھی محبوب کی طرف سے ظہور
ہے۔ حدیث میں ہے اِذَا رَأَوْا ذُکِرَ اللّٰہ
ی ولی اللہ کے دیکھنے سے خدا یاد آتا
ادا کیا ہے الولی من یذکر اللّٰہ

تحفہ سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

پاک ہے وہ ذات مقدس جو اپنے جمال کی نورانی کرنوں کی حجاب وتاب کی وجہ سے چشم فہم وادراک سے محجوب ہے لیکن اس نے عارفوں کے دلوں کو کائنات کے مظاہر اور آئینوں میں اپنا جلوہ دکھایا ہے۔ اور عاشقان صادق کی چشم بصیرت کے لئے وہ تمام موجودات کے ظاہر وباطن میں جلوہ نما ہے۔ اور اسکی عظمت کا ظہور اس کلام پاک سے ہوتا ہے اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اسکے بعد ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں جنہوں نے ہمیں طریقہ راست کی رہنمائی فرمائی۔ اور عشق محبت الٰہی کی شراب پلائی۔ وہ نبی اُمّی ہیں جنکی رحمت کے بادلوں نے فضل اور احسان کا مینہ برسایا۔ اور اسکی مکرمت اور عنایت کی بارشوں نے علم ومعرفت کے در بہا دیئے۔ اور اپنے قدوم میمنت لزوم کے انوار سے کفر ومعصیت کے اندھیروں کو منور کر دیا۔ اما بعد احقر العباد **احمد سعید** عرض پرداز ہے کہ [illegible]
بشریت کی وجہ سے کوئی نقص ظاہر ہو تو اہل انصاف سے امید واثق ہے کہ میری [illegible]
وخطا پر قلم عفو کھینچ کر مستفید فرمائیں گے [illegible] تفسیر احیاناً اس

اسکو ملاحظہ [illegible] مولانا عبد الغفور صاحب اس کا حاشیہ لکھتے ہوئے فر[illegible]

تحفۂ سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

پاک ہے وہ ذات مقدس جو اپنے جمال کی نورانی کرنوں کی چمک دمک کی وجہ سے چشم فہم و ادراک سے محجوب ہے لیکن اُس نے عارفوں کے دلوں کو کائنات کے مظاہر اور آئینوں میں اپنا جلوہ دکھایا ہے۔ اور عاشقانِ صادق کی چشم بصیرت کے لئے وہ تمام موجودات کے ظاہر و باطن میں رونما ہے۔ اور اُسکی عظمت کا ظہور اس کلام پاک سے ہوتا ہے اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اسکے بعد ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں جنہوں نے ہمیں طریقہ راست کی رہنمائی فرمائی۔ اور معرفت و محبت الٰہی کی شراب پلائی۔ وہ نبی اُمی ہیں جنکی رحمت کے بادلوں نے فضل و احسان کا مینہ برسایا۔ اور اُسکی مکرمت اور عنایت کی بارشوں سے علم و معرفت کے دریا بہا دیئے۔ اور اپنے قدوم میمنت لزوم کے انوار سے کفر و معصیت کے اندھیروں کو مبدل بنور کر دیا۔ اما بعد احقر العبید **احمد سعید** عرض پرداز ہے کہ اگر بشریت کی وجہ سے کوئی نقص ظاہر ہو تو اہل انصاف سے اُمید واثق ہے کہ میری سہو و خطا پر قلم عفو کھینچ کر درست فرمائیں گے [illegible]

متقی اُسکے حق میں ایک ناممکن بات ہے۔ الغرض جو کچھ بھی محبوب کی طرف سے ظہور میں آئے وہی اُس کا عین مطلوب اور مقصود ہے۔ حدیث میں ہے اِذَا رُاُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ اُنکے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ یعنی ولی اللہ کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اِسی مضمون کو کسی عارف نے اِن لفظوں میں ادا کیا ہے الولی من یذکر اللہ رؤیتہ کسی نے کہا ہے جسکے پاس بیٹھنے سے خواہشاتِ دنیا تم سے دور نہوں۔ اُسکی صحبت سے دور بھاگو۔

ولی اللہ کی تین علامتیں ہیں سب سے مقدم یہ ہے کہ اُس کا چہرہ دیکھکر خود بخود تمھارا دل اُسکی طرف مائل ہو۔ دوسرے یہ کہ جب وہ مجلس میں بیٹھکر اسرارِ معنی کا درس دینے لگے تو اُسکے کلام میں اسقدر اثر ہو کہ تم بیخود ہوکر ہمہ تن اُسکی طرف متوجہ ہوجاؤ۔ مگر شقی ازلی پر اثر نہو تو نہ ہو۔ اُسکی شان میں آیا ہے ؎

هر کرا رُوئے بہ بہبود نبود دیدنِ روئے نبی سُود نبود

تیسری علامت اِس شعر میں بیان کی گئی ہے ؎

سوم آن بود یعنی ولی اخص عالم کہ زیچ عضوِ او حرکاتِ بد نیاید

اِسلئے کہ چونکہ ولی تمام دنیا میں خدا کا خاص الخاص بندہ ہوتا ہے اُسکے کسی عضو سے بھی کوئی ناشائستہ حرکت صادر نہیں ہوگی۔

نفحات الانس میں لکھا ہے۔ ولی اُس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے حال یعنی مادۂ بشریت سے فانی ہوکر حق تعالیٰ کے مشاہدے سے بہرہ ور ہوکر بقا کا مرتبہ حاصل کرے۔ اِس کا یہ مطلب ہے کہ ذات کا مشاہدہ اِس طرح پر حاصل ہو کہ صفات کا تعلق درمیان میں نہ ہو۔ اور اکتفی ہے

ولی کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ مَنْ یَکُنْ لَہٗ عَنْ نَفْسِہٖ اختیارٌ اُس خزانہ خ...

ب ۔۔ مولانا عبدالغفور صاحب اس کا حاشیہ لکھتے ہوئے فر...

اپنی طرف سے تو وہ ہرگز اختیار کو عمل میں نہیں لاسکتا۔ اُس کا کسی قسم اختیار رکھنا
لانا صفتِ الٰہی کے مظہر ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے لَا مَعَ غَیْرُ اللّٰہِ قَرَارٌ۔ اُس کو
سوائے خدائے پاک کی یاد اور اُسکے شہود و معرفت کے اور کسی چیز سے اطمینانِ قلب
حاصل نہیں ہوتا۔ اُسکے بغیر ایک ماہی بے آب کی طرح بے تاب اور بیقرار رہتا ہے
اور کبھی بمقتضائے بشریت غیر اللہ کا خیال اُسکے دل میں خطور کرتا ہے تو اس قسم کے
خیال کو ثبات یا دوام نہیں ہوتا۔ یادِ مولیٰ میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔

ولی وہ کہ جو خدا کی یاد میں ہمیشہ مصروف رہتا ہو۔ گناہوں سے محترز اور لذاتِ
دنیاویہ میں مگن ہو جانے سے کنارہ کش ہو۔ لذتوں سے مراد نفسانی خواہشیں و شیطانی
ہوا و ہوس ہے سمجھ لو کہ اربابِ مجاہدہ اور اصحابِ مشاہدہ کے نزدیک لذاتِ نفسانی اُن
مرغوب چیزوں کو کہتے ہیں جو شریعت میں جائز قرار پائی ہیں۔ مثلاً کوئی لذیذ کھانا وغیرہ
لیکن جن چیزوں کو شریعت نے حرام بتایا ہے اُن کا عمل میں لانا شیطان کی
تحریکات سے ہوتا ہے۔ اور اس لئے انکو لذاتِ شیطانی کہتے ہیں۔ چنانچہ کشف و کرامت
سے جو چاشنی حاصل ہوتی ہے اسکو ملکی سے تعبیر کرتے ہیں۔

سہیل قدس سرہ کا قول ہے کہ ولی اُس شخص کا خطاب ہو سکتا ہے جسکے تمام افعال
متابعتِ نبوی کے موافق ہوں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ولی کی تین علامتیں ہیں۔
ہر وقت خدائے پاک سے مشغول رہنا (۲) تمام غیر اللہ کو چھوڑ کر خدائے پاک کیطرف
(۳) تمام غیر اللہ کو چھوڑ کر خدائے پاک کیطرف متوجہ ہونا۔ ایک عارف فرماتے
ہیں کہ گلستان میں ولی اللہ ایک خوشبودار پھول کے مانند ہے جسکی
[illegible] لوگ محسوس کرسکتے ہیں جو کامل صادق اور اخلاق کی صفت سے موصوف
[illegible] کی خوشبو انکے مشامِ دل تک پہنچتی ہے۔ اور انکو لقائے مولیٰ کے لئے
لبریز کرتی ہے ؏

مقامات العارفین میں ہے کہ ولی اور عارف اُسکو کہتے ہیں جو نہایت خندہ او
کشادہ پیشانی ہو متواضع انکسار ہو کہ چھوٹوں بڑوں کی یکساں تعظیم کرے۔ ایک
بیوقوف کے دیکھنے سے بعینہٖ اس طرح خوش ہو جس طرح دانشمند کے دیکھنے سے
بیشک ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ سے مشغول ہونے کے باعث ہر وقت
خوش رہتا ہے۔

ولی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اسکو دنیا سے دلبستگی نہو۔ حدیث شریف میں
ارشاد ہوتا ہے کہ حُبّ الدنیا راس کل خطیئۃ دنیا سے دلبستگی تمام گناہوں کی بنیاد ہے۔ نیز وہ
لوگوں کے دلوں میں جگہ پیدا کرنے کی خواہش بھی نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ جاہ طلبی ایک مہلک
اور مذموم وصف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جاہ طلبی کی خواہش
ہی ایک ایسی چیز ہے جو سب سے پیچھے صدیقین کے دماغ سے نکل باہر ہوتی ہے۔

ولی کامل مکمل کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ اس کا فیض رحمت عام ہو اور وہ ہر ایک
شخص سے مہربانی اور شفقت سے پیش آئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک مرتبہ خطاب ہوا۔ اے داؤد جب تم دیکھو کہ
کوئی شخص میری طلب کرتا ہے تو اُسکے خادم بن جاؤ۔

ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ دنیا اور آخرت کی کسی چیز پر بھی نظر نہ کر
اپنے آپ کو خدا کے لئے فارغ کر دو۔ اور اسی کا نام ولایت ہے۔

اولیاء کو خدا نے نفوس قدسیہ سے سرفراز فرمایا ہے جن کے ذریعہ وہ تمام شیء
کی حقیقت کماحقہ معلوم کر سکتے ہیں۔ اس قوت قدسیہ کو اہل علم ظاہری کی اصطلاح
حدس کہتے ہیں۔ فکر اور حدس میں جو فرق ہے وہ دانش نامہ میں اس طرح لکھا ہے کہ
فکر اسکو کہتے ہیں کہ نفس ناطقہ انسانی جسکو دوسرے لفظوں میں قوت ادراک یا
عقل کہتے ہیں۔ قوت متخیلہ کی مدد سے معانی میں جولاں کرے۔ اور جو کچھ خزانہ خیال میں ہے

خزانہ ذاکرہ قوتِ حفظ کا خزانہ میں محفوظ ہے اُس پر نظر ڈالکر انہیں معلومات کو ایک خاص ترتیب دیکر ایک نئی بات دریافت کرے جسکو اصطلاحِ منطق میں نتیجہ کہتے ہیں بعض اوقات نفسِ ناطقہ کی جولانی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتی جسکی وجہ سے وہ کوئی بات دریافت نہیں کرسکتی۔ لیکن حدث اُسکو کہتے ہیں کہ جس بات کا دریافت کرنا مطلوب ہو وہ بات معہ دلیل ثبوت بیکدم ذہن میں آجائے ؛

شروق الانوار میں لکھا ہے طالبِ حق اور مریدِ صادق کو چاہیئے کہ جب اُسکو کسی ایسے شخص کی ملاقات میسر ہو جو قرب اور ولایت سے موصوف ہو تو اُسکی پیروی کرے اور اُسکی صحبتوں سے فیض حاصل کرنے میں سعی بلیغ کرے۔ اپنے آپ کو اُسکے ہاں ہر دلعزیز بنائے اور اُسکے دل میں جگہ لینے کی کوشش کرے کیونکہ حدیث قدسی میں وارد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "زمین و آسمان میں یہ قابلیت نہیں کہ میں سما سکوں۔ یہ فخر میرے بندے مؤمن ہی کے دل کو حاصل ہے کہ میں اُس میں سما سکتا ہوں"۔ اِس حدیث کے مطابق جس شخص نے کسی ولی اللہ کے دل میں جگہ حاصل کرلی وہ حضرت رب العزت جل جلالہٗ کا ہمنشین ہوگیا۔ اور آیتِ شریف میں ہے وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا "تیرے پروردگار کی عطا و بخشش کبھی نہیں روکی جاتی" اِس سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا فیض اور جود کبھی منقطع نہیں ہوتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہر ایک زمانہ میں کامل مکمل اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہینگے

جواہر خمسہ کے حاشیہ میں لکھا ہے توبہ کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی طرف رجوع ہے۔ عوام کی توبہ یہ ہے کہ اوامرِ حق کی مخالفت چھوڑ کر اطاعت اختیار کرے۔ اور خواص کی توبہ یہ ہے کہ تمام ماسوی اللہ سے منہ موڑ کر حق تعالیٰ کو قبلۂ توجہ فرمائے۔ مثالِ توبہ کو یوں سمجھو کہ جب عاشق و معشوق میں گہری محبت ہو اور اس اثنا میں عاشق سے کوئی ناشائستہ خلافِ مزاجِ محبوب سرزد ہو تو وہ محبوب اُس سے اعراض کرتا ہے۔ اِس حالت

ہیں عاشق کے لئے معذرت کرنا اور معافی کا خواستگار ہونا ضروری ہے۔ اس طرح محبوب
کی دوبارہ رضامندی حاصل ہوسکتی ہے لیکن اگر وہ اپنی حرکت سے تائب نہوا اس پر
اڑا رہے تو اُسکے محبوب کے درمیان بیگانگت کا حجاب حائل ہوجاتا ہے۔ اگر اس حالت
میں بھی توبہ کی اور کچھ تدارک کیا تو باہمی انقطاع اور جدائی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اگر پھر بھی
تائب نہوا تو جو لذت اُسکو پہلے اداے عبادت اور اذکار میں حاصل ہوتی تھی اُس سے
سلب کرلیجاتی ہے۔ اسکے بعد اگر یہی حالت رہی تو سلب بڑھ جاتا ہے اور مستحکم ہوجاتا ہے
اور اداے عبادت کی توفیق تک اسکو نہیں ملتی۔ اسکو سلب مزید یا قدیم کہتے ہیں۔ کیونکہ
سلب پورا ہوجاتا ہے۔ اور محبوب حقیقی اُس سے بالکل قطع تعلق کرلیتا ہے۔ نعوذ باللہ

ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے جو خانہ کعبہ کا طواف کررہا تھا فرمایا یقیناً
تم صالحین کا درجہ اُس وقت تک نہیں حاصل کرسکتے جبتک کئی مشکلات کو عبور نہ کرو۔
(۱) نعمت اور تن آسانی کو چھوڑکر تکلیف برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوجاؤ۔
(۲) عزت سے دست بردار ہوکر ذلت قبول کرو (۳) آرام سے دست کش ہوکر ریاضت
اختیار کرو (۴) خوشگوار نیند کو خیرباد کہکر بیداری سے کام لو (۵) دولتمندی کی خواہش
نکرو بلکہ فقر اور تنگدستی کے لئے آمادہ رہو (۶) درازی امید کا رشتہ قطع کرکے موت
اور مابعد الموت کے لئے سامان مہیا کرنے میں مشغول ہوجاؤ۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ   دہ چیز برون کن اندرون سینہ
حرص و امل و غضب دروغ و غیبت   بخل و حسد و کبر و ریا و کینہ

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل آئینہ کی مانند مصفا ہوجائے تو ان دس چیزوں کو سینہ سے باہر
نکالکر پھینکدو دیکھئے اپنی کتاب آثار سعیدیہ میں ان دس چیزوں کو علیحدہ علیحدہ لکھا ہے ناظرین
اسکو ملاحظہ کریں جو بقیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ محمد حفیظ اللہ خان دہلی بازار چاوڑی حویلی دروازہ سے ملتی ہے

ترغیب ذکر

مغربی نے لکھا ہے کہ ذکر کرتے کرتے ذاکر کی حالت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ تمام کائنات سے ذکر ہی ذکر سنتا ہے۔ اسقدر فرق بھی محسوس نہیں ہوتا کہ یہ ذکر میرے اپنے دل سے نکلتا ہے یا باہر سے مسموع ہو رہا ہے۔

حضرت سید حسن رسولنما فرماتے ہیں کہ میں نے اکبر نہ سجدہ کیا تو درختوں۔ اور پتھروں نے بھی میرے ساتھ سجدہ کیا۔

قاضی احمد عطار کا قول ہے کہ جب میں ذکر میں مشغول ہوتا ہوں تو تمام جمادات سے مجھے ذکر کی آواز سنائی دیتی ہے۔

اے سعید سب عبادتوں کا خلاصہ یادِ الٰہی ہے۔ اگرچہ مسلمانی کے چار رکن ہیں۔ اول رکن نماز ہے اِس سے مقصود ذکر الٰہی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللہِ اَکْبَرُ بیشک نماز باز رکھتی ہے بدی سے۔ اور بُرائی سے اور البتہ ذکر خدا کا بہت بڑا ہے۔

تلاوتِ قرآن ساری عبادتوں سے اس لئے بہتر ہے کہ وہ کلام خدا ہے خدا کو یاد دلانے والا۔ اس میں بندہ اپنے مولیٰ سے باتیں کرتا ہے۔

روزے اِس سبب سے رکھائے جاتے ہیں کہ اس سے شہوتِ نفسانی زائل ہوتی ہے اور جب نفس شہوات سے خالی ہوتا ہے تو اس سے ذکر ہوتا ہے اور اس وقت کا ذکر اثر سے خالی نہیں۔

اور مقصود حج سے جو خانہ خدا کی زیارت ہے۔ اور اس گھر کی زیارت سے مقصود صاحبِ خانہ کی یاد دہانی ہے۔ اور اسکے ملاقات کے شوق کا تحریک ہے۔ پس اس سے مقصود ذکر اپنے مولیٰ کا ہے اور اصل مسلمانی جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے یہ عین ذکر ہے۔ اور دوسری سب

عبادتیں اس ذکر کو مضبوط کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا ثمرہ یہ ہے کہ تجھے حق تعالیٰ یاد کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا انسان چاہ سکتا ہے۔ اور چاہیئے کہ یہ یاد کرنا ہمیشہ ہو اور علی الدوام ہو کہ تمام فلاح و خوبی اسی پر منحصر ہے۔ پس کمال انسانی اس میں ہے کہ اسکی یاد میں سرگرم رہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنے اگر امید فلاح کی رکھتے ہو تو بہت یاد کرو۔ قرآن شریف میں اکثر جگہ ذکر کرنے کی بابت ذکر ہے۔ چنانچہ پارہ دوسرا سورہ بقر رکوع ۱۸ میں ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ تم یاد رکھو مجکو میں یاد رکھونگا تمکو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو۔

ف ارشاد ہوتا ہے کہ جب ہماری طرف سے تم پر اتمام نعمت مکرر ہو چکا تو اب تم کو لازم ہے کہ ہمکو زبان سے۔ دل سے۔ فکر سے۔ ہر طرح سے یاد کرو۔ ہم تم کو یاد کرینگے۔ فدا ہونیکا مقام ہے کہ وہ رب جلیل فرماتے ہمکو یاد کرو ہم تمکو یاد رکھیں گے۔ یہ اپنے خاص گنہگار بندوں پر اکرام ہے۔ نہ کسی فرشتے پر یہ کرم فرمایا ہے۔ انسان پر یہ اُس کا کرم ہے۔ ہم تم کو یاد کرینگے۔ یعنی نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں تم پر ہوتی رہینگی۔ اور ہماری نعمتوں کا شکر خوب کرتے رہو۔ اور ہماری ناشکری اور معصیت سے بچتے رہو۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے راوی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں (مشکوٰۃ شریف) مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر ربہ مثل الحی والمیت جو شخص اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور جو شخص اپنے پروردگار کو نہیں یاد کرتا اُنکی مثال زندہ اور مُردہ کی ہے یعنی خدا کو یاد کرنے والا مثل زندہ کے ہے۔ اور نہ یاد کرنیوالا مثل مردہ کے ہے۔ خدا کی یاد وہ آبحیات ہے کہ اُسکی بدولت ہی انسان زندہ جاوید ہو جاتا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کسی صاحب نے فرمایا ہے۔ ؎

زندہ جاوید ہیں تیغ محبت کے قتیل　　　　پہ شہر رٹھنڈا سے ہو نگے تجھ کے تار وزشمار

انسان کی حقیقی زندگی خداوند قدوس کی یاد میں ہے۔ اصلی معنوں میں وہی زندہ ہے جو خدا کی یاد کرتا ہے اور جو یاد سے غافل ہے وہ مثل مردہ کے ہے۔ ذکر سے غفلت موجب خسران ہے۔ اور جائز طریقہ سے مال و دولت کمانا اور اہل وعیال کی پرورش کرنا ذکر کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ بھی ذکر میں داخل ہے اور اہل وعیال کی کفالت کے لئے ملکیت وجائداد قائم کرنا اس لئے کہ کل کو وہ ذراسی دنیا کی گردش سے دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے لگیں۔ اس سے بچے رہیں یہ بھی ذکر میں شامل ہے۔ اور سلام کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اور حج وزکوٰۃ وجہاد کے فضائل حاصل کرنے کے لئے جائز ذریعوں سے کمانا ذکر ہی میں داخل ہے لیکن یہ سب "دل بیار و دست بکار" کے اصول کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ ان ہنگامہ آرائیوں میں خدا کی یاد کا سررشتہ ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اگر خدانخواستہ خدا کی یاد سے غفلت ہوگئی تو سب اکارت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تنبیہ فرمادیا ہے ۳؎ سورۃ الجمعہ رکوع ۲ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ تو تم ذکر اللہ کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو

ف منقول ہے کہ رسول خدا خطبہ جمعہ کا پڑھ رہے تھے کہ ناگاہ کاروان دحیہ کلبی شام سے داخل مدینہ ہوا۔ اور کاروان میں روغن زیتون بکثرت بار تھا اور مدینہ میں اسوقت گرانی تھی۔ حاضرین مسجد خرید وفروخت کے لئے منتشر ہوگئے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگا۔ اور مسجد سے باہر نکل گئے۔ صرف دس آدمی مسجد میں رہ گئے۔ آپ نے فرمایا اگر تمام آدمی مسجد سے نکل جاتے تو ایک آگ انکی طرف روانہ ہوتی اور سب کو جلا دیتی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد انسے کہدو کہ خدا نے جو کچھ ثواب نماز جمعہ کا اور ثواب خطبہ کا اور حاضر ہونے کا خدمت پیغمبر میں مقرر فرمایا ہے وہ تمہارے تجارت کے اشغال سے بہت زیادہ ہے۔ اگر تم امور دنیا میں خدا پر توکل کروگے تو وہ روزی پہنچائیگا ۔ اور نیز ۲۸؎ المنٰفقون

(۲) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ سے اَلْخٰسِرُوْنَ تک اے ایمان لانیوالوں تم کو تمہارے مال یاد خدا سے غافل بکرنے پائیں اور نہ تمہاری اولاد اور جو ایسا کرینگے وہی گھاٹے میں رہینگے **ف** دنیا میں دو چیزیں ہیں جن سے آدمی کو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ ایک تو مال ہے۔ دوسری اولاد ہے۔ ارشاد ہے کہ انکی محبت میں ایسے مبتلا نہ ہونا۔ کہ کہیں خدا کی یاد سے بھی غافل ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی شخص ان دونوں کی طلب میں ایسا مبتلا ہو کہ وہ خدا کی یاد سے بھی غافل ہو جائے تو وہ ٹوٹا پائے گا۔ غرض یہ ہے کہ اولاد اور مال کی محبت ایسی نہ ہو جو خدا کی محبت پر غالب آجائے۔ اور مال کے صرف کرنیکا موقع اس وقت تک ہی ہے جبتک انسان کے ہوش و حواس بجا ہوں۔ کسی حال میں خدا کو بھولنا نہ چاہئے چنانچہ سورۃ النساء (۱۵) فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ پھر جب نماز پڑھ چکو تو اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے بیٹھے اور پہلو کے بل اور لیٹے لیٹے یاد کرو **ف** نماز سے فراغت کے بعد ہر وقت اور ہر حالت میں کھڑے ہو یا بیٹھے یا لیٹے اللہ کو یاد کرو حتیٰ کہ موقعہ جہاد میں عین ہجوم مقابلہ کے وقت بھی۔ کیونکہ وقت کی تعیین اور دیگر قیود کی پابندی تو بجالانا نماز ہی تھی جسکی وجہ سے تنگی اور بے اطمینانی پیش آنیکا موقعہ ہے اسکے سوا ہر حالت میں بلا وقت اللہ کو یاد کر سکتے ہو کسی حالت میں اسکی یاد سے غافل نہ ہو۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ صرف وہ شخص کہ جسکے عقل و حواس کسی وجہ سے مغلوب ہو جائیں البتہ معذور ہے ورنہ کوئی شخص اللہ کی یاد نہ کرنے میں معذور نہیں۔ اللہ کی یاد پاکی کے ساتھ اولیٰ ہے اور غیر پاکی کی حالت میں دل ہی دل میں ہونی چاہئے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ فِیْہِ کَانَتْ عَلَیْہِ مِنَ اللّٰہِ تِرَۃٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْطَجَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْہِ کَانَتْ عَلَیْہِ مِنَ اللّٰہِ تِرَۃٌ (مشکوٰۃ) جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس مجلس میں اسنے خدا کا ذکر نہیں کیا تو اس پر خدا کی طرف سے حسرت و نقصان ہے

زندہ جاوید ہیں تیغ محبت کے قتیل یہ شہید ہوتے ہی ہو گئے مجھ کے تا روز شمار

انسان کی حقیقی زندگی خداوند قدوس کی یاد میں ہے۔ اصلی معنوں میں وہی زندہ ہے جو خدا کی یاد کرتا ہے اور جو یاد سے غافل ہے وہ مثل مردہ کے ہے۔ ذکر سے غفلت موجب خسران ہے۔ اور جائز طریقہ سے مال و دولت کمانا اور اہل و عیال کی پرورش کرنا ذکر کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ بھی ذکر میں داخل ہے اور اہل و عیال کی کفالت کے لئے ملکیت و جائداد قائم کرنا اس لئے کہ کل کو وہ ذراسی دنیا کی گردش سے دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے لگیں۔ اس سے بچے رہیں یہ بھی ذکر میں شامل ہے۔ اور اسلام کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اور حج و زکوٰۃ و جہاد کے فضائل حاصل کرنے کے لئے جائز ذریعوں سے کمانا ذکر ہی میں داخل ہے لیکن یہ سب "دل بیار و دست بکار" کے اصول کے ماتحت ہونا چاہئیے۔ ایسا نہ ہو کہ ان ہنگامہ آرائیوں میں خدا کی یاد کا سررشتہ ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اگر خدانخواستہ خدا کی یاد سے غفلت ہو گئی تو سب اکارت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تنبیہ فرمادیا ہے پ۲۸ سورۃ الجمعہ رکوع ۲ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ تو تم ذکر اللہ کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو

ف منقول ہے کہ رسول خدا خطبہ جمعہ کا پڑھ رہے تھے کہ ناگاہ کارواں دحیہ کلبی شام سے داخل مدینہ ہوا۔ اور کاروان میں روغن زیتون بکثرت بار تھا اور مدینہ میں اسوقت گرانی تھی۔ حاضرین مسجد خرید و فروخت کے لئے منتشر ہو گئے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگا۔ اور مسجد سے باہر نکل گئے۔ صرف دس آدمی مسجد میں رہ گئے۔ آپ نے فرمایا اگر تمام آدمی مسجد سے نکل جاتے تو ایک آگ انکی طرف روانہ ہوتی اور سب کو جلا دیتی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ان سے کہہ دو کہ خدا نے جو کچھ ثواب نماز جمعہ کا اور ثواب خطبہ کا اور حاضر ہونے کا خدمت پیغمبر میں مقرر فرمایا ہے وہ تمہارے تجارت کے اشغال سے بہت زیادہ ہے۔ اگر تم امور نیک میں خدا پر توکل کرو گے تو وہ روزی پہنچائیگا۔ اور نیز پ۲۸ المنٰفقون

(۲) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ سے الْخٰسِرُوْنَ تک اے ایمان لانیوالوں تم کو تمہارے مال یاد خدا سے غافل کرنے پائیں اور نہ تمہاری اولاد اور جو ایسا کرینگے وہی گھاٹے میں رہینگے **ف** دنیا میں دو چیزیں ہیں جن سے آدمی کو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ ایک تو مال ہے۔ دوسری اولاد ہے۔ ارشاد ہے کہ اُنکی محبت میں ایسے مبتلا نہ ہونا۔ کہ کہیں خدا کی یاد سے بھی غافل ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی شخص اِن دونوں کی طلب میں ایسا مبتلا ہو کہ وہ خدا کی یاد سے بھی غافل ہو جائے تو وہ ٹوٹا پائے گا۔ غرض یہ ہے کہ اولاد اور مال کی محبت ایسی نہ ہو جو خدا کی محبت پر غالب آجائے۔ اور مال کے صرف کرنیکا موقع اُس وقت تک ہی جبتک انسان کے ہوش و حواس بجا ہوں۔ کسی حال میں خدا کو بھولنا نہ چاہیئے چنانچہ **پ۵** سورۃ النسآء (۱۵) فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ پھر جب نماز پڑھ چکو تو اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے بیٹھے اور پہلو کے بل اور لیٹے لیٹے یاد کرو **ف** نماز سے فراغت کے بعد ہر وقت اور ہر حالت میں کھڑے ہو یا بیٹھے یا لیٹے اللہ کو یاد کرو حتیٰ کہ موقعہ جہاد میں عین ہجوم مقابلہ کے وقت بھی۔ کیونکہ وقت کی تعیین اور دیگر قیود کی پابندی تو بحالتِ نماز تھی جنکی وجہ سے تنگی اور بے اطمینانی پیش آنیکا موقعہ ہے اسکے سوا ہر حالت میں بلا وقت اللہ کو یاد کر سکتے ہو کسی حالت میں اسکی یاد سے غافل نہو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ صرف وہ شخص کہ جسکے عقل و حواس کسی وجہ سے مغلوب ہو جائیں البتہ معذور ہے ورنہ کوئی شخص اللہ کی یاد نہ کرنے میں معذور نہیں۔ اللہ کی یاد پاکی کے ساتھ اولیٰ ہے اور غیر پاکی کی حالت میں دل ہی دل میں ہونی چاہیئے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰهَ فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَّمَنِ اضْطَجَعَ مَضْطَجَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰهَ فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ (مشکوٰۃ) جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اُس مجلس میں اُسنے خدا کا ذکر نہیں کیا تو اُس پر خدا کی طرف سے حسرت و نقصان ہے

اور جو شخص کہ پہلو کے بل لیٹا اور خوابگاہ میں خدا کو یاد نہیں کیا تو اسپر بھی خدا کی طرف سے حسرت و نقصان ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہر حالت میں اٹھنے میں۔ بیٹھنے میں۔ خواب میں بیداری میں۔ رات میں۔ دن میں۔ یادِ خدا میں مشغول رہنا چاہیئے۔ جو وقت یادِ خدا سے خالی جائیگا وہ قیامت میں موجبِ حسرت و ندامت ہوگا ؎

چو اول شب آہنگ خواب آورم | بہ تسبیح ناہت شتاب آورم
دگر نیم شب سر برآرم زخواب | ترا خانم و ریزم از دیدہ آب

ذکر نسیان کی ضد ہے جس طرح بھی انسان خدا کو یاد کرے وہ ذکر ہے۔ دل سے زبان سے۔ ہاتھ پاؤں سے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی پابندی سے۔ ہر کام میں یاد رکھنا کہ اس سے خداوند قدوس خوش ہوگا یا ناراض۔ اور جس کام سے خوش ہو اسکو کرنا۔ اور جس سے ناراض ہو اس سے باز رہنا یہ بہت بڑی [illegible] یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی معرفت ہے۔ لیکن کچھ دیر دوسرے تمام کاموں سے علیحدہ ہو کر بالکل یکسوئی کے ساتھ نماز تلاوت اور دوسرے وظائف کے ذریعہ سے بھی خدا کو یاد کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح کی یکسوئی و تنہائی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کرنا بھی بہترین ذکر ہے۔ اللہ پاک ہمکو توفیق دے کہ ہم چلتے پھرتے۔ بیٹھتے اٹھتے اسکے ذکر سے غافل نہ ہوں۔ جیسا کہ پ۴ العمران ۲۰ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم سے النار تک وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر اور فکر کرتے ہیں آسمان و زمین کی پیدائش میں۔ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا۔ تو پاک ہے سب عیبوں سے ہمکو بچا دوزخ کے عذاب سے ف مراد ذکر الٰہی ہے جو مومنوں کا ورد ہے ہر حال میں۔ کیونکہ انسان ہر حال میں تین حالتوں میں رہتا ہے۔ کھڑا ہوگا۔ یا بیٹھا یا لیٹا۔ اور یہ کائنات اور انسان کو عبث

نہیں بتایا یعنے اِس عالم کا انتہا دوسرے عالم میں ہے۔ یہ جائے عمل ہے وہ جائے جزا
اللہ پاک دوسری جگہ قرآن شریف میں پ۹ الاعراف (۲۴) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا
وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ سے الْغَافِلِينَ تک دلے پیغمبر اپنے دل میں صبح و شام گڑگڑا کر اور
ڈر ڈر کر اور پکار کر بات کرنے سے کم آواز میں اپنے مالک کی یاد کرتا رہ (تاکہ اس جہان
میں مراتب اولی کا باعث ہو) اور اسکی یاد سے غافل نہ ہو ف انسان کا نفس کسی
وقت بیکار نہیں رہ سکتا جس وقت ظاہری شغلوں سے فارغ ہوتا ہے اس وقت
اندر ہی اندر طرح طرح کے خیالات میں مصروف ہو جاتا ہے۔ بعضوں کے نفس عشقیہ مضمون
کی طرف دوڑتے ہیں۔ بعض دنیاوی تردداتت و تفکرات کی طرف۔ شاعروں کے نفس
شاعرانہ مضامین کیطرف۔ عاشقوں کے نفس اپنے اپنے مطلوب کی طرف۔ الغرض
ہر شخص اپنی اپنی حالت کے خیالات میں مشغول ہو جاتا ہے۔ ولی اللہ کی یاد میں مصروف
ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن ناطق ہے صبح و شام و ہر وقت گڑگڑا کر رب العلمین
کی یاد کرتا رہ۔ فارغ البال انسانوں نے اوقاتِ بیکاری کے واسطے ہزار ہا قسم کے شغل
ایجاد کئے ہیں۔ مثلاً ہارمونیم۔ سارنگی۔ ڈھول۔ گراموفون۔ نفسانی اقتضا کی ایجادیں ہیں
طاش۔ شطرنج۔ راگ۔ ناچ۔ اسی نفسانی عادت کا اظہار ہیں۔ افیون۔ شراب۔ بھنگ
چرس۔ حقہ سلفہ تمام اسی اندرونی کیفیت کا نتیجہ ہیں۔ چھوٹا بچہ جس کا اندرونی نفس ابھی
تک طاقت پر نہیں آیا۔ وہ اپنی حالت کے مطابق طرح طرح کے کھیل یا شغل ایجاد کرتا رہتا
ہے اور ایک منٹ کے واسطے بیکار نہیں رہتا۔ اسی طرح جب ناطقہ بڑھ جاتا ہے وہ خیالات
کے بغیر ایک منٹ نہیں رہ سکتا۔ یہ تمام شغل ایک قسم کی آوارگی اور لہو و لعب میں شامل
ہیں۔ نفس ناطقہ (انسان) کیواسطے مناسب شغل جو حقیقی طور پر اسکے واسطے ضروری
اور مفید ہے اپنے رب کا ذکر ہے۔ افیون۔ شراب۔ بھنگ۔ چرس۔ کوکین۔ فلاک سیر سے
[illegible] انگیز خیالات [illegible]

ہوتا ہے جس کا نتیجہ پریشانی دماغ کے سوا کچھ نہیں۔ مگر ذکر الٰہی کا جو سرور ہے وہ انسان کو سنوارنے والا۔ اُسکے قوائے عقلیہ کو تیز کرنے والا۔ اور اُسکو سچی تسلی اور سعادت بخشنے والا ہوتا ہے۔ راگ۔ ناچ اور باجے کا شغل عارضی طور پر دل کو بہلاتا۔ مگر قوائے عقلیہ و اخلاقیہ کو خراب کرتا ہے۔ مگر ذکر الٰہی کا شغل دائمی نتائج پیدا کرتا ہے اور عقل و اخلاق کو درست کرتا ہے۔ تاش بازی۔ شطرنج بازی۔ مرغ بازی وغیرہ سراسر لہو و لعب انسان کے دین و دنیا کو تباہ کرنے والے ہیں۔ مگر ذکر الٰہی کا شغل انسان کیواسطے دینی و دنیاوی عروج کا باعث بنتا ہے۔ ذکر الٰہی کا شغل ایک طرف اور لہو و لعب راگ ناچ۔ باجا اور مسکرات کا شغل ایک طرف آپس میں متضاد (ضد) ہیں۔ جو شخص کہ ذکر الٰہی کا عادی ہے وہ لہو و لعب اور راگ و باجہ وغیرہ سے کوئی حظ نہیں اُٹھا سکتا۔ برعکس اِسکے جو شخص لہو و لعب یا راگ و باجے یا شراب و چرس وغیرہ کا عادی ہے وہ ذکر الٰہی سے محظوظ نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسکرات حرام فرمائے۔ راگ۔ ناچ۔ باجہ کی اجازت نہیں دی۔ اور لعب سے منع فرمایا ہے۔ اور ذکر الٰہی کی نسبت اِس ہی آیت میں کیسے پُر اسرار الفاظ میں تعلیم ہے پ۹ رکوع ۲۴ سورہ اعراف وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ؁ - اپنے رب کو اپنے نفس میں تضرع اور خوف کے ساتھ اور دھیمی آواز سے صبح و شام یاد کر اور غافلوں میں سے مت ہو۔ جناب الٰہی میں تضرع اور خوف کے ساتھ پیش ہونے سے جو حظ نفس کو حاصل ہوتا ہے اُس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس میدان میں تجربہ کار ہیں۔ اور فرمایا کہ اُونچی آواز سے نہیں بلکہ دھیمی آواز سے اپنے رب کو یاد کرو۔ اگر انسان آواز کے ساتھ یاد کرے۔ یا غزل و اشعار میں اسکی حمد گائے تو نفس ایسا کامل طور پر متوجہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نفس کا اصلی شغل فکر و خیال ہے نہ کہ گانا بجانا۔ اسیوجہ سے یہ حکم ہے کہ اپنے رب کو اپنے جی ہی جی

سلہ یہ آیت شریفہ نکرہ ہے اگر عربی کتاب دان شنہ یا فقہ نکر کی شرح مزید لطف دیر ہی ہے ۱۲ احمد سعید۔

میں دھیمی آواز سے یاد کرو۔ اونچی آواز سے نہیں۔ اس میں غزلخوانی۔ قوالی کا رد ہے صبح و شام عموماً انسان کیواسطے فراغت کا وقت ہے اسکے دنیاوی دھندوں میں اور شغلوں میں مصروف ہو جاتا ہے اس لئے اِن اوقات کو خاص کر فرمایا۔ اور وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ میں اوقات بھی شامل ہیں کہ خدا کی اطاعت اور اُسکی رضا جوئی اور اُسکے ذکر سے کسی وقت غافل نہو اِس حکم کی ٹکسال پر کسنے سے تو ہم اپنے آپ کو کھرا نہیں پاتے۔ ہم سراسر کھوٹ میں مبتلا ہیں ہم اپنا بیش قیمت وقت واہیات شغلوں میں ضائع کرتے ہیں۔ ہائے افسوس اِس بیش قیمت اور فطرتی طاقت کو جو انسانی ترقیات اور اصلاحِ نفس کے واسطے ایک اعلیٰ درجہ کا انجن ہے کس کس طرح سے بیہودہ طور پر خراب کیا جاتا ہے۔ تجکو غیرت نہیں کس طرح احکام الٰہی کے خلاف اپنے آپ کو برباد کر رہا ہے۔ ذکرِ الٰہی معرفت حاصل کرنے کا کیسا آسان طریق ہے۔ حظِ نفس و دلچسپی کا یہ کیسا عمدہ شغل ہے۔ مگر افسوس اِس حقیقی شغل کو چھوڑ کر کیسا نادان بن گیا۔ ذکر اور فکر کا تخم ہی دل سے اُٹھا دیا۔ اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ میں بخوشی خاطر شامل ہو گیا۔ حالانکہ نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دعا کرتا ہے۔ اِس دعا کی قبولیت کا کوئی اثر نہیں پایا اور نہ مددِ الٰہی و انعاماتِ الٰہی اور برایاتِ رحمانی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سب تیری غفلت شعاری کا نتیجہ ہے۔ قرآن شریف میں ہے پ۱۷ رکوع ۱۰ سورہ حج لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ یعنی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ ذکرِ الٰہی سے غافل ہونا شیطان کے پنجے میں پھنسنا ہے (اِس بارہ میں ہمارا تازیانۂ شیطان ملاحظہ کریں۔ بازار چاوڑی۔ تیلواڑہ چھتہ ڈاکٹر صاحب محمد حفیظ اللہ خانصاحب سے مل سکتا ہے) پس جب غفلت طاری ہو۔ یا صحبت سے بیہودہ باتوں میں لگ جائے تو چاہئے کہ فوراً توبہ کرے (توبہ کا بیان کتاب آثارِ سعیدہ میں ناظرین ملاحظہ کریں جو مذکورہ بالا پتہ سے ملتی ہے) اور غافلوں سے علیحدہ ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائے یہی متقی کی دستی کا

حال بھی ہماری کتاب آثارِ سعید میں دیکھیں، حقیقت اور یہی اُس کا تقاضا ہے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے پ الانعام (۷) وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور اگر شیطان تمکو غافل کر دے پس یاد آنے کے بعد بدعمل لوگوں کے پاس نہ بیٹھ تحقیق متقی لوگ تو وہ ہیں کہ جب انکو شیطانی وسوسہ مس کرے تو وہ فوراً متنبہ ہو جائیں۔ اور اسی دم دیکھنے لگیں۔ تو بھی تو اسی کو سمجھا سکتا ہے جو نصیحت پر چلے اور در پردہ رحمٰن سے ڈرتا رہے (خوف کا بیان پورا آثارِ سعید میں ہے) پس ایسے شخص کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی خوشخبری سُنا۔ چنانچہ ان آیات کی واقعی مثالیں ہم شب و روز دیکھتے ہیں۔ کہ جو شخص ذکرِ الٰہی سے غفلت کرتا ہے تو وہ طرح طرح کے واہیات شغل ضرور اختیار کر لیتا ہے۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ نفس ناطقہ بیکار نہیں رہتا جب اسکی قوت ذکر و فکر اللہ کریم کیطرف مشغول نہ ہو تو وہ واہیات جھگڑوں اور بیہودہ شغلوں میں پڑ جاتا ہے۔

اے سعید اگر ایمان کا بحال ہونا چاہتا ہے تو توبہ کر۔ اور تمام واہیات صحبتوں اور بیہودہ مشغلوں کو چھوڑ۔ اور اپنے رب کی طرف جھک جا۔ تُوْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا اللہ کی طرف توبہ کرو پہلے اس سے کہ مرو۔ اور جھکنے کے یہ معنی ہیں کہ لغو خیالات اور شیطانی وساوس دور ہو کر خدا کے ذکر سے سرشار ہو جاؤ۔

اے سعید مومن کو ایک روحانی عقل عطا ہوتی ہے جس سے وہ ہر فعل کی حقیقت اور اسکے انجام کو خوب دیکھتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرماتا ہے عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ میں اور میرے تابعین ایک بصیرت کے رستہ پر ہیں یہی تو بصیرت ہے جو مومن کو دینی اور دنیاوی امور میں رہنمائی کرتی۔ بُری اور بھلی بات کی تمیز پیدا کرتی اور دھوکے سے بچاتی ہے یہی بصیرت تھی جسنے انبیا علیہم السلام اور انکے تابعین کو دنیا کے مقابلہ میں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھا۔ تمام لوگ انکو بہکا ہوا اور پاگل کہتے رہے مگر انکو اندرونی بصارت سے کبھی شبہ ہو سکتا ہے جس بات کو دی

اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے اسکو کبھی جھوٹ اور غیر واقعی خیال نہیں کر سکتا۔ اسی طرح پر رسول
اور اُنکے تابعین کا بھی حال ہوتا ہے کہ دینی و دنیاوی امور اُنکی آنکھوں دیکھے معاملات تھے۔
اِس لئے دنیا بھر کی تکذیب اور مخالفت اُنکے ایمان میں کوئی شبہ نہیں ڈال سکتی تھی۔
ہزار مخالفت ہو مگر اپنے چشم دید معاملات کی انسان کب تکذیب کرتا ہے۔ بلکہ تمام تکذیب
اور مخالفت اُنکی نظروں میں جھوٹی اور اُسکے کرنے والے بیوقوف ٹھہرتے ہیں۔ مگر افسوس
قرآن مجید کے نہ سمجھنے اور واہیات شغلوں میں پڑجانے سے یہ تمام بصیرت جاتی رہی اور
ذکر الٰہی فضول اور مکروہ معلوم ہونے لگے اور اُسکے مخالف تمام شغل دلچسپ اور ارفع معلوم
ہونے لگے ہیں۔ یہ ذکر اور فکر چھوڑ دینے سے ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ذکر الٰہی سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ بلائیں دور ہوتی ہیں۔ اور کشائش کی راہیں کھلتی
ہیں چنانچہ قرآن مجید پ۱۳ الرعد (۴) میں اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ تک۔ جو ایمان لائے اور اُنکے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد
سے تسلی ہوتی ہے۔ سُن لو اللہ تعالیٰ کی ہی یاد سے دلوں کو چین آتا ہے **ف** ایمان کی
نشانی ہے مومن کو کتنی ہی فکریں ہوں جہاں نماز شروع کی یا اللہ کی یاد اس میں ایسا جی لگتا ہے
کہ سب فکریں بھول جاتی ہیں۔ عبادت میں جو مزہ آتا ہے وہ دنیا کی کسی چیز میں نہیں آتا۔

حکایت ایک بزرگ مرنے کے وقت رونے لگے۔ لوگوں نے اُنسے پوچھا کہ تمکو کیا رنج ہے
اُنہوں نے کہا اب عمل کا زمانہ ختم ہوتا ہے۔ روزے کی پیاس اور رات کا جاگنا۔ سردی کی
راتوں میں طہارت یہ مزے اب کہاں ملیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی یاد دنیا و ما فیہا سے
بڑھکر ہے پ۲۱ العنکبوت (۵) وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ تک۔ اور اللہ تعالیٰ
کی یاد سب نیکیوں سے بڑھکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو **ف** اللہ کا
ذکر بڑی نیکی ہے اس سے بڑھکر کوئی نیکی نہیں۔ جو ایک زندہ دل انسان کو ذکر میں حظ حاصل
ہوتا ہے وہ اسکو کسی نعمت میں نہیں۔ جو اس لذت سے واقف نہیں وہی واہیات مشغول

میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ایک اندھا خوشنما چمن کے نظارے سے کوئی حظ نہیں اٹھا سکتا اسی طرح جس کا قلب اندھا ہو وہ انوارِ باطنی کے سرور سے محروم رہ جاتا ہے۔ پس جب اے سعید تو ایسا دیکھے کہ دل ذکرِ الٰہی سے خوش نہیں ہوتا بلکہ اس سے بھاگتا ہے تو فوراً خائف اور غیرت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کر کیونکہ یہ ایک شقی ہونے کی علامت ہے مسلمانوں کا شغل ذکر قرآن اور دل لگی قرآت ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں تو سمجھ لے کہ نہایت ہی خطرناک حالت میں ہے۔ ای کاش وہ بصیرت جو انبیا علیہم السلام اور انکے تابعین کو حاصل ہوتی ہے ہمیں نصیب ہو۔ ہمکو اپنے تمام خیال۔ ارادہ۔ اعمال شغل و اشتغال ان جیسے کرنا چاہیئے۔ ہمکو ذکرِ الٰہی و دینی خدمات خاص دلچسپی اور استقامت سے بجالانا چاہیئے اور اسکے خلاف غفلت آوارگی۔ لہو و لعب سے دوری اور نفرت ہونی چاہیئے تو بس مراد حاصل ہے اور فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ میں ہم داخل ہیں۔ نہیں تو سوچنا چاہیئے کہ کچھ خرابی ہے اور وہ کیا ہے کیونکہ ارشادِ ربی ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسکو دیکھ لیگا۔ اور جس نے ذرہ برابر بدی کی وہ اسکو دیکھ لیگا۔ پس خرابی انکے لئے ہے جو غافل ہیں چنانچہ پ۲۳ الزمر (۳) فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ تک۔ ان لوگوں کی خرابی ہے جنکے دل اللہ کی یاد سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں یہی لوگ (جنکے دل سخت ہیں) کھلی گمراہی میں ہیں۔ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف ہیں وہ وہاں بیخوف ہونگے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے پ۱ البقرہ (۱۴) بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ تک۔ ہاں جسنے تابع کر دیا اپنا منہ اللہ کے اور وہ نیک کام کرنے والا ہے تو اسکے لئے ہے ثواب اس کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے ف یعنی جس نے اللہ کے احکام کو مانا اور انکا اتباع کیا تو انکے لئے اجر نیک ہے اور نہ کوئی امر ان میں ایسا ہے جسکی وجہ

سے خوف ہو اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہتر ہے باپ دادا کے ذکر سے پ۲ البقر

(۲۵) فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ سے عَذَابَ النَّارِ تک۔ پھر جب اپنے حج کے ارکان

ادا کر چکو تو پھر جس طرح تم اپنے دادائوں کا ذکر کرتے تھے اللہ کا بھی اُسی طرح ذکر کرو۔ پس لوگوں

میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمکو دنیا ہی میں دیدے اور اُنکے

لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور اُن میں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے

رب ہمکو دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی اور ہمکو آتش دوزخ سے نجات دے۔

ف جب حج سے فارغ ہو جاؤ تو خدا کی حمد و ستایش میں مشغول ہو جس طرح تم اپنے دادائوں

کا ذکر کرتے ہو۔ جاہلیت کے زمانے میں عرب کے لوگ جب حج سے فارغ ہوتے تو کوہ جمرہ کے پاس

کھڑے ہوتے تو اپنے بزرگوں کی تعریفیں اور بہادریاں بیان کرتے اور اُن میں بہت سے

شاعرانہ مبالغہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ فرمایا کہ اُسکے بدل اللہ کی یاد کرو۔ اتنا

ہی بلکہ اس سے زیادہ۔ کیونکہ باپ دادا کے احسان سے اللہ تعالیٰ کا احسان ہم پر کہیں زیادہ

ہے اور حسب و نسب کے ذکر سے بڑھ کر خدا کا ذکر کیا کرو۔ اور باپ دادا کا نیک اعمال ہونا اگر

مفید ہے تو اُنکے لئے۔ تمکو اس زق زق و بق بق سے کیا فائدہ۔ ہاں جو جوہر اُنہوں نے

دکھائے اگر تم دکھاؤ تو البتہ ایک بات بھی ہے کہ خدا بھی خوش رسول بھی خوش۔ دین و

دنیا کا بھی بھلا۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دنیا میں عزت و آبرو کے ساتھ چار پیسے پیدا

کرنا بڑی بات جانتے ہیں۔ اور دین کی پروا نہیں کرتے۔ نادار مسلمانوں کو حقیر جانتے ہیں۔

اُن پر طعن مارتے ہیں۔ دولتمندوں سے ملنا اپنی عزت سمجھتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو

دنیا و آخرت میں خیر چاہتے ہیں اور عذاب دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اِن دونوں کا ذکر خدا

فرماتا ہے۔ بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمکو دے دنیا میں روپیہ پیسہ

عزت و آبرو۔ جورو غلام۔ راج پاٹ حسن و خوبی۔ طاقت صحت وغیرہ وغیرہ جو ایسے کمبخت ہیں

اُنکے لئے آخرت میں کوئی حصہ بخرہ نہیں۔ ایسے نادان وہ لوگ ہیں جو قیامت کے قائل

نہیں لیکن یاد رکھنا چاہئیے کہ اگر کوئی مسلم زر دوست دنیا پرست ہو کر آخرت کی پروا نکرے تو وہ بھی محروم رہے گا۔ اور بعضے ایسے خوش نصیب اور ہونہار ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو ہمکو عنایت کر دنیا میں نیکی کی توفیق صحتِ جسمانی۔ رزقِ حلال۔ اور آخرت میں ہماری عبادت اطاعت کا صلہ خیر۔ کہتے ہیں کہ حسنات جہان سے مراد قناعت ہے اور حسنات آخرت سے مراد شفاعت ہے۔ اِس صورت سے آیت کے معنی یہ ہوئے۔ کہ یہاں ہمکو صبر عطا کر اور وہاں ہمکو اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے سرفراز فرما کر بچا ہمکو آتش دوزخ سے۔ یہ لوگ جو کہ دنیا و آخرت کے خیر طلب کرتے ہیں اُنکے واسطے حصہ ہے اس چیز سے کہ کسب کیا ہے اُنھوں نے اور عملِ نیک کیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مراد حسنہ دنیا سے زوجہ صالح ہے اور مراد حسنہ آخرت سے حور اور عذاب نار سے مراد زوجہ بدخو اور سخت گو۔ اور حضرت جعفر صادق رضہ نے فرمایا ہے کہ مراد حسنہ دنیا سے فراخ معاش اور حسن خلق ہے اور مراد حسنہ آخرت سے خوشنودی خدا اور بہشت ہے۔ کہتے ہیں کہ مراد حسنہ دنیا سے علم وعبادت ہے اور مراد حسنہ آخرت سے جنت اور مراد عذاب نار سے شہوات فانیہ ہیں۔

اور ذکر کرنے کا حضرت زکریا کو حکم ہوا ہے پ۳ آل عمران (۴۱) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ۔ اور اپنے رب کو (دل سے) بکثرت یاد کیجیے اور (زبان سے بھی) تسبیح اور (تقدیس) کیجیے۔ دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی۔ ف ذکر کی ترغیب ہے کہ ہر وقت ذکر کرتے رہو۔ خواہ صبح ہو یا دن چڑھے حضرت یحیٰی علیہ السلام کے ذکر میں ہے کہ آپ کی عمر تین برس کی تھی آپ لڑکوں کو کھیلتا دیکھ کر اُنکے پاس گئے۔ لڑکوں نے آتا دیکھ کر کہا کہ یحیٰی آؤ ہمارے ساتھ کھیلتے ہو۔ آپنے فرمایا کہ ہم کھیلنے کے لئے نہیں پیدا ہوئے۔ منقول ہے کہ حضرت یحیٰی کی تمام عمر ذکر کے شغل ومشاغل میں صرف ہوئی۔

بہت سے لوگ ہیں اس وقت میں بھی جب خدا کا ذکر آتا ہے تو اُنکو وحشت ہوتی ہے

پ۲۴ الزمر (۵) واذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمأزت سے یستبشرون تک اور جو لوگ آخرت پر
یقین نہیں رکھتے اُنکے سامنے جب خدائے واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُنکے دل پیچ جلتے
ہیں (نفرت کرتے ہیں) اور جب خدا کے سوا دوسرے دیوتاؤں کا ذکر مذکور ہوتا ہے تو اُس
ہی وقت خوش ہو جاتے ہیں ف بعض اپنے باطل مشغلے میں ایسے مستغرق ہیں
کہ خدا سے اُنکو الفت ہی نہیں۔ جہاں خدا کا ذکر آیا تو اُنکا دل گھبرانے لگتا ہے۔
معاذ اللہ اس غفلت کا کچھ ٹھکانا ہے۔

ہر نام میں اُسکے لذت اور شیرینی ہے جس نام سے پکارو وہ واحد ہے۔ یکتا ہے
فرد ہے۔ احد ہے۔ بعض نام اُسکے صفتِ ذات ہیں مثل قادر۔ وحی سمیع و بصیر۔ اور
بعضے صفات افعال مثلاً خالق و رازق منعم۔ رحمٰن و رحیم۔ چنانچہ قرآن میں بھی آیا ہے پ۱۵
بنی اسرائیل (۱۲) قل ادعوا اللّٰہ او ادعوا الرحمٰن سے تکبیرا تک۔ (ان سے کہدو) کہ تم اللہ
کہکر پکارو یا رحمٰن کہکر آواز دو جس نام سے بھی پکارو۔ اُسکے تو سب نام ہی اچھے ہیں
اور نہ تو اپنی نماز کو بلند آواز ہی سے پڑھو اور نہ بالکل چپکے ہی چپکے۔ بلکہ دونوں کے
بیچ میں طریق اختیار کرلو۔ اور کہو کہ سب تعریف اُس خدا ہی کو زیبا ہے۔ جسکے نہ تو کوئی
فرزند ہے اور نہ سلطنت میں اُس کا کوئی شریک ہے۔ اور نہ اس سبب سے کہ وہ کمزور
ہے کہ کوئی اُس کا مددگار ہے۔ اور تو اُسکی بڑائی کرتا رہ پوری بڑائی ف اللہ اور رحمٰن
یہ دو نام بھی اچھے ناموں میں سے اُس ہی کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے دعا میں
فرمایا اللہ یا رحمٰن تو مشرک طعنہ دینے لگے کہ ہمکو تو دو خدا کے پکارنے سے منع کرتے ہو۔
اور آپ دو خداؤں کو پکارتے ہو۔ اُسوقت یہ آیت اُتری۔ اللہ کے بہت سے نام
ہیں۔ صفاتی۔ اے سعید غفلت شعاری سے باز آ۔ اور اُسکے ذکر میں مشغول ہو تو تیری
لغزشیں انشاء اللہ معاف ہو جائینگی۔ اِس بات کا قرآن شاہد ہے۔ پ۱۲ ہود (۱۰) و اقم
الصلوٰۃ سے للذاکرین تک۔ اور قائم کرو نماز کو دو طرف دن کے اور کتنی ساعتوں رات

ہے تحقیق نیکیاں لیجاتی ہیں برائیوں کو۔ یہ نصیحت ہے واسطے ذکر کرنے والوں کے۔
اور قائم کرو نماز کو یعنی ہمیشہ پڑھو اُسکے شرائط اور ارکان کے ساتھ۔ اور ترک کرو
ظلم کو اور تمام قباحتوں کو کہ تمہارے لئے اس میں بہتری ہے۔ دن کے دونوں طرف
یعنے دونوں وقت صبح و شام۔ بعض کے نزدیک فجر اور عصر کی نماز مراد ہے۔ بعض نے کہا مغرب
وعشا کی نماز۔ اور ترک کر ہر قسم کی برائیوں کو صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت
اور اطاعت پر چارہ اور تکلیف کی برداشت کر بارہ۔ اور شان نزول اس کا جو کہ حضرت
عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ ابی الیسر کے پاس ایک عورت
کھجوریں خریدنے آئی تھی۔ ابی الیسر کہتے ہیں کہ میں نے اُس عورت سے کہا کہ نسبت
میری دوکان کے میری گھر میں اچھی کھجوریں ہیں یہ سُنکر وہ عورت میرے گھر میں
آئی تو میں نے اُس سے مباشرت تو نہیں کی لیکن سوا مباشرت کے اور سب بے شرمی
کی باتیں کیں۔ پھر مجکو ندامت ہوئی۔ پہلے میں نے اس کا ذکر حضرت عمرؓ سے کیا حضرت
عمر نے فرمایا تیرا برا ہو شاید وہ عورت کسی غازی کی ہو جو لڑائی پر گیا ہوا ہے۔ میں نے کہا
ہاں۔ پھر میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے اس کا ذکر کیا۔ اور پھر خود صاحب وحی سے
یعنے آنحضرت سے اس کا ذکر کیا۔ آنحضرت نے تھوڑی دیر ٹھہر کر سکوت کیا استنے
میں حضرت جبرائیل یہ آیت لائے۔ اسکے بعد میں نے آنحضرت سے پوچھا یہ حکم کیا میرے
لئے خاص ہے۔ اسپر حضرت عمرؓ نے میرے سینہ پر دوہتڑ مارا۔ اور کہا نہیں سب مسلمانوں
کے لئے یہ حکم عام ہے۔ اور آنحضرت نے فرمایا کہ عمر نے سچ کہا۔ اور صحیح مسلم میں آئی روایت ہے
کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان
سے دوسرے رمضان تک صغیرہ گناہ نماز اور روزے سے معاف ہوجاتے ہیں۔
حاصل یہ ہے کہ شرک اور کبیرہ گناہ بدون توبہ کے معاف نہیں ہوتا صغیرہ گناہ نماز اور
روزہ سے معاف ہوجاتا ہے دتوبہ کا بیان آئندہ سعید میں دیکھو اور مشہور بات ہے کہ شکر

بدون توبہ کے مرجائے تو اسکی بخشش نہیں ہے۔ کبیرہ گناہ والا شخص بدون توبہ کے مرجائے تو اسکی بخشش اللہ کی مرضی پر ہے وہ چاہے بلا سزا اسکو جنت میں داخل کردے چاہے کچھ سزا دیکر۔ غرضکہ جہانتک ہوسکے کبیرہ گناہ سے بچنا چاہئے۔ اور اگر شامت نفس سے کبیرہ گناہ ہوجاوے تو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔ اور شرائط توبہ میں یہ بات بھی ہے کہ دل شرمندہ و پشیمان ہو۔ اور آیندہ گناہ سے باز رہنے کا پورا قصد اور ارادہ دل میں توبہ کے وقت رکھنا چاہئے۔ اور جیسا کہ اس آیت میں صبح و شام کی نماز کو حکم ہوا۔ اسیطرح پانچوں وقت کی نماز کا ذکر ہے پ۱۵ بنی اسرائیل (۹) اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی سے مَّحْمُوْدًا تک۔ سورج کے ڈھلنے سے لیکر نصف شب تک نمازیں پڑھ لیا کرو (ظہر عصر مغرب عشا) اور صبح کی نماز (اسکے علاوہ ہے) کیونکہ صبح کی نماز پر (فرشتے یعنی کاتبان اعمال) گواہی دینگے۔ اور رات کے آخری حصہ میں نماز تہجد پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لئے مخصوص بیشی نماز ہے۔ قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تم کو مقام محمود میں پہنچاوے **ف** لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے مراد آفتاب کا ڈھلنا ہے اور غَسَقِ الَّيْلِ سے مراد عشا کی نماز مراد ہے قُرْاٰنَ الْفَجْرِ سے مراد صبح کی نماز ہے۔ اور مشہود سے مراد وہ فرشتے ہیں جو صبح کی نماز کے وقت حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ فضیلت جماعت سے نماز پڑھنے کی ۲۵ درجہ زیادہ ہے۔ اور فجر کی نماز میں ملائکہ نہار (دن کے فرشتے) اور ملائکہ لیل (رات کے فرشتے) چلے جاتے ہیں۔ حضور پر تہجد فرض تھا۔ اور اس واسطے صرف اسکے پڑھنے سے درجے بڑھتے تھے۔ اتنی دیر تک آپ ان نفلوں کو پڑھتے تھے کہ پائے مبارک پر ورم بھی آجاتا تھا۔ اور نوافل اس واسطے پڑھے جاتے ہیں کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں۔ مگر حضور کے آگلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہوچکے تھے مگر آپ محض درجہ بلند ہونے کے لئے پڑھتے تھے۔

اور قریب ہے کہ تیرا پروردگار تجھکو اٹھا دیگا مقام پسندیدہ پر کہ وہ مقام شفاعت ہے
منقول ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ محمود وہ مقام ہے کہ جہاں میں اپنی امت
کی شفاعت کرونگا اور وہ مقام محمود ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے
کہ محشر میں سب آدمی ایک مقام میں جمع ہونگے کہ وہ مقام محمود ہے۔ اور حضور سب کو
لیکر باب الرحمن پر تشریف لاوینگے۔ اور سجدہ میں گر پڑینگے پس حکم خدا ہوگا کہ اے
حبیب ہمارے ہمنے تیری شفاعت قبول کی اور تو جو کچھ چاہے گا ہم اسکو پورا کرینگے

سب مخلوق اللہ کا ذکر کرتی ہے اے سعید تو انکی پیروی کر۔ اور ان جیسا
نہ ہو جو کہ روگردانی کرتی ہے جیسا کہ بنی اسرائیل (۵۰) تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ سے غَفُوْرًا
تک ساتوں آسمان و زمین اور جو مخلوق اس میں ہے سب اسکی پاکی کا ذکر کرتے ہیں
اور ایک شے بھی ایسی نہیں جو اسکی تعریف کی مالا نہ جپتی ہو۔ مگر تم لوگ اسکی تسبیح کو
سمجھتے نہیں۔ بیشک وہ بڑا ہی تحمل والا ہے۔ اور بڑا بخشنے والا ہے۔ اور جب تم قرآن
پڑھتے ہو ہم تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جنکو آخرت کا یقین نہیں ہے آنکھوں
سے اوجھل پردہ ڈال دیتے ہیں۔ اور ہمنے انکے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں تاکہ قرآن
کو نہ سمجھ سکیں۔ اور انکے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے۔ اور جس وقت کہ تم قرآن مجید
میں تنہا اپنے پروردگار کا ذکر کرتے ہو تو وہ نفرت سے پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں۔

ف تمام مخلوقات خداوند کریم کی حمد و ثنا کرتی ہے۔ ہر ایک کی تسبیح جداگانہ ہے حضرت
ابن عباس فرماتے ہیں کہ درخت کے پتے جبتک درخت میں لگے رہتے ہیں۔ خدا کی تسبیح
کرتے رہتے ہیں اور کپڑا جبتک نہیں میلا ہوتا خدا کی حمد کرتا رہتا ہے یعنی جبتک اس سے کام
نہیں لیا جاتا خدا کی حمد و ثنا کرتی رہتی ہے۔ اور یہی ہے تسبیحات اللہ وتحیاتہ اور بعض
حضرات فرماتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کی لطافت اور پاکیزگی حمد و ثنا کرنے والی ہے۔ غرض
یہ ہے کہ تسبیحات جمادات میں بڑا اختلاف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ معراج

کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان پر سُبحان ربّ العلی الاعلٰی سبحانہٗ وتعالٰی تسبیح سُنی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آسمان چرچرا رہا ہے قسم اسکی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے آسمان میں بالشت بھر بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدے میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح نکر رہا ہو کسی نے کہا ہے ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا۔ تمھارے خطائیں دیکھتا ہے۔ اور قدرت رکھ کر درگذر کرتا ہے اور فوراً عذاب نہیں اُتارتا۔ حدیث سے ہری ٹہنی کی تسبیح کہنا ثابت ہے۔ اور قرآن شریف سے پہاڑوں کی تسبیح کہنا ثابت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مکہ میں ایک پتھر آنحضرت صلعم کو سلام کیا کرتا۔ کنکریوں نے آپکے ہاتھ میں تسبیح کہی۔ حدیث میں ہے سبحان اللہ وہ کلمہ ہے جس سے خلق کو روزی ملتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مینڈک کو نہ مارو کہ وہ تسبیح کرتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ ہمنے پردہ ڈالدیا ہے۔ یعنی وہ قرآن کی تاثیر سے محروم رہتے ہیں۔ اُنکے دلوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اور ان کافروں کے دلوں پر پردہ اُنکے عناد کے سبب سے ہے کہ وہ روشن اور ظاہر دلیلوں پر غور نہیں کرتے۔ اور نہ معجزوں میں تامل اور فکر کرتے ہیں اور وہ بدیدۂ دل نہیں دیکھتے ہیں۔ پس ہمنے اُنکے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں۔ اور ہر چند آیاتِ حق اِنکو سنواتے ہیں مگر وہ اپنی زیادتی کفر سے انکار کرتے ہیں۔ گویا کہ اُنکے کانوں میں گرانی کردی ہے کہ وہ ہرگز نہیں سنتے ہیں اور یا یہ معنی ہیں کہ ہمنے اُنکے دلوں اور کانوں پر ایک علامت رکھدی ہے تاکہ ملائک اُس سے واقف ہوں کہ وہ بسبب زیادتی عناد کے جو ہماری قدرت کی نشانی میں تامل نہیں کرتے ہیں۔ اور بگوشِ قبول اُنکو نہیں سنتے ہیں اسواسطے ملائکہ مطلع ہوکر اُنکو لعن وطعن کرتے ہیں۔

اللہ پاک اپنی اُن نعمتوں کا ذکر کرتا ہے جو انسانوں پر اُسنے کی ہیں۔ تاکہ اسکی

عبادت اور اُس کا ذکر کرو اور اُسکی قدرت میں فکر کریں اور کفرانِ نعمت نکریں۔ پ ۱۴
النحل (۱۱) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ سے اَلْكٰفِرُوْنَ تک۔ اور اللہ نے تمہاری
ماؤں کے پیٹ سے تمکو اس طرح نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ اور اُسی نے تم کو
کان اور آنکھیں اور دل عنایت کئے تاکہ تم اُس کا شکر ادا کیا کرو۔ کیا ان لوگوں نے
اُن پرندوں کیطرف نہیں دیکھا جو اُڑ کر بیچ آسمان میں (ہمارے) بال باندھے ہیں۔
اُنکو سوائے اللہ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں۔ بیشک اس میں اہل ایمان کے لئے
نشانیاں موجود ہیں۔ اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو ٹھیرنے کی جگہ بنایا
اور تمہارے لئے چارپایوں کی کھالوں سے مکان (خیمے) تعمیر کئے۔ کہ تم اپنے کوچ
کے وقت اور ٹھیرنے کے وقت انکو سبک پاتے ہو۔ اور اُنکی اون۔ رُوں اور
بالوں سے روز مرہ برتنے اور فائدہ اُٹھانے کی چیزیں ایک وقت معین تک کے
لئے بنائیں۔ اور اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے بعض چیزوں کے سایے بنائے
اور پہاڑوں میں تمہارے لیے چھپ بیٹھنے کی جگہ بنائی۔ اور تمہارے لئے ایسے
کُرتے بنائے جو تمکو گرمی سے بچائیں۔ اور لوہے کے کرتے جو لڑائی کے وقت تمہاری
حفاظت کریں۔ اِس طرح وہ اپنی نعمتیں تم پر پوری کرتا ہے تاکہ تم سر تسلیم خم کرو۔
پھر اس پر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو تمہارے ذمہ احکام کو کھولکر بیان کر دینا ہے۔ وہ
اللہ کی نعمت پہچانتے ہیں۔ پھر (دیدہ و دانستہ) اس سے مکرتے ہیں اور ان میں سے
اکثر کفران نعمت کرنے والے ہیں **ف** اور پیدا کیا تم کو تمہاری ماؤں کے شکموں میں
جبکہ تم نفع اور ضرر کو کچھ محسوس نہ کر سکتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ لوگ تلاش معاش میں
امر دین سے باز رہتے ہیں۔ اس واسطے خدائے تعالیٰ انکو سمجھاتا ہے کہ تم اپنی
ماں کے پیٹوں سے کیا کیا اسباب معاش لائے تھے پس وہ اسباب خدا
نے تمہارے لئے مہیا کر دیئے اگر اسکی اطاعت کئے جاؤ گے تو اسباب معاش تم پر برساؤ

آسان ہو جائینگے۔ اور خداتعالیٰ نے تمہارے لئے کانوں کو پیدا کیا کہ انسے سماعت کرو
اور آنکھوں کو کہ ان سے دیکھتے ہو۔ اور دلوں کو کہ اُن سے سمجھتے ہو۔ اور ہر کام کی
درستی کرتے ہو۔ اور نیک و بد میں فرق کرتے ہو۔ اسواسطے یہ نعمتیں تمکو دی ہیں تاکہ
تم اسکی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ شکر اُس ہی میں جانا جائیگا کہ جو جو نعمتیں کان آنکھ دل
خدا نے دیئے ہیں اُنکو خدا کی یاد میں لگاؤ۔ کان سے کلام اللہ سُنو۔ نہ کہ غیبت اور
گراموفون۔ آنکھ سے کلام اللہ دیکھو نہ کہ غیر محرم کا نظارہ۔ دل اللہ کی یاد میں لگاؤ
اُسکی محبت اُس میں پیدا کرو۔ نہ کہ ماسوائے اللہ کے اور کی محبت اُس میں قائم کرو
غرضکہ ہمہ تن اُس ہی کی یاد میں لگے رہو۔ اب خداتعالیٰ کہتا ہے کہ کیا نہیں دیکھتے
وہ کفار پرندوں کی طرف کہ وہ حکم دیئے گئے ہیں درمیان فضا اور ہوائے آسمان کے
اور وہ اُڑتے پھرتے ہیں۔ اور وہ ایسا خدا ہے کہ جو روک لیتا ہے اُنکے جسم ثقیل کو اور
زمین پر نہیں گرنے دیتا۔ ورنہ دستور ہے کہ ہر بھاری چیز جو کہ بے لگاؤ اوپر ہوتی ہے
وہ زمین پر گرنا چاہتی ہے۔ اور روک تمام میں نشانیاں ہیں قدرت خداوندی کی۔
واسطے اُس قوم کے کہ جو ایمان لائے ہیں۔ اور قدرت خداوندی پر اعتبار کرتے ہیں
اور خداوند تعالیٰ نے تمہارے واسطے گھر بنایا۔ پتھر اور اینٹ اور لکڑی سے سکونت
اور آرام کی جگہ وَمِنْ اَصْوَافِهَا اور پیدا کئے تمہارے لئے پشم دُنبے اور بھیڑ کے۔ وَ
اَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اور اُون یعنی اونٹوں کی اُون۔ اور بال یعنی بکریوں کے بال
ان سے تیار کئے اسباب بچھانے کے تمہارے لئے۔ اور اسباب اوڑھنے کے
مثل دوشالہ اور لوئی کے۔ اور اُن سے نفع اُٹھانا۔ خرید و فروخت کرکے ایک وقت
مقرر تک۔ جبتک کہ وہ باقی رہیں اور پُرانے ہو کر پھٹ نہ جائیں۔ اور یہ چیزیں عنقریب
فنا ہونے والی ہیں۔ عاقل کو چاہیئے کہ بالمقابل ان نعمتوں کے کہ جو ہمیشہ ہمیشہ باقی
رہینگی فنا ہونے والی نعمتوں کو اختیار نہ کرے۔ ذکر ثواب قائم رہنے گا ذاکر رہے ٭

اور تمہارے لئے خدا تعالیٰ نے درخت پیدا کئے اور پہاڑ اور عمارتیں پیدا کیں تاکہ تم اُنکے سایہ میں بیٹھو اور حرارت آفتاب سے محفوظ رہو۔ اور بنایا تمہارے لئے لباس صوف اور کتان کا۔ تاکہ تم گرمی سے محفوظ رہو۔ پس اپنے منعم حقیقی کی یاد سے غافل نہ ہو اُسکی یاد میں ذاکر رہو۔ اور تمہارے لئے پیراہن آہن بنایا مثل زرہ اور جوشن کے کہ وہ محفوظ رکھے تمہارے جسم کو دشمن کے تفنگ و تیر و نیزہ و شمشیر سے (ہائے توپ کوئی روک نہیں) اور چونکہ انسان مختلف طریقوں سے زندگی بسر کرتا ہے اسواسطے خدا تعالیٰ نے سب چیزوں کا ذکر فرمایا۔ کہ کوئی پتھر کے مکان میں رہتا ہے۔ کوئی خیمہ میں رہتا ہے۔ کوئی غار میں۔ اور کوئی درخت کے سایہ میں گذارہ کرتا ہے۔ اور خدا کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں جو ذکر ہیں۔ وہ ایمان والے ہیں۔ وہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب اُسی کی طرف سے ہے اور کافر منکر ہیں کہ وہ خدائے غیر کی پرستش کرتے ہیں۔ جو اُنکو نعمتیں دینے والا نہیں ہے اور ان تمام نعمتوں کو بتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور انہیں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور وہ جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ مراد نعمت سے قرآن شریف ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ اس آیت میں مراد نعمت سے رسولِ خدا ہیں کہ کفار معجزوں کو دیکھ کر جانتے تھے کہ آپ حق پر ہیں لیکن بسبب عناد و حسد کے انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ نماز ہی ایسا عمل ہے کہ اس میں دل سے زبان سے ہاتھ پیروں سے اُس کا ذکر ہوتا ہے۔ پ۱۶ طٰہٰ (۱) اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے اِلیٰ کُرسی تک اور اللہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ اچھے سے اچھا نام اُسی کے لئے ہے اور کیا تم تک موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے کہ جس وقت اُنہوں نے آگ دیکھی تو اپنی گھروالی سے کہا کہ یہیں ٹھیر و مجھے آگ نظر پڑی۔ یا تو میں اس میں سے تمہارے لئے چنگاری

جمیع اعمال میں افضل نماز ہے

سلہ جسکو سچا یا پاتے ہیں نشانہ بھی کا نشانہ خطا کرجاتا ہو سکے اور سے نکل جاتا ہو اور بہت سے ذرائع سے بچ جاتا ہے

لاؤنگا یا آگ کے ذریعہ سے مجھے رستہ کا کھوج ملجائیگا پس جب وہ آگ کے پاس
آئے تو انکو آواز آئی اے موسیٰ میں تمھارا پروردگار ہوں تم اہل وعیال کی محبت
دور کرو بیشک اس وقت تم نہایت پاک و پاکیزہ میدان یعنی طویٰ میں ہو۔ اور میں نے
تمکو پیغمبری کے لئے منتخب کرلیا ہے پس جو وحی کیجاتی ہے اُسے کان دھر کے
سنو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ہی خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس
تم میری ہی عبادت کرو۔ اور میرے ذکر کے لئے نماز پڑھا کرو ف کوئی معبود سزاوار
پرستش نہیں مگر وہ اس واسطے کہ سوائے خدا کے کوئی مستحق اس نام کا نہیں ہے۔ اور
یہ نیک نام اسی کے واسطے ہیں کہ جو اسکی صفات پسندیدہ پر دلالت کرتے ہیں۔
اور خداوند تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو انکو یاد کرے رسول اللہ نے فرمایا وہ بہشت
میں داخل ہوگا۔ اور اب خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ کا قصہ بیان کرتا ہے واسطے تسلی
رسول اللہ کے کہ موسیٰ نے قسم قسم کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور ان پر پھر صبر کیا ہے۔
چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالیٰ بطور استفہام اپنے رسول سے۔ ارشاد فرماتا ہے کہ کیا
تیرے پاس قصہ موسیٰ کا آیا ہے کہ جس وقت کہ دیکھا اُسنے آگ کو منقول ہے کہ حضرت
موسیٰ شعیب پیغمبر سے جو کہ اُنکے خسر تھے رخصت ہوکر مع اپنی زوجہ صفورا بنت شعیب
واسطے ملاقات مادر اور برادر کے مدین سے روانہ ہوئے۔ اور اپنی زوجہ کو دراز گوش
پر سوار کیا تھا اور اسباب خانہ بھی اُسپر بار تھا۔ اور اپنی بی بی کو لئے قافلہ کے آگے آگے
جاتے تھے اور رات جاڑے کی تھی اور نہایت تاریک تھی اور برف پڑتی تھی اور وہ
شب جمعہ تھی۔ سب آدمی رستہ بھول گئے۔ اور بکریاں اور دنبیاں جو اپنے ہمراہ لائے
تھے وہ متفرق ہوگئیں۔ اور اُنکی بیوی کے درد زہ ہوا۔ اور آگ کی احتیاج ہوئی حضرت
موسیٰ نے چقماق سے ہر چند چاہا کہ آگ روشن کریں لیکن سرد ہوگئی حضرت موسیٰ اس امر
میں حیران تھے کہ ناگاہ دور سے آگ دیکھی کہ روشن ہو رہی ہے۔ موسیٰ نے اپنے اہل و

سے کہا کہ تم یہاں ٹھیرو میں آگ لاتا ہوں۔ پس موسیٰ آگ کی طرف روانہ ہوئے۔ پس جسوقت حضرت موسیٰؑ آگ کے پاس کے پاس آئے تو آگ ایک درخت سبز میں روشن دیکھی اور گرد اُسکے کوئی آدمی نہ تھا۔ پس موسیٰ آگ کی روشنی اور درخت کی سبزی سے نہایت متعجب تھے۔ منقول ہے کہ آگ کے لینے کو موسیٰ قریب درخت کے آئے اور چاہتے تھے کہ آگ لیویں وہ آگ اِنکی طرف جھک کر آئی اور یہ گھبرا کر پیچھے کو پھرے اور آگ بھی اپنی جگہ واپس چلی گئی۔ جب موسیٰؑ نے دیکھا کہ آگ درخت میں چلی گئی ہے تو وہ پھر بڑھے اور اُنہوں نے قصد آگ کا کیا۔ اور آگ خود بخود اُنکی طرف آئی اور موسیٰ پھر جھک کر پیچھے کو ہٹے آگ پھر درخت میں چلی گئی۔ جب مرتبہ سوم بھی ایسا ہوا تو ناگاہ ایک آواز آئی۔ "اے موسیٰ میں تیرا پروردگار ہوں" پس جس وقت موسیٰؑ کو یہ آواز آئی تو اُنہوں نے تعجب کیا کہ یہ بولنے والا کون ہے۔

منقول ہے کہ حضرت موسیٰؑ اس آواز کے بعد جب درخت کے قریب پہنچے تو اُس میں سے فرشتوں کی آواز سنی کہ ذکرِ خدا میں مشغول ہیں۔ اور ایک نور ہے کہ زمین سے آسمان تک روشن ہے۔ نہ آگ درخت کو جلاتی ہے اور نہ سبزی درخت کی آگ کو بجھاتی ہے۔ یہ دیکھکر ڈرے اور بیہوش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنکے دل میں ایک تسکین[1] ڈالی۔ اور اُنکے دل کو مضبوط کر کے آواز دی۔ اور کہتے ہیں کہ موسیٰؑ نے جسوقت

[1] یہ میرا خود کا تجربہ ہے کہ جب میرے ہم زلف اور اُنکی زوج الہ آباد میں طاعون میں ایک رات میں انتقال کر گئے تو میری بیوی کو جو اُنکی چھوٹی بہن تھیں اور اُنکو یہ حال دیکھ کر غش ہو جاتا تھا بعد مرنے کے میں نے اپنی زوج کو سینہ سے لگا لیا اور دبائے رہا پھر اُسنے کہا کہ ایک سل سی میرے دل پر آ کر لگ گئی ہے میں سمجھ گیا کہ اسکی حیات باقی ہے اور یہی تسکین منجانب اللہ اسکے دل پر نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس لکھنے تک وہ حیات ہے اور اس واقعہ کو ۳۰ برس ہو گئے ہیں۔ اور یہ میرے ہم زلف حکیم تھے اور مرضِ طاعون کا علاج اچھا کرتے تھے غرضکہ جب میرے گھر میں سے اُسکو اپنی ہمشیرہ کی حالت نزع میں غش آجاتا تھا تو وہ علاج یہ بتاتے کہ بازو باندھو چوٹی کے بال نوچو حقہ سنگھاؤ تو اُسوقت میں یہ بھی کہتے تھے کہ ہم تو نہ بچیں گے ہمارا وقت آ گیا مگر ہمارے بعد یہ بھی نہ بچے گی یہ اُنہوں نے اپنی چچی اور ہمشیرہ سے کہا تھا اسکو میں نے بھی سن لیا تھا۔ مجھے سخت تشویش تھی۔ اِس ہی سے میں اپنی گھر والی کو سنبھالے رہا مترجم

فائدہ: حق تعالیٰ کی تجلیات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جب ظہور فرماتی ہیں تو انوار و تجلیات الٰہیہ نظر آتی ہیں ۱۲ تحفۃ الاولیاء بزرگان دین کو فریاد ہے

درخت سے آواز سُنی کہ "یا موسیٰ" اُس وقت موسیٰ نے لبیک کہکر جواب دیا۔ لیکن یہ نجانا
کہ پکارنے والا کون ہے اور کہاں ہے۔ اور کہا موسیٰ نے میں تیری آواز سنتا ہوں
اور جگہ تیری نہیں دیکھتا ہوں کہ کہاں ہے؟ آواز آئی کہ میں تیرے سامنے ہوں۔
تیرے ہمراہ ہوں۔ اور میں تجھ سے بہت قریب ہوں۔ پس موسیٰ نے جانا کہ یہ کلام خدا
ہے۔ بس پھر تو موسیٰ ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ اور منتظر رہے کہ اب کیا خطاب ہوتا ہے۔
آواز آئی فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ پس جوتا اُتار دو مفسرین نے کہا ہے اسواسطے جوتہ اُتارنے کا
حکم ہوا کہ برکت اس زمین کی موسیٰ کو پہنچے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جوتیاں اُتارنے کا
اس وجہ سے حکم ہوا کہ یہ تعلیم ادب کی تھی موسیٰ کے واسطے کہ فرش شاہی پر جوتیاں پہنے
نہیں جانا چاہیئے۔ اور جو مکان متبرک ہوتے ہیں وہاں جوتیاں اُتار کر جاتے ہیں
اور حضرت صاحب العصر نے اس واقعہ کی تاویل اس طرح فرمائی ہے کہ موسیٰ نے
وادیٔ مقدس میں مناجات کی تھی۔ کہ اے پروردگار میرے میں نے تیری محبت کو
خالص کیا اپنے سے۔ اور اپنے دل کو صاف کیا تیرے ماسوا سے۔ اور حضرت موسیٰ
اپنے اہل و عیال کو بہت دوست رکھتے تھے۔ اس واسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا فَاخْلَعْ
نَعْلَيْكَ یعنی تو اپنے زن و فرزند کی محبت دور کر اگر تو خالص ہماری محبت رکھتا ہے پس
حضرت موسیٰ نے وہ جوتیاں اُتار دیں اور جنگل میں اپنا پاؤں رکھا۔ تو پھر آواز آئی۔ کہ
میں نے برگزیدہ کیا ہے تجکو اے موسیٰ نبوت کے لئے۔ پس سُن اور متوجہ ہو اس چیز کی
طرف کہ وحی کیجاتی ہے۔ وہ یہ کہ میں معبود برحق ہوں۔ نہیں ہے کوئی سزاوار پرستش
مگر میں۔ پس تو میری پرستش کر۔ اور نماز کو قائم کر تاکہ تو مجکو یاد کرتا رہے میرے ذکر میں
رہے۔ خدا نے جمیع اعمال میں سے نماز کو خاص کیا کہ اس میں معبود کا ذکر ہے۔ اور زبان و
دل دونوں اسی ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اور رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جو کوئی نماز کو بھولجا
جس وقت یاد آئے اسی وقت پڑھے سوائے اسکے اور کفارہ اس کا نہیں ہے۔

کوئی اُسکے عذاب کو روک نہیں سکتا ہے پس چاہیئے کہ اُس کا ہی ذکر کریں

پ الانبیاء (۱۷) قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ سے مِنَّا يُصْحَبُوْنَ تک (اور یہ بھی ان سے کہئے کہ وہ کون ہے جو رات میں یا دن میں رحمان (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کرتا ہو بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگردان (ہی) ہیں۔ کیا انکے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ (عذاب مذکور سے) انکی حفاظت کر لیتے ہوں۔ وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی اُنکا ساتھ دے سکتا ہے **ف** وہی بچاتا ہے اور کون بچا سکتا ہے۔ اُسکے سوا کوئی اُسکے عذاب کو نہیں روک سکتا جو اس سے نہیں ڈرتے سخت غلطی کرتے ہیں کہ اُس کا نام تک نہیں لیتے یعنی ان کافروں کے جو بت ہیں وہ اسقدر مجبور ہیں کہ وہ خود اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے تو دوسروں کو کیا بچا سکیں گے۔ اور کوئی خدا کے مقابل انکا ساتھ دے سکتا ہے۔ تو اب ہمکو چاہیئے کہ اُسکی ہی یاد میں لگے رہیں۔ اور کسی کی یاد نہ کریں۔ اور مقابلہ اُسکے نہ اُسکی یاد کرنے والوں کی یاد کریں۔ اور جن لوگوں نے اُسکی یاد سے مراتب حاصل کئے ہیں ہم بھی اُن جیسی ریاضت کریں۔ اور وہ ہمکو عبادت کی توفیق دے۔ مگر ہم ارادہ تو کریں۔ ارادہ ہماری طرف سے ضروری ہے۔ پھر توفیق اُسکی طرف سے۔ اللہ کے ذکر کرنے والوں کی توصیف خود باری تعالیٰ فرماتا ہے پ الحج (۵) اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ سے يُنْفِقُوْنَ تک خوشخبری سنا دو یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُنکے دل لرز اُٹھتے ہیں۔ اور جو مصیبت اُنپر نازل ہو اُس پر صبر کرتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو رزق ہمنے عنایت کیا ہے اُس میں سے خدا کی راہ میں صرف کرتے ہیں۔

جو ڈرتے ہیں قیامت کے دن سے وہی اللہ کا ذکر کرتے ہیں پ النور (۵) رِجَالٌ (لَّا تُلْهِيْهِمْ) سے عذاب تک۔ جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کی یاد (ذکر) اور نماز پڑھنے

اور زکوٰۃ دینے سے غفلت نہیں کرنے پاتے وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں۔ جسمیں دل
اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائینگے۔ تاکہ جو کچھ اُنھوں نے کیا ہے اللہ اُس کا بدلہ بہتر
سے بہتر دے۔ اور اپنے فضل سے اُنکے لئے کچھ اور بڑھا دے۔ اور اللہ جسکو چاہتا ہے
بے حساب روزی عطا فرماتا ہے **ف** نہیں غافل کرتی اُنکو تجارت اور خرید و فروخت
کرنا اشیا کا لینا اور دینا ذکر خدا سے اور قائم کرنے نماز سے اور دینے زکوٰۃ سے۔ اور
اُن لوگوں کی اللہ تعریف فرماتا ہے جن کا شیوہ یہ تھا کہ جس وقت نماز کا وقت ہوتا تھا
تو وہ اپنی تجارت کو چھوڑ کر نماز کے واسطے چلے جاتے تھے۔ اور یہ لوگ اجر و ثواب
میں اُن لوگوں سے زیادہ ہیں جو تجارت نہیں کرتے۔ اور ایک وہ آدمی تھے کہ رسول خدا
کو نماز میں تنہا چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ اور جب کسی تاجر کے آنے کی خبر سنتے تھے اِس کا
ذکر اِس ہی بیان میں ہو چکا ہے سورۂ جمعہ میں۔ جو ڈرتے ہیں اپنے خدا سے اور چھوڑ
دیتے ہیں خرید و فروخت کو اور قائم کرتے ہیں نماز کو۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یا ڈرتے ہیں
ہول قیامت سے پس اُنکے مراتب اعلیٰ ہیں۔ وہ جنت کی نعمتوں سے مستفیض ہونگے
اور خدا تعالیٰ جسکو چاہتا ہے روزی دیتا ہے بے حساب کثرت سے اپنے فضل و
کرم سے۔ یا عقبیٰ میں زیادتی روزی کرے کہ تمہاری فہم میں نہ آوے۔ اور فرمایا رسول
اللہ نے کہ جو کوئی صبح کو مسجد میں جاوے کہ نماز فریضہ میں ادا کروں یا کسیکو دین
کی بات سکھائے تو ثواب مجاہد کا پاوے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بارش ہم برساتے ہیں تاکہ ہماری نعمتوں کا بیان کریں
مگر حضرت انسان ناشکری ہی کرتا ہے پ۱۹ الفرقان (ع۵) وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ
سے کفورا تک اور وہی خالق ہے جس نے اپنی رحمت اُترنے سے پہلے (یعنی پانی
برسنے سے پہلے) اسکی خوشخبری دینے کے لئے ہواؤں کو بھیجا۔ اور ہم نے آسمان
پاک کرنے والا پانی بھیجا۔ اِس لئے کہ ہم اسکی وجہ سے مری ہوئی بستی کو زندہ کریں۔

(وہاں کی زمین ترو تازہ ہو جائے) اور اپنی خلقت میں سے بہت سے جانوروں۔ اور
آدمیوں کو پلائیں۔ اور ہم نے بارش کو ان لوگوں میں پھرایا۔ اس لئے کہ وہ (اللہ تعالیٰ
کی قدرت کو) بیان کریں۔ اور اُسکی نعمتوں کا شکر کریں۔ اکثر لوگوں نے ناشکری کے
سوا کچھ (احسان) نہ مانا **ف** جب مینہ برسنے کو ہوتا ہے تو پہلے ہوائیں چلتی ہیں جن سے
یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اب بارش آتی ہے۔ گویا یہ ہوائیں پانی کی خوشخبری دیتی ہیں
بعضوں نے کہا کہ ناشکری سے مراد یہ ہے کہ پانی تو برساتا ہے اللہ اور لوگ
کہتے ہیں اسکے فلاں کا رُتی اچھی آئی ہے۔ اِس وجہ سے پانی پڑا فلاں تارا فلاں برج
میں ہے تو بارش اچھی ہو گی (معلوم کیا کیا واہی باتیں بناتے ہیں صحیح حدیث میں
ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں میں سے دو قسم کے لوگوں نے صبح کی ایک
تو وہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے۔ ستاروں کی تاثیرات کو نہیں مانتا۔ دوسرے وہ جو
ستاروں کی تاثیرات کو مانتا ہے مسلمان تو یہی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل
اور رحمت سے پانی پڑا۔ اور کافر کہتے ہیں کہ فلاں کا رُتی کی وجہ سے پانی پڑا۔ ستارے
بالکل عاجز ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں۔ ہمکو ہر حال میں اُسکی یاد کرنی چاہیئے۔ جو ہماری
زندگی کا مقصود ہے۔

قرآن مجید میں ذاکرین کی بخشش کا حکم ہے پ۲۲ الاحزاب (۵) وَالذّٰكِرِيْنَ
سے عَظِيْمًا تک خدا کی بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں بیشک
اِن سب لوگوں کیواسطے خدا نے گناہوں کی بخشش اور بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے
اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو پ۲۲ الاحزاب (۶) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا تک اے ایمان لانے والوں اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

اللہ کی یاد اور اُس کا ذکر اُس ہی سے ہوتا ہے جو قیامت کے آنے کو برحق
جانکر پیروی رسول مقبول ﷺ کرتے ہیں اور اُنکے لئے ہی نفع ہے پ۲۱ الاحزاب (۳)

لَقَدْ کَانَ سے کَثِیْرًا تک (مسلمانوں) تم کو اللہ تعالیٰ کے رسول کی پیروی کرنا تھی وہ ان لوگوں کے لئے اچھی ہے جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بہت یاد کرتے ہیں **ف** اوپر سے جہاد کا ذکر ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ کے رسول کا ساتھ دینا تھا۔ اور جہاد کی تکلیفوں پر صبر کرنا تھا۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کیا جنگ احد میں آپکا دندان مبارک شہید ہوا۔ سر زخمی ہوا۔

جب چوپاؤں کی سواری لو تو اللہ کا شکر کرتے ہوئے یہ ذکر کرو کہ ہم میں تو یہ طاقت نہ تھی کہ انکو زیر کر لیتے مگر تیری ہی نشاء سے ہم ان پر غالب آئے۔ تیرا شکر ہے۔ غرض اس کہنے سے یہ ہے کہ ہر وقت ہر حال میں اللہ کی یاد میں رہے۔ مناسب ہے ریل میں بیٹھے ہوئے بھی یہ کہے شکر ہے اس کا جس نے ہمارے لئے یہ سامان کرا دیئے۔ ایسے ہی ٹرین میں بیٹھے یا موٹر میں یاد سے اسکی غافل نہ ہو۔ اس وقت کی یہ سواریاں گویا تخت رواں ہیں یا غفلت میں نہ پڑے کہ یہ ہمارے داموں سے میسر آئیں۔ بلکہ اس کا جسنے ان امور کو ہمارے آرام کے لئے پیدا کر دیا احسان مانے **پ۲۵** الزخرف (۱) وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ سے لَمُنْقَلِبُوْنَ تک اور وہی تو ہے جس نے ہر شئے کے جوڑے پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو کہ تم اُنکی پیٹھ پر جم کر بیٹھ جاؤ۔ پھر جب ان پر سنبھلکر بیٹھ چکو تو اپنے پروردگار کی نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ اور تم یہ کہو کہ پاک اور پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے ان چوپایوں کو ہمارا تابع فرمان بنا دیا۔ اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ انکو اپنے بس میں کر لیتے۔ اور بیشک ہم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پ۲۷ الذّٰریٰت (۳) وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی سے لِیَعْبُدُوْنِ تک (اور البتہ) نصیحت کرتے رہو کیونکہ ذکر کرنا (نصیحت کرنا) اہل ایمان کو فائدہ بخشتا ہے۔ اور میں نے جنات اور آدمیوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں **ف** یس لے

حبیب ہمارے تم اُنکی طرف سے اپنا منہ پھیر لو اور ارادہ سزا اور بدلہ لینے کا نکرو۔ اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے۔ بلکہ وہ ہماری عبادت و پرستش کریں مطلب یہ ہے کہ نہیں پیدا کیا ہے میں نے جنوں کو اور آدمیوں کو۔ مگر اس واسطے کہ وہ اقرار کریں عبودیت کا اور بندے ہونے کا اور پہچانے اُسکی صفات۔ اور حضرت حسینؑ نے فرمایا کہ اے لوگوں خدا نے نہیں پیدا کیا ہے بندوں کو مگر اسواسطے کہ وہ پہچانیں خدا کو۔ اور جس وقت کہ اسکی عبادت کریں تو غیر کی عبادت سے بے پروا ہو جائیں۔ اور بعض تفسیر میں آیا ہے کہ پیدا کیا ہے خدا نے ہر شخص کو واسطے بجالانے امر و نہی کے نہ اس واسطے کہ جبر سے عبادت کریں تاکہ معلوم ہو کہ کون فرمان برداری خدا کی کرتا ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ غرض اصلی پیدا کرنے سے پیش کرنا ثواب کا ہے نہ عبادت کا۔ مگر ثواب حاصل نہیں ہوتا ہے بغیر عبادت کے پس گویا کہ عبادت باعث ثواب پیدا کرنے کا ہے۔ شرع میں جبر نہیں ہے۔ مراد عبادت سے یہ ہے کہ اپنے اختیار سے کرے نہ مجبوری اور ناچاری سے۔ اسواسطے کہ اگر عبادت مجبوری ہوتی تو سب عبادت کرتے اور اُسکو کوئی بھی ترک نکرتا۔ اور غرض عبادت کے حکم کرنے سے پہنچانا نفع کا ہے بندوں کو نہ خود اس سے باریتعالی کو فائدہ حاصل کرنیکا ہے اور اگر کسی نے اُسکی عبادت نکی تو اس سے اسکی غرض باطل نہیں ہوتی۔ اور غرض اُسکی عبادت کے حکم سے یہ ہے کہ اُسکے وسیلہ سے آخرت میں رستگاری پاویں۔ نہ کچھ خدا تعالی کو ان سے کچھ فائدہ حاصل ہے اس واسطے کہ اسکی ذات بے پروا ہے۔ اُسکو کسیکی عبادت کی حاجت نہیں۔ انسان کو لازم ہے کہ اُسکے ذکر سے تر زبان رکھے۔ اس ہی میں حضرت انسان کا فائدہ ہے شان عبدیت اس ہی سے ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشفی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ تم ذکر میرا کئے جاؤ نہ تم مجنون ہو اور نہ شاعر پ الطور (۲) فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا

مَجْنُوْنٌ سے صلدِ قَلِیْنٌ تک دپس اے پیغمبر تم ذکر کرتے رہو اس لئے کہ تمہارے پروردگار کی نعمت کی قسم نہ تو تم بغیر وحی خدا کے غیب کی خبر دینے ہو اور نہ تم دیوانے ہو۔ آیا وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔ ہم اس پر گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں۔ تم کہدو کہ اچھا تم انتظار کرو۔ پس ہیں بھی انتظار کرنے والوں ہیں ہوں۔ کیا انکی عقلیں ان کو اسی کا حکم دیتی ہیں یا یہ سرکش لوگ ہیں۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اسنے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایمان لانے والے نہیں۔ پس اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسا کلام یہ بھی بنا لائیں

ف منقول ہے کہ ایک جماعت قریش کی مکہ کے ٹیلوں پر بیٹھکر آنے جانے والے قافلوں کے روبرو رسول خدا کو شاعر اور جادوگر اور مجنون کہتے تھے۔ اور رسول خدا کو یہ بہتان انکے سنکر بہت رنج ہوتا تھا پس خدائے تعالیٰ اپنے حبیب سے فرماتا ہے کہ اے محمد تم انکو برابر نصیحت کئے جاؤ اور ان مشرکوں اور منافقوں کی باتوں کا رنج مت کرو۔ اور اس وجہ سے انکو نصیحت و پند سے خالی نہ رکھو۔ اور کفار کہتے ہیں کہ قرآن کو محمد نے اپنے جی سے بنا لیا ہے۔ یہ غلط کہتے ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس قسم کے جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ کفر اور گمراہی کی ہٹ پر قائم ہیں۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ کلام خدا ہے اسکو کوئی بنا نہیں سکتا جس وقت تمام فصیحان عرب اسکے مثل لانے سے عاجز ہو گئے پس خدا واسطے لازم کرنے حجت کے فرماتا ہے کہ قرآن اگر محمد کا بنایا ہوا ہے۔ پس چاہئے کہ لائیں وہ بھی کوئی چیز اس قرآن کی فصاحت میں اس جیسی۔

یاد مولیٰ ہی میں کامیابی ہے پ ۲۸ الجمعہ (۲) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تک اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ **ف** اللہ کی یاد دنیا کے مال و متاع سے کہیں بہتر ہے یاد مولیٰ کا ثواب باقی ہے اور دنیا کا سارا سامان فانی ہے۔

اللہ کا ذکر کرو کہیں مال و اولاد تم کو غفلت میں نہ ڈال دے پ ۲۸ المنٰفقون (۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ سے الْخٰسِرُوْنَ تک اے ایمان لانے والوں تم کو تمہارے

مال یادِ خدا سے غافل نکرنے پائیں اور نہ تمہاری اولاد اور وہ جو ایسا کریں گے تو وہی گھاٹے میں رہینگے **ف** اور اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے مال اور اولاد میں مشغول نہ ہو خدا کو نہ بھولو اور یادِ مولیٰ کو ترک نکرو اور اُسکی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اور بلاؤں پر صبر کرو اور اُسکی قضا پر راضی رہو اور اُس کا ذکر نہ چھوڑو۔ اِس واسطے تقاضائے ایمان تو یہی ہے کہ خدا کی دوستی انکی دوستی پر غالب ہو۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں کہ مال و اولاد کے سامنے خدا کو بھول جاتے ہیں وہی نقصان پانے والے ہیں۔ کہ نعمت دائمی کو برباد کر کے حقیر اور فانی چیز کو اختیار کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تونگری کو قناعت میں رکھا ہے اور آدمی اُسکو طلب کرتے ہیں کثرتِ مال میں۔ اور فرمایا ہے کہ میری رضا مندی خواہش نفس کی مخالفت میں ہے۔ لوگ اُسکو تلاش کرتے ہیں خواہش نفس میں۔ اور فرمایا ہے کہ میں نے راحت کو رکھا ہے جنت میں۔ اور لوگ تلاش کرتے ہیں دنیا میں ؎

اللہ کے نام کا ورد رکھو ۲۹ المزمل (۱) اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ تک بیشک رات کا اُٹھنا طبیعت پر سخت گراں گزرتا ہے۔ لیکن ذکر الٰہی کے لئے نہایت موزوں وقت ہے۔ بیشک تمہارے لئے دن میں (تبلیغ کا) بہت کام رہتا ہے۔ اور تم اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو اور اُسکی طرف رجوع رہو اور دوسرے سے اُمید قطع کرلو وہی مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے۔ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس اُسی کو اپنا کارساز بناؤ **ف** نَاشِئَةَ الَّيْلِ تحقیق جو ساعت کہ آنے والی ہے جو عبادت حادث ہونے والی ہے وہ سخت تر ہے از روئے ثباتِ قدم کے۔ بہ نسبت عبادت روزانہ کے اِس لئے کہ شب کو بستر سے اُٹھنا اور خواب کا ترک کرنا اور نفس کو تکلیف میں ڈالنا یہ نہایت دشوار ہے اور یاد کرو نام حسنہ سے شب کے وقت اور دن کے وقت تسبیح و تہلیل اور صلاۃ اور قرارت قرآن اور اقسام طاعات سے بجالانا۔ اور قطع کر شے اپنی توجہ کو اشتغال غیر سے

یعنی اپنے نفس کو اندیشہ ماسوائے اللہ سے کُلّیتاً خالی کر دے۔

اور اللہ کا ذکر صبح و شام کرنا پ ۲۹ الدہر (۲) وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ سے لَیْلًا طَوِیْلًا تک۔ اور یاد کر نام پروردگار اپنے کا صبح و شام اور رات سے پس سجدہ کرو واسطے اسکے اور تسبیح کر اسکی رات بڑی تاکہ اللہ کی یاد اب کرلے ایک روز اسکی حضوری میں حاضر ہونا ہے۔ پھر اپنی غلطیوں پر نادم ہونا ہوگا پ ۳۰ الفجر (۱) وَجَاءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا سے لِحَیَاتِیْ تک۔ اور تمہارا پروردگار جلوہ افروز ہوگا اور فرشتے اُسکے حضور میں صف بستہ حاضر ہونگے اور اُس دن جہنم (سب کے روبرو) لائی جائیگی اُس دن (اپنی غلطیوں کو) یاد کریگا۔ لیکن اُس وقت یاد کرنے سے فائدہ؟ کہے گا اے کاش میں نے اپنی زندگی میں کچھ پہلے سے کر لیا ہوتا۔

اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہو پ ۳۰ الضحیٰ (۱) وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ تک اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہنا ف اِس آیت میں کسی خاص نعمت کی تخصیص نہیں ہے لہذا وہ تمام نعمتیں مراد لیجائیں جو اللہ پاک نے آنحضرت علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں عنایت فرمائیں۔ فتح ممالک۔ شوکتِ اسلام۔ غلبہ مسلمین۔ حصولِ غنائم۔ اجازت شفاعت بروز قیامت وغیرہ سب اِس میں آگیا۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام کبھی راضی نہیں ہو سکتے جبتک کہ آپکی اُمت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں ہو۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول پڑھا۔ کہ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ یعنے اے اللہ جو کوئی میری پیروی کرے وہ میرے گروہ میں سے ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پڑھا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ یعنی اگر تو میری اُمت کو عذاب کرے تو تجھے اختیار ہے کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں۔ اِسکے بعد آپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اُٹھائے اور عرض کی کہ اے اللہ میری اُمت میری اُمت تو حقتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ محمدؐ سے کہہ دو کہ یقیناً ہم تمہاری

اُمت کے بارے میں راضی کر دینگے ہمیں ناخوش نکرینگے۔ پس اے سعید تو بھی اُنکا ایک ادنیٰ اُمتی ہے اس شکرانہ میں تر زبان رہ ؛

اِس رسالہ میں وہی آیات مذکور ہوئی ہیں جن کا تعلق ذکر سے ہے۔ اور عبادات سے انکا تعلق نہیں ہے ورنہ عبادت کے متعلق ہم رسالہ "کلید سعید" میں لکھیں گے انشاءاللہ آپ دیکھیں گے بشرط زندگی اور میسر آنے پیسہ کے ہم چھپوائیں گے۔ فی الحال مستعدی سے ہم اس کام کو کر رہے ہیں اور بھروسا اپنے سب کاموں کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

ارشادات نبی کریم صلعم

ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد سے بھاگے ہوؤں کے بعد کفار سے جنگ کرنے والا اور غافلوں کے درمیان خدا کو یاد کرنے والا ایسا ہے جیسے سوکھے درخت میں ہری شاخ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے خشک درختوں کے درمیان میں ہرا درخت۔ اور غافلوں کے درمیان میں خدا کو یاد کرنے والا ایسا ہے جیسے اندھیرے مکان میں چراغ ؛

ارشاد نبی کریم ہے ذِكْرُ اللّٰهِ عَلَمُ الْإِيْمَانِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ وَحِصْنٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ وَحِرْزٌ مِّنَ النِّيْرَانِ خدائے تعالیٰ کا ذکر ایمان کی نشانی ہے اور بیزاری نفاق سے ہے اور قلعہ ہے شیطان سے اور دوزخ سے پناہ ہے چھٹکارا ؛

افضل الذِّكْرُ الْخَفِيُّ فاضلترین ذکر آہستہ آہستہ ہے۔

افضل الذِّكْرُ اللّٰهِ تَعَالىٰ سب ذکروں سے بہتر خدا کا ذکر ہے۔

اَفْضَلُ الْعِبَادِ عِنْدَ اللّٰهِ الذَّاكِرُوْنَ كَثِيْرًا خدا کے نزدیک وہ بندہ فاضل تر ہے۔ جو خدائے عزوجل کو بہت یاد کرتا ہے۔ اور ارشاد نبی کریم ہے۔ جہاد سے بھی زیادہ پیارا اللہ کو ذکر ہے۔ ایک جگہ یہ بھی آیا ہے جو جو لب ہی ہلائے۔ یعنی صرف ایک دفعہ ذکر کرے وہ

وہ میرا بندہ ہے اگرچہ سب بندے اسی کے ہیں مگر خاص کر لیا ہے اس بندے کو از راہِ شفقت کے کسی نے آپ سے پوچھا کہ کونسا کام سب کاموں سے بہتر ہے کہا تیری زبان خدا کی یاد میں رہے۔ سب سے کم درجہ ذکر لسانی ہے جو بیہودہ کلام سے باز رہے۔ اور اس سے زیادہ بہتر وہ ہے کہ ذکر قلبی ہو اور جبراً اسکو ذکر میں لگائے اور اعلیٰ درجہ کا وہ ہے کہ تکلف سے باز رکھا جائے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کا وہ کہ قلب میں بس جائے کسی حال میں اس سے علیحدہ نہو۔ ذکر بلا خیال کے ہو ہر حال میں اسکا ذکر ہی ذکر ہو۔ اور دوسرے خیال کی اس میں جگہ باقی نہ رہے۔ جیسا کہ عاشق ہمیشہ معشوق کے خیال میں محو رہتا ہے۔ تن سے لوگوں میں اور دل سے غائب جو حق تعالیٰ کو ما فیہا سے زیادہ دوست رکھتا ہو وہ اصل ذاکرین یہی ہیں۔ مزہ بھی اس ہی میں ہے کہ ہمیشہ دل خدا سے لگا رہے اور ذرا بھی غافل نہ ہو ایک دم کو بھی۔ عام کے لئے اتنا ہی بس ہے کہ اوامر و نواہی کو بجا لاوے۔

اور فرمایا آپ نے کہ بہترین اعمال تمکو بتاؤں جو سب سے زیادہ مقبول خدا کے نزدیک ہو اور سب سے زیادہ تمہارے درجوں کو بلند کرنے والا ہو۔ وہ عمل سونے چاندی کے صدقہ سے بہتر ہے اور دشمنوں پر جہاد کرنے سے افضل ہے۔ اگرچہ تمہاری گردنیں ماریں اور تم انکی گردنیں مارو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ خدا کا ذکر ہے اور رسول اللہ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسکو میرا ذکر دعا سے باز رکھے اُسکے واسطے میرے پاس سب سائلوں کی عطا سے زیادہ بزرگ اور فاضل عطا ہے۔

اور فرمایا نبی کریم صلعم نے جو خلوت میں ذکر کرے اور اُسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں وہ سایۂ عرش میں ہوگا۔

اور فرمایا کہ وہ دل ویران ہے جس میں اُس کا ذکر نہ ہو

اور فرمایا حضرت معاذ بن جبل رضی نے کہ اہل بہشت کو کسی چیز کی حسرت نہو گی۔ مگر

اُس گھڑی کی جو بے یادِ الٰہی گذری ❖

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی خدا کا ذکر بہت کرے تو اُسکو گور میں کیڑے نہ کھائیں گے۔ اور فرمایا رسول اللہ نے جو کوئی خدا کا ذکر بہت کرے تو قیامت میں اُسکے منہ سے نور کے شعلے نکلیں گے۔

اور فرمایا رسول اللہ نے بیٹھو اُس قوم کے ساتھ جو صبح کی نماز سے طلوعِ آفتاب تک خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ اور فرمایا مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار غلام آزاد کروں اور فرمایا ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ نے بھلائی ذکر میں ہے اور بُرائی محبتِ دنیا میں۔

مگر غرض ہے کہ ذکر چار طرح کا ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ زبان سے ذکر ہو اور دل غافل ہو۔ یہ ذکر ضعیف ہے لیکن اثر سے خالی نہیں کیونکہ زبانِ غافل سے یہ زبان فضیلت رکھتی ہے۔ دوسرے یہ کہ دل میں جگہ پکڑنے والا نہو۔ تکلف سے دل کو متوجہ کئے ہو۔ تیسرے یہ کہ دل میں جاگزین ہوا اور قرار پکڑے ہو۔ اسکو دوسرے کام میں متوجہ نہونے دے۔ یہ صورت بھی چنداں افضل نہیں۔

چوتھے یہ کہ حق تعالےٰ اُسکے دل پر غالب ہو۔ اِس طرح کہ درمیان ذکر و مذکور کے کچھ فرق نکر سکے اور اُسکے دل میں دوسرے کی گنجایش نہ ہو اور اسی میں ڈوبا رہے یہانتک کہ کسی وقت میں ذکر کو بھول جائے تو اللہ باقی رہے۔ اور یہاں تک کہ خود اپنا وجود بھی اچھا نہ معلوم ہو۔ صوفیائے کرام اِس عالم کو فنا کہتے ہیں۔ اور اسکو ذکرِ حقیقی کہتے ہیں۔ اللہ پاک نے سب عبادتوں کی حد مقرر کردی ہے۔ مگر ذکر کی کوئی حد نہیں اِس لئے ذکر بے حد کرنا چاہیئے۔

خدا کی یاد کرتے کرتے جب انسان ولی اللہ ہو جاتا ہے تو اس تعریف کا مصداق ہو جاتا ہے اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یُنْقَلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ یعنے بے شبہ دوستانِ خدا مرتے نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں تبدیل

ہو جاتے ہیں ۔

اور فرمایا آقائے نامدار نے افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے چاہئے کہ وقت ذکر کے پیٹ کھانے سے ہلکا رکھے (کم خوردن کے فوائد ہماری کتاب آثار سعیدیہ میں دیکھو) اور رو بقبلہ ہو کر چار زانو بیٹھے اور آنکھ کو سامنے رکھے اور دل کو خیالات ناپاک سے پاک کرے لا الٰہ کے کہتے وقت منہ دہنے طرف کرے اور الا اللہ کہتے وقت سینہ کی طرف رکھے ۔ اس طرح کہ آواز دل پر پڑے ۔ کیونکہ فرمایا ہے بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور آخر میں کہے محمد الرسول اللہ ۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نیکی جو بندہ کرتا ہے قیامت کے دن اسکو ترازو میں رکھیں گے (کلمہ طیبہ کا ذکر آثار سعیدیہ میں بھی ہے) مگر کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہ جب اسکو میزان میں رکھیں گے سات آسمان اور سات زمین اور ما فیہا سے بڑھ جاویگا ۔ اور ارشاد ہے کہ اگر کلمہ پڑھنے والا صادق ہو تو زمین کے ریزوں کے برابر بھی گناہ رکھتا ہے تو اسکو بخش دینگے ۔ اور فرمایا ہے جو خلوص سے لا الٰہ الا اللہ کہے گا وہ بہشت میں جاویگا ۔ اور فرمایا ہے جسنے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شئی قدیر ۔ نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے ۔ وہ ایک ہے اور نہیں ہے کوئی شریک اسکے اور اس ہی کے لئے ہے بادشاہی اور اسی کے لیے ہے سب تعریف اور وہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے ۔ اگر ہر روز سو بار کہیگا تو اسکو دس غلام آزاد کرنیکا ثواب ملیگا ۔ اور سو نیکیاں اسکے نامۂ اعمال میں لکھیں گے اور سو بدیاں مٹائیں گے ۔ اور قلعہ ہوگا یہ کلمہ اسکے لئے شیطان سے رات تک ۔ اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ جسنے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہا کہ گویا چار بندے آزاد کئے فرزندان اسمعیل علیہ السلام سے ۔ اور فرمایا رسول اللہ نے جسنے ایک دن میں سو بار کہا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اسکے سارے گناہ بخشے جائیں اگرچہ کف دریا کے برابر ہوں ۔ اور فرمایا ہے کہ جسنے ہر ایک نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ تینتیس ۳۳ بار کہا اور تینتیس بار کہا اَلْحَمْدُ اور تینتیس

بار کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ من بعد ان کلموں کے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اُسکے سارے گناہ بخشدیئے جائینگے۔ اگرچہ وہ گناہ کفِ دریا کے برابر ہوں۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ دنیا نے مجھے تنگدست کر دیا۔ اور درویش عاجز ہو گیا ۔ میری تدبیر کیا ہے۔ آپنے ارشاد کیا۔ کیا تجھے خبر نہیں صلوٰۃ ملایک اور تسبیح خلق سے جس سے وہ روزی پاتے ہیں۔ بولا وہ کیا ہے رسول اللہ فرمایئے کہا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ سو بار پڑھا کر ہر روز نماز صبح سے قبل اور بعد۔ تا دنیا تیری طرف متوجہ ہو۔ اگر تو چاہے یا نہ چاہے۔ اور حق تعالیٰ ہر کلمے سے ایک فرشتے کو پیدا کرتا ہے جو قیامت تک تسبیح میں رہے گا اور اُس کا ثواب تجھے حاصل ہو گا۔ اور فرمایا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ باقیات الصالحات سے یہ کلمات ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ اور فرمایا یہ کلمات کہنا مجکو پسند زیادہ ہیں ہر ایک چیز سے جو گردشِ آفتاب کے نیچے ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ چار کلمے بہت عزیز ہیں۔ اور فرمایا کہ دو کلمے ہیں کہ زبان پر سبک اور میزان میں بھاری اور رحمٰن کے پاس محبوب سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

آپکے نادار صحابہ نے کہا یا رسول اللہ تونگروں کو آخرت کا ثواب بہت ملے گا کیونکہ جو عبادت ہم کرتے ہیں وہ بھی کرتے ہیں۔ اور وہ صدقہ دیتے ہیں ہم دے نہیں سکتے۔ آپنے فرمایا کہ تسبیح و تحمید کی فضیلت نادار کے حق میں اس واسطے زیادہ ہے کہ فقیر کا دل ظلمتِ دنیا سے تاریک نہیں رہتا ہے ایک کلمہ جو وہ کہتا ہے اُس تخم کی مانند ہے جو پاک زمین میں بویا ہو بہت اثر کرتا ہے۔ وہ بہت ثمر دیتا ہے۔ اور ذکر اُس دل پر جو شہوتِ دنیا سے بھرا ہوا ہو اُس بیج کی مانند ہے جو کھاری خراب زمین میں بو دیں اُسکا

اثر کم ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ جس نے سوتے وقت تین بار کہا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اُسکے سارے گناہ بخشے ہیں۔ اگرچہ زیادتی ہیں کفِ دریا۔ یا ریگ رواں۔ اور برگِ درختان کے مانند ہوں اور فرمایا کہ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اچھی طہارت کرکے دو رکعت نمازِ نفل ادا کرکے استغفار کرے اُسکا گناہ بخشا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ قرآن میں دو آئتیں ہیں۔ جو گناہ سرزد ہونے کے بعد ان دونوں آئتوں کو پڑھے گا اور استغفار کریگا اس کا گناہ بخشا جاویگا اُن میں سے ایک آیت کا ترجمہ یہ ہے "وے لوگ جب کام بُرا کئے اور ستم کئے ہیں نفسوں اپنے پر یاد کریں اللہ کو پھر بخشش چاہیں اُس سے اپنے گناہوں کی" جس آیت کا ترجمہ یہ ہے وہ آیت یہ ہے وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ اور دوسرے پ آل عمران (۱۴) آیت کا ترجمہ یہ ہے "جس نے عمل کیا بُرا ظلم کیا نفس اپنے پر پھر مغفرت چاہی خدا سے تو پاویگا اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا" آیت یہ ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ ۵ نساء (۱۶) اور فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے جو استغفار کریگا اس کا ہر ایک غم جاتا رہیگا اور ہر ایک تنگی سے وہ نجات پاویگا۔ اور رزق ایسی جگہ سے پہنچے گا جو نہیں جانتا۔ اور آپ ہر روز ستر بار توبہ و استغفار کرتے تھے۔ جب آپکا یہ حال تھا تو ہم کو چاہیئے کہ کسی وقت اُس سے غافل نہ رہیں اور زیادہ جسکو بیان استغفار دیکھنا ہو وہ آثار سعیدیہ میں دیکھے

چند دعاؤں کا ذکر جو سنت ہیں

گھر سے باہر نکلنے کے وقت یوں کہے بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ یُجْهَلَ عَلَیَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

مسجد میں داخل ہونے کے وقت یوں کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ اِغْفِرْ لِیْ

ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ چاہیے کہ داخل ہوتے وقت مسجد میں داہنا پیر رکھے
نکلنے کے وقت پہلے بایاں نکالے۔ جب بازار میں جاوے یوں کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ جب نیا کپڑا پہنے یوں کہے اَللّٰھُمَّ کَسَوْتَنِیْ ھٰذَا الثَّوْبَ فَلَکَ الْحَمْدُ اَسْئَلُکَ
مِنْ خَیْرِہٖ وَخَیْرِ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ اور جب نیا چاند دیکھے کہے
اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ اور آندھی
آوے کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ
شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ جب کسی کی موت کی خبر سنے تو کہے سُبْحَانَ الْحَیِّ
الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور جب خیرات دیتا ہے کہے رَبَّنَا تَقَبَّلْ
مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور جب خسارہ ہو کہے عَسٰی رَبُّنَا اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْھَا
اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ اور جب ایک کام شروع کرتا ہے کہے رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً
وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ اور جب آسمان کو دیکھے کہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا
سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تَبَارَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْھَا سِرَاجًا وَّ
قَمَرًا مُّنِیْرًا۔ اور جب کڑک کی آواز سنے کہے سُبْحَانَ مَنْ یُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ
مِنْ خِیْفَتِہٖ اور جب کہیں بجلی گرے کہے اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَ
عَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ اور پانی برسنے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ سَقْیًا ھَنِیْئًا وَّصَیِّبًا نَّافِعًا وَّاجْعَلْہُ
سَبَبَ رَحْمَتِکَ وَلَا تَجْعَلْہُ سَبَبَ عَذَابِکَ اور غصے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ
وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہیبت اور ڈر کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا
نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ وَنَدْرَءُ بِکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ جب کسی مجلس میں بیٹھا ہے
وہاں واہی تباہی باتیں ہیں تو یہ کہنا کفارہ ہوگا سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ
لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّہٗ

لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اور جب کسی مقام میں درد ہوتا ہے ہاتھ اس پر رکھے تین بار
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے اور سات بار اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ
وَاُحَاذِرُ جب کوئی غم لاحق ہو تو کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ اور جب آئینہ دیکھے تو کہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَاَحْسَنَ خَلْقِیْ وَصَوَّرَنِیْ فَاَحْسَنَ صُوْرَتِیْ اور سونے کے وقت
کہے رَبِّ بِاسْمِکَ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِاسْمِکَ اَرْفَعُہٗ هٰذِہٖ نَفْسِیْ اَنْتَ تَتَوَفَّاهَا لَکَ مَحْیَاهَا وَ
مَمَاتُهَا اِنْ اَمْسَکْتَهَا فَاغْفِرْ لَهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ
اور جب بیدار ہووے کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ اَصْبَحْنَا
وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْعَظَمَۃُ وَالسُّلْطَانُ لِلّٰہِ وَالْعِزَّۃُ وَالْقُدْرَۃُ اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَۃِ
الْاِسْلَامِ وَکَلِمَۃِ الْاِخْلَاصِ وَدِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمِلَّۃِ اَبِیْنَا اِبْرَاهِیْمَ
حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ جب کھانا کھائے پہلے لقمہ میں بِسْمِ اللّٰہِ دوسرے
میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ اور تیسرے میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے اور آواز سے
کہے۔ ابتدائے طعام اور ختم طعام نمک سے کرے۔ گوشت اور روٹی کو چھری سے نہ
کاٹے اور جو چیز ہاتھ سے گر پڑے اسکو اٹھا لے اور پاک کر کے کھا لے۔ حدیث میں
آیا ہے اگر چھوڑ دیگا تو شیطان اس کا متصرف ہوگا۔ اور کھانا تنہا نہ کھائے۔ جتنے ہاتھ
کھانے میں پڑینگے اتنی ہی برکت ہوگی۔ آپ کبھی تنہا نہ کھاتے۔ پانی تین بار
کر کے پیوے۔ اور ہر ایک بار بسم اللہ پڑھے اور آخر میں الحمد للہ کہے۔ اور جب پانی
پینے سے فراغت پائے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ
مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا حق تعالیٰ نے کہا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اور بہتر وہ ہے
جو اوروں کو کھلاوے خَیْرُکُمْ مَنْ اَطْعَمَ الطَّعَامَ۔

ذکر برائے حصول مشکلہ بعد نماز تہجد ہزار بار دائیں جانب یَا حَیُّ اور

بائیں جانب یَاقَیُّوْمُ اور آسمان کیطرف یَاوَهَّابُ اور جانب دل یَااَللّٰهُ ضرب کرے
اور دعا کرے اللہ پاک قبول فرمائیگا۔ جو شخص سورۂ اخلاص کو درمیان مغرب و عشا کے
ایک ہزار بار پڑھے مگر اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار ضرور پڑھے پھر حق تعالیٰ
سے اپنی حاجت طلب کرے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیگا۔ تا حصول مطلب برابر پڑھے
جاوے ناغہ نکرے۔ کم از کم ایک چلہ۔ جو شخص اس کا ورد رکھے گا اسکی تمام حاجتیں
بر آئینگی تین بار صبح کو اور تین بار شام کو معہ اول و آخر درود شریف کے پڑھا کرے بفضلہ
تعالیٰ اسکی تمام حاجتیں بر آئینگی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى
اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَا مَنْ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ اَحَدًا
لَا تُسَلِّطْ عَلَىَّ اَحَدًا وَلَا تُحْوِجْنِىْ اِلٰى اَحَدٍ وَاَغْنِنِىْ يَا رَبِّ عَنْ كُلِّ اَحَدٍ بِفَضْلِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ
اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اِلٰهِىْ يَا مَنْ هُوَ قَدِيْمٌ وَيَا دَائِمُ
يَا حَىُّ يَا قَيُّوْمُ يَا اَوَّلُ يَا اٰخِرُ يَا اَقْضِ حَاجَتِىْ يَا فَرْدُ يَا صَمَدُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ دیگر اول و آخر درود شریف گیارہ بار ایک ہزار بار سورہ اخلاص
اس طرح سے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَا جِبْرِيْلُ اَللّٰهُ الصَّمَدُ يَا مِيْكَائِيْلُ لَمْ يَلِدْ يَا اِسْرَافِيْلُ وَلَمْ
يُوْلَدْ يَا عِزْرَائِيْلُ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ دیگر بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَا حَنَّانُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُ الصَّمَدُ يَا مَنَّانُ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَمْ يَلِدْ يَا كَرِيْمُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَمْ يُوْلَدْ يَا رَحِيْمُ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ يَا عَزِيْزُ اس طرح گیارہ سو بار پڑھے۔
درمیان سنت و وتر وقت عشا اول اور آخر سو بار درود شریف ہر حاجت کو اکسیر کا حکم رکھتا
ہے دیگر درختوں میں ثمر آنے کے لیے جتنی کہ سوکھ گئے ہوں سورۂ فاتحہ تمام و کمال
لکھے اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سات دفعہ لکھے اور اسکو دھو کر ان درختوں پر چھڑکو جو بے برگ و ثمر
ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے پتے آئینگے اور پھل لگیں گے۔ دیگر وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ

مِن غِلٍّ اس آیت کو مٹی کے کورے برتن پر زعفران اور گلاب سے لکھ کر پانی سے
دھو کر پیوے درد قلب بفضلہ زائل ہو جاویگا۔ دیگر برائے درد شقیقہ یہ آیت پڑھکر دم
کر دیں قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰہُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ
لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا دیگر برائے نکسیر وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ
الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
تھاں کے پاک کپڑے پر لکھکر ہاتھ پر باندھ دیا جائے دیگر برائے درد ڈاڑھ لِكُلِّ نَبَاٍ
مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ چھوٹے سے کاغذ پر لکھ کر ڈاڑھ کے نیچے دبائے دیگر جب کوئی
اس کا شاکی آوے اس سے کہدو کہ جس ڈاڑھ میں درد ہے اسکو اپنے ہاتھ کی انگشت
شہادت سے پکڑ لے اور بات کرتے وقت اسکو نچھوڑے پھر سورۂ فاتحہ معہ بسم اللہ سات بار
پڑھو اور اُس سے پوچھو کہ تیرا کیا نام ہے وہ نام بتلاوے پھر سورۂ فاتحہ معہ بسم اللہ سات بار
پڑھو اور پوچھو کہ تیری ماں کا کیا نام ہے وہ نام بتلاوے پھر سورۂ فاتحہ معہ بسم اللہ سات
بار پڑھو اور پوچھو کہ تیرے کہاں درد ہے وہ کہے ڈاڑھ میں درد ہے۔ پھر سورۂ فاتحہ
معہ بسم اللہ سات بار پڑھو اور اُس سے کہو کہ کیا خدا کے حکم سے اسکو کیل دوں وہ کہے
ہاں پھر اسی طرح فاتحہ مع بسم اللہ سات بار پڑھو اور اُس سے پوچھو تیری عمر کیا ہے
وہ اپنی عمر بتلاوے پھر فاتحہ مع بسم اللہ سات بار پڑھو اور اُس سے کہو کہ تھوڑی دیر
جا آرام کر لے بلکہ سو رہے تو بہتر ہے انشاء اللہ آرام ہو جاویگا۔

حکایت منقول ہے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ہم کسی سفر میں تھے۔ ایک
نہر پر مقام ہوا۔ لوگوں نے ڈرایا کہ یہاں لٹ جاتے ہیں میرے سب رفیق وہاں
سے چلدیے۔ مگر میں چونکہ آیات حرز پڑھا کرتا تھا اس لئے وہاں ٹھہر رہا۔ جب رات
ہوئی ابھی سونے نپایا تھا کہ چند آدمی شمشیر بکف آئے۔ مگر مجھ تک نہ پہنچ سکے تھے
جب صبح کو وہاں سے چلا۔ ایک شخص [illegible] سوار ملا۔ اور مجھ سے کہا کہ ہم لوگ

شب میں سو بار سے زائد تیرے پاس آئے مگر درمیان میں ایک دیوار آہنی حائل ہو جاتی تھی ہیں نے کہا یہ ان آیات کی برکت ہے پ البقر الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ سے مُفْلِحُوْنَ تک پ البقر (۴۳) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ تک اور پ البقر (۴۰) لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ سے اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ تک اور پ ۹ الاعراف (۱۰) اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ تک اور پ ۱۵ بنی اسرائیل (۱۲) قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ سے تَكْبِيْرًا تک اور پ ۲۳ والصفت (۱) وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا سے اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ تک اور پ ۲۷ الرحمن (۲) يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ سے وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ تک اور پ ۲۸ الحشر (۳) لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى سے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تک اور پ ۲۹ الجن (۹) قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ سے وَّلَا وَلَدًا تک یہ تینتیس آیتیں ہیں انکے پڑھنے سے آسیب و درندہ اور چور اور ہر قسم کی بلا اور آفت دفع ہوتی ہے۔ منقول ہے کہ اس میں سو بیماریوں سے شفا ہے۔ محمد بن علی فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک بوڑھے کو فالج ہوگیا تھا اس پر یہ آیتیں پڑھیں۔ اسکو شفا ہوگئی۔

برائے نظر بد لے سعید جاننا چاہئے کہ نظر ایک زہر ہے کہ حق تعالیٰ نے بعضے آدمیوں میں اسکو رکھا ہے۔ جیسا کہ بچھو کے ڈنک اور سانپ کی زبان میں زہر ہے اسی طرح آدمیوں کی آنکھ میں بھی زہر مقرر رکھا گیا ہے۔ اور یہ بھی نہ جانے کہ نظر غیر کی لگتی ہے اپنی نہیں لگتی۔ بعضے وقت اپنی بھی لگا کرتی ہے۔ بلکہ آدمی اور جانور اور کھیتی اور باغ اور دولت وغیرہ پر نظر لگتی ہے۔ حق تعالیٰ نے علاج اس کا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان فرما دیا۔ تاکہ خلقت کو فائدہ ہوئے چنانچہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اوپر یا اپنے مال پر نظر لگنے کا وہم کرے تو وہ اس آیت پ ۲۹ سورہ نون (۲) سے پڑھ کر دم

کرو یا کرے۔ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ
وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ٭

دیگر اگر کسیکو کوئی شے پسند آوے مال یا اولاد یا باغ وغیرہ اُس وقت پڑھے۔
مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اسکے کہنے سے حق تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھتا ہے۔

دیگر اور اگر کوئی جانے کہ میری نظر بڑی سخت ہے تو چاہیئے اُس شخص کو کہ وہ کسی
چیز کو نہ تکا کرے اتفاقاً کسی چیز پر نظر پڑ جائے تو کہے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ اِس کلمہ
کی برکت سے اثر نہیں کریگی ٭

دیگر واسطے دفعہ نظر بد کے یہ نقش لکھکر گلے میں ڈالدے انشاء اللہ
تعالیٰ نظر بد سے امن میں رہیگا۔ (نیچے یہ ضرور لکھے)

٦	١	٨
٧	٥	٣
٢	٩	٤

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

شفائے امراض بیمار پر یہ دعا سات بار پڑھے اگر عمر اسکی باقی ہے تو بہت جلد
شفا ہوگی وہ دعا یہ ہے اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ اَنْ یَّشْفِیَكَ

دیگر بیمار کے کان میں یہ آیت پڑھکر پھونک دے انشاء اللہ بہت جلد اچھا ہو جاویگا وہ یہ ہے
پ۱۸ مومنون (۱۲) اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَآ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ
عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ
یہ حدیث شریف بیہقی نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی اس آیت کو یقین کے ساتھ پڑھے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل
جائے یعنی بیماری کا دفعہ ہونا کیا بعید ہے۔

دعائے کثیر البرکت جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے انسؓ کو سکھائی
تھی اور اُس کا ذکر حضرت جلال الدین سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں ابن عساکر سے
نقل کیا ہے۔ اور حضرت انسؓ نے اپنے خادم ابان کو سکھائی۔ وہ دعا یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَدِيْنِيْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِيْ وَمَالِيْ وَوَلَدِيْ بِسْمِ اللّٰهِ
عَلٰى مَا اَعْطَانِيَ اللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَ
اَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ
مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ
وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۔

عمل حافظہ وانبساط وراحت پ۳ البقرہ (۴۰) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے الْكٰفِرِيْنَ تک۔ پاک برتن میں پاک سیاہی سے لکھ کر شیریں کنوئیں کے پانی سے جس پر دھوپ نہ آتی ہو گھول کر نہار منہ پیوے تو حافظہ قوی ہو اور نفس میں انبساط پیدا ہو۔ اور دشمن سے راحت پیدا ہو۔ اور ظالم سے کفایت ہو۔ اور جو اسکو اکثر پڑھا کرے تو تمام گراہیوں سے سبکدوش رہے اور قرض ادا ہو اور حسن یقین عنایت ہو۔

مجرب وآزمودہ اولیائے کرام آیت کریمہ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اس آیت شریف میں بہت اسرار ہیں۔ فضائل وخواص بیشمار ہیں۔ اور بکمال سریع التاثیر ہے۔ اور تمام اولیائے کرام کا بھی اسکی زود اثری پر اتفاق ہے اور طریقہ دعا کا انہوں نے باقسام متعددہ اپنے اپنے ملفوظات میں ذکر فرمایا ہے اسکی قوت وتاثیر میں کچھ شک نہیں ہے۔ اس لئے کہ بہت کم عمل ہونگے کہ جسکی صحت میں قرآن مجید بھی ہو اور حدیث شریف بھی ہو۔ اور اس آیت شریفہ کی برکت سے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے شکم میں خداوند کریم نے باحفاظت تمام رکھا۔ کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام اس آیت شریفہ کو مچھلی کے شکم میں برابر پڑھتے رہتے تھے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا حضرت صلعم نے کہ تعجب آتا ہے مجھکو کہ نہیں پڑھتی ہے میری امت لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔

حکایت کوئی شخص آئے کسی بزرگ کے پاس اور کہنے لگے کہ مجھکو ترکیب آیۂ کریمہ کی بتلا دیجئے۔ اُنہوں نے جب تمام ترکیب بتلادی تو پھر پوچھا کہ کسکے واسطے پڑھوگے اِس آیت شریف کو۔ وہ کہنے لگے اِس مراد کے واسطے پڑھتا ہوں کہ پتھری پارس کی ملجائے۔ پس اُس نے چالیس روز تک آیت معظم کو پڑھا۔ بعد چالیس روز گذرنے کے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ کہتے ہیں کہ صبح کے وقت فلاں جگہ دریا کے کنارے پر جا وہاں ایک بندہ نہاتا ہوگا۔ اور اپنے پاؤں پتھری سے ملتا ہوگا۔ اگر مقسوم میں تیرے ہوگی تو ملجائیگی۔ وقت فجر کے وہ آئے اُن بزرگ کے پاس اور ذکر کیا اُس خواب کا اُنہوں نے کہا دوڑو دریا کی طرف کہ قریب ایک کوس کے نہاگئے۔ دیکھا اُنھوں نے کہ نہا چکا ہے وہ اور اپنے پیر مانجھ رہا ہے ایک پتھری سے۔ اُس شخص نے خفا ہوکر ان بزرگ سے کہا کہ پتھری مجکو دے اُن نہانے والے نے کہا کہ نہا چکونگا جب دونگا۔ یہ بیقرار ہوگئے اور جلدی کرنے لگے اور ایک طمانچہ بھی اُنکے رسید کیا۔ اُس شخص نے خفا ہوکر پتھری کو دریا میں پھینکدیا اور اُس شخص کو ندی۔ وہ شخص روتا ہوا واپس آیا۔ پھر دوبارہ خواب میں اُس شخص نے اُنہیں دیکھا۔ اور فرمایا اُنہوں نے کہ برکت اسم اعظم کی ہوچکی۔ اور مقسوم نے تیرے یاوری کی کہ قسمت میں تیرے نہیں تھی۔

یہ اسم اعظم وہ ہے کہ جو اسکو پڑھیگا برکت آیت کریمہ سے جو چاہیگا وہ اُس کو حاصل ہوگا۔ یہ آیت قرآنی ہے اسکی عام اجازت ہے۔ اور اس ترکیب سے پڑھو جو ذیل میں تحریر ہوتی ہے۔ بارہا تجربہ میں آئی ہے جو نہایت مجرب ہے۔

پہلی ترکیب۔ اِس آیت شریف کو رات کے وقت تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھے۔ مگر ایک پیالہ پانی کا بھر کر اپنے آگے رکھ لے جسوقت ایک تسبیح پڑھ چکے اُس تسبیح کو پانی میں بھگودے اور اپنے منہ اور بدن پر پھیرے انشاء اللہ چالیس روز بھی نہ گذرینگے کہ کام اُس کا ہوجاویگا ۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ کسی کارِ مشکل کیواسطے پڑھنا ہو تو بارہ ہزار بار اول و آخر درود شریف اکیس اکیس بار پڑھے اور ایک پیالہ پانی کا بھر کر ضرور اپنے آگے رکھ لے جسوقت ایک تسبیح پڑھ چکے اُس تسبیح کو فوراً پانی میں بھگو لے اور اپنے منہ پر اور بدن پر پھیر لے بارہ روز تک یہ عمل کرے انشاء اللہ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا

تسخیر خلائق وہ آیت شریف یہ ہے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْقَادِرُ وَاَنَا الْمَقْدُوْرُ فَمَنْ یَّدَّعِ الْمَقْدُوْرَ اِلَّا الْقَادِرُ یَا رَبُّ یَا رَبُّ یَا رَبّ اسکو بائیس ۲۲ مرتبہ زوال کے وقت پڑھے تین روز میں وہ شخص تابعدار ہوئے۔

دافع درد پیٹ ۔ اگر کسی کو پیٹ کے درد کا عارضہ ہو تو آیت شریف لکھکر کھلاویں انشاء اللہ فوراً آرام . . . ہوجاویگا۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْبَاسِطُ وَاَنَا الْمَبْسُوْطُ فَمَنْ یَّدَّعِ الْمَبْسُوْطَ اِلَّا الْبَاسِطُ بِاللّٰہِ بِاللّٰہِ بِاللّٰہِ

اسقاط حمل ۔ اگر کسی عورت کا حمل اسقاط ہوجاتا ہے تو اسکو یہ آیت لکھ کر باندھے خدا کے فضل اور اس آیت کی برکت سے حمل قائم رہیگا۔ آیت شریف یہ ہے یَاحَفِیْظُ یَا مَالِكُ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔

آسانی حمل کے لئے اِن ناموں اصحاب کہف کو لکھکر بحالتِ دروزہ کے اسکو سر پر رکھے وہ نام یہ ہیں اور اس طرح لکھے سر پر سایہ کرے چھو نہ جائے اور دکھانا بھی جائے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَعِیْنُوْنِیْ اَعِیْنُوْنِیْ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ

بِحُرْمَتِ السَّیِّدِ شَیْخِ اَبِیْ مُحَمَّدٍ مُحْیِ الدِّیْن عبد القادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ الْعَزِیْز

بِحُرْمَتِ یملیخا مکسلمینا کشفوطط۔ اذرفط۔ یونس۔ کشافط۔ یونس تبیونس۔ بوانس بوس قطمیر

اور اصحاب کہف کے نام لکھکر اگر کہیں آگ لگے تو ڈالدے وہ آگ بجھ جائیگی انشاء اللہ تعالٰے

اگر بچہ روتا ہو ان ناموں کو لکھکر اسکے زیر سر رکھیں نہ رویگا اور تپ سہ روزہ ...

اِن ناموں کو لکھواکر بطور تعویذ بازو پر باندھے تب انشاءاللہ رفع ہوگی اور تعویذ کے طور
اِن ناموں کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو نگری ہو اور رزق جاہ ہو۔ اور دیگر ترکیب آسانی
حمل کے لئے یہ بھی ہے کہ اِن ناموں کو لکھکر دائیں خواہ بائیں ران پر باندھنا مفید ہے
اور کشتی میں سوار ہونے کے وقت اور ہنگامۂ جنگ میں پاس رکھنا موجب تحفظ ہے
یہ تعویذ آخری چہارشنبہ کو یعنے ماہ صفر کے آخری بدھ کو بعد ظہر کے غسل کر کے پاک
جگہ رو بقبلہ بیٹھکر لکھے اور سیاہی اور کاغذ بھی اکل حلال کا ہو اسپر لکھے اور جس مراد
کے لئے چاہے اِس تعویذ کو موم جامہ کر کے بازو پر باندھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ مراد دے
تو توشۂ[1] حضرت علی کا کرے اور سات آدمی جو تمباکو خوردنی و کشیدنی نہ کاہے استعمال
کرتے ہوں اُنکو کھلاوے اور ایک رنگ سیاہ کتے کو بھی کھلائے۔

الٰہی بحرمت کلمخا	بلسلمینا	کشفوططط	بیتبیوبش	اذرقط یوبش	کشافطیوبش	بوانش بوس
طلسامینا	کشفوططط	تبیوبش	اذرقط یوبش	کشافطیوبش	بوالنش یوس	اسم کلہم قطہیر
کشفوططط	تبیوبش	اذرقط یوبش	کشافطیوبش	بوانش یوس	اسم کلہم قطہیر	وعلی اللہ قصد السبیل
تبیوبش	اذرقط یوبش	کشافطیوبش	بوالنش یوس	اسم کلہم قطہیر	وعلی اللہ قصد السبیل	ومنہا جائر
اذرقط یوبش	کشافطیوبش	بوالنش یوس	اسم کلہم قطہیر	وعلی اللہ قصد السبیل	ومنہا جائر	ولوشاء اللہ
کشافطیوبش	بوالنش یوس	اسم کلہم قطہیر	وعلی اللہ قصد السبیل	ومنہا جائر	ولوشاء اللہ	ولہدٰکم اجمعین
بوالنش یوس	اسم کلہم قطہیر	وعلی اللہ قصد السبیل	ومنہا جائر	ولوشاء اللہ	ولہدٰکم اجمعین	فاللہ خیر حافظا وہو ارحم الراحمین

برائے قضائے حاجت اول سورہ فاتحہ سو مرتبہ پھر درود شریف سو بار اور لاحول
گیارہ بار پڑھ کر کہے یا قاضی الحاجات پانچ ہزار بار۔ یا کافی المہمات تین ہزار بار۔ یا رافع الدرجات پانچ
ہزار بار۔ یا دافع البلیات تین ہزار بار۔ یا مفتح الابواب دو ہزار بار۔ یا حل المشکلات دو ہزار بار۔ یا حی
یا قیوم ایک ہزار بار۔ یا لطیف ایک ہزار بار۔ یا فرد ایک ہزار بار۔ بعد اسکے

[1] توشۂ حضرت علی کا یعنے سات قسم کا کھانا پکاتے ہیں۔ یہ کھانا توشۂ حضرت علی کا کہلاتا ہے ۱۲

درود و لاحول پڑھکر مناجات کرے۔ یہ ختم قضائے حاجت کے واسطے نہایت مجرب ہے۔

دیگر جس کو کوئی حاجت پیش آجائے تو چاہئے سورہ یٰسین اس طرح پڑھے اول بیس مرتبہ سورہ فاتحہ پھر سو مرتبہ سورہ اخلاص اور گیارہ مرتبہ درود پڑھکر سورہ یٰسین شروع کرے جب ایک مرتبہ پڑھکر ختم ہو تو سو مرتبہ کہے یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ اسی طرح بہتر مرتبہ سورہ یٰسین پڑھے اور ہر مرتبہ ختم ہونے پر یہی عمل کرے یہ ترکیب قضاء حاجت کیواسطے حکم اکسیر کا رکھتی ہے۔

دعا برائے رد بلا پہلے درود اور لاحول پڑھکر تین مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھی جائے پھر اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ پانچ ہزار مرتبہ پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پانچ ہزار بار اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ایک ہزار بار پھر اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ اسی ہزار بار پھر یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ وَاِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ایک ہزار بار پھر اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً پانچ سو مرتبہ بعدہٗ وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ پانچ ہزار مرتبہ بعدہٗ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ایک ہزار مرتبہ پڑھے بعد اسکے درود پڑھکر مناجات کرے۔

برائے مقصد براری۔ اگر کوئی مشکل پیش آوے تو رباعی حضرت شیخ ابوالخیر ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو اس طریق سے پڑھے۔ اول روز شنبہ بیٹھکر سو مرتبہ الحمد للہ اور سو مرتبہ سورہ اخلاص اور سو مرتبہ درود شریف پڑھکر ستر مرتبہ یہ رباعی پڑھے

یارب بہ محمد و علی و زہرا — یارب بہ حسن حسین و آل عبا
کن لطف برار حاجتم در دو سرا — بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

جب یہ رباعی پڑھے اس وقت اپنے مطلب کا دھیان رکھے اور ہر مرتبہ بعد رباعی کے ایک بار بحق شیخ ابوالخیر ابو سعید کہے مشکل کو اللہ رفع فرماویگا۔ انشاء اللہ

برائے شفائے امراض صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ حضرت امام شیخ ابوالقاسم قشیری کا لڑکا بیمار ہو گیا۔ یہانتک کہ مرنے کے قریب پہنچا۔ اتفاقاً خواب میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت حضرت امام صاحب کو ہوئی پس امام صاحب نے حال بیمار بچہ کا ذکر کیا۔ رسول کونین نے فرمایا کہ آیات شفا سے کیوں غافل ہو رہا ہے پہلی آیت وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ دوسری آیت وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ تیسری آیت يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ چوتھی آیت وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ اور پانچویں آیت وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ چھٹی آیت قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ پس ان آیات کو لکھکر اور پانی میں گھول کر اُس بچہ کو پلایا۔ اُسی وقت اُس لڑکے نے شفا پائی۔ آیات شفا کسی چینی کے پیالہ یا رکابی پر لکھکر پانی سے دھوکر مریض کو پلایا جائے انشاء اللہ تعالیٰ کیسا ہی مرض مہلک ہوگا بفضل الٰہی اچھا ہو جاویگا۔ مجرب ہے۔

برائے نظر بد باوضو نظر زدہ پر پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے نظر بد کا اثر دور ہوگا وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ حَابِسٌ حَابِسٌ وَحَجَرٌ يَابِسٌ وَشِهَابٌ قَابِسٌ رَدَدْتُ عَيْنَ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وَعَلَى أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ۔

برائے چیچک اور خسرہ کے واسطے نیلے سوت کے چند تار لیکر سورۂ الحمد پڑھکر گیارہ گرہ لگائیں۔ ہر گرہ پر ایکبار سورۂ الحمد شریف پڑھیں پھر نذر اللہ کچھ کھانا مسکین کو دیکر گنڈہ مریض کے بازو پر باندھیں انشاء اللہ تعالیٰ مریض کو صحت ہو جائیگی ۔

برائے کژدم گزیدہ۔ کھانے کا نمک تھوڑا سا لیکر گرم پانی میں گھول کر جہاں بچھو نے ڈنک مارا ہے اُس جگہ کو چند بار دھوئے اور سورۂ فاتحہ پڑھکر اُس پانی پر دم کرے۔

کان کا درد۔ سورۂ فاتحہ کو چینی کے ظرف میں لکھکر روغن گل سے دھوکر کان میں ٹپکائیں

برائے نسیان وکشادگی ذہن۔ سات دن تک سورۂ فاتحہ کو باوضو ستر دفعہ پڑھکر پانی پر دم کرے بعد ازاں دو رانوں کو بھی ستر دفعہ پڑھکر دم کرے اور وہ پانی پیے انشاء اللہ شفا ہوگی ۔

حالات و مزارات اولیاء اللہ رحمہم اللہ

جو دہلی اور نواح دہلی میں آسودہ ہیں

سلسلہ عالیہ چشتیہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ

حسب و نسب و پیدایش حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ سید حسینی ہیں اور نسب کا سلسلہ امیر المومنین امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما تک پہنچتا ہے۔ اسم مبارک والد صاحب خواجہ کمال الدین احمد تھا۔ اور آپ ولی مادرزاد تھے۔ آپکا تصرف بچپن سے تھا۔ جو بزرگان دین میں سے کسی کو نہ تھا۔ چنانچہ تاج الدین اوشی خود انکے مرید نے تحقیق کیا اور اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ خواجہ صاحب بسبب کثرت تلاوت اپنی والدہ صاحبہ کے اور تصرف اپنی ولایت کے قرآن مجید کو اپنی والدہ صاحبہ کے شکم مبارک میں یاد کرتے تھے۔ پیدایش آپکی مقام اوش میں ہوئی جو فرغانہ کے علاقہ میں ہے جب ڈھائی برس کے ہوئے۔ آپکے والد بزرگوار نے انتقال فرمایا۔ اور آپکی پرورش آپکی والدہ صاحبہ نے کی۔ جب پانچ برس کی آپ کی عمر ہوئی تو خضر علیہ السلام کے ذریعہ سے مولانا ابا حفص کی خدمت میں جو اس وقت قطب وقت تھے تحصیل علم کے واسطے پہنچائے گئے۔

ایک دن حضرت خواجہ قطب الاسلام تالاب شمسی پر بیٹھے تھے جو دہلی میں

درگاہ قطب الاسلام سے تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ یاران طریقت نے عرض کیا کہ اے خواجہ اگر ایسی ٹھنڈی ہوا میں گرم کاک اگر کہیں سے آجائیں تو کیا اچھی بات ہو۔ فرمایا کیا کرو گے۔ یاران طریقت نے عرض کیا کھائیں گے۔ خواجہ اُس جگہ سے اٹھ کر تالاب کی طرف گئے اور پانی میں سے گرم کاک نکالکر یاران طریقت کی طرف ڈالدیئے۔ اُس دن سے آپ کاکی مشہور ہوگئے۔ اور اسی کرامت کی وجہ سے ابتک عرس شریف میں کاک ہی پر نیاز ہوتی ہے۔

قطب الاسلام بماہ رجب ۵۲۲ھ میں ابو اللیث سمرقندی کی مسجد شہر بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ احمد دین و شیخ بہاؤ الدین چشتی و شیخ محمود صاحب اصفہانی کے روبرو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور مرتبہ بمرتبہ خلافت پیران چشت کی حاصل کی۔ اور ایک مدت تک حضرت معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بغداد میں محنت شاقہ و ریاضت کاملہ میں مشغول رہے۔

خواجہ قطب الاسلام بختیار کاکی کے دہلی تشریف لانے کو سلطان شمس الدین جو اس وقت دہلی کے بادشاہ تھے بہت غنیمت سمجھے اور خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہرچند کوشش کی کہ شہر میں حضور قیام فرمائیں مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور موضع کیلوکھڑی میں لب آب قیام کیا اور تھوڑے عرصہ وہاں رہے۔ اِن دنوں شیخ الاسلام دہلی مولانا جمال الدین احمد بسطامی کہ جنکی بزرگی کی تعریف جابجا ملفوظات پیران چشت میں مذکور ہے۔ خواجہ قطب الاسلام کو دیکھنے آئے اور دیکھتے ہی معتقد ہوگئے۔ اور طرفین سے اخلاص ہوا۔ اور بادشاہ بھی ہفتہ میں دو مرتبہ کہ شہر سے پانچ کوس موضع تھا خواجہ کی خدمت میں پہنچکر معانقہ حاصل کرتا تھا۔ آخر بادشاہ نے اِس بات کو کافی نہ سمجھکر خواجہ کو بہت منت سماجت سے شہر میں لایا۔ اور اعزاز الدین کی مسجد کے نزدیک جو کہ جگہ پر فضا

اور مصفا بھی رکھا۔ خواجہ وہاں رہتے اور خلق اللہ کو ہدایت و ارشاد فرماتے تھے۔

ایک دن ایک مرد نقاب ڈالے ہوئے خواجہ کی خدمت میں آیا۔ اور اپنی مفلسی کی شکایت شروع کی۔ اور امداد کا طالب ہوا۔ ہر چند خواجہ اسے بھولاتے تھے۔ مگر وہ جھوٹی باتوں سے باز نہ آتا تھا۔ آخر خواجہ نے تنگ ہو کر فرمایا اے عزیز سنہری تھیلے سونے کے جو تیرے گھر میں دبے ہیں پہلے انکو کھا۔ بعد میں مفلسی کا بیان کیجیو۔ یہ بات خواجہؒ سے سنکر وہ شرمندہ ہوا۔ اُٹھ کر چلا گیا۔

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے واسطے گیا۔ تھوڑی دیر مزار مبارک پر ٹھہرا۔ اور میں نے کہا کہ خواجہ کو میرے آنے کی خبر ہے یا نہیں مزار مبارک سے آواز آئی ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن | من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

اِس بیت کے سُننے سے میری خاطر جمع ہو گئی۔

اے سعید جب کسی ولی اللہ کے مزار پر حاضر ہونے کا قصد کرے تو پہلے اپنے گھر میں دو رکعت نماز نفل پڑھ اور کچھ تھوڑا سا قرآن شریف پڑھ۔ اِس کا ثواب انکی رِوح پاک کو ایصال کر۔ اور تمام راہ میں قل ہو اللہ احد پڑھتا رہ۔ پھر مزار پر آکر مع فاتحہ چاروں قل پڑھ کر ثواب اُنکی روح پاک پر ایصال کر۔ پھر مراقبہ کے طور پر بیٹھ کر سانس بند کر کے کلمہ طیبہ پڑھتا رہ۔ اِس سے فارغ ہونے کے بعد یوں کہہ "اے اللہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اِس کا ثواب اُنکی روح پاک کو پہنچاتا ہوں اور اُنکے اتقا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو میرا فلاں کام پورا کر دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مُراد بھی بر آئیگی اور شرک بھی نہ ہوگا۔

حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر میں اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہمسفر میں تھے۔ اتفاقاً دریا کے کنارہ پر پہنچے کشتی نہ تھی اور وہاں ٹھہر کا ڈر تھا۔ خواجہ نے مجھ سے فرمایا اے فرید کیونکر اس دریا سے پار ہوویں تاکہ شہر سے بچیں۔

میں حیران تھا اور کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ خواجہ نے مسکرا کر سورۂ اخلاص پڑھنی شروع کی جب سورۂ اخلاص ختم ہوئی پانی پر آپ نے دم کیا۔ دفعتہً پانی نے راستہ دیدیا۔ خواجہ صاحب میرا ہاتھ پکڑ کر پار ہو گئے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ جلال الدین تبریزی ملتان میں شیخ بہاء الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان تھے۔ ایک رات فوج کفار کی ملتان کے قلعہ کے نیچے آ گئی۔ اور چاہا کہ شہر کو غارت کرے۔ ناصر الدین قباچہ والئے ملتان ہر سہ بزرگان کی خدمت میں فوج کفار کے دفع ہو جانے کے لئے دعا کا خواستگار ہوا۔ اور بہت بیقراری ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس تیر کو اپنے گھر لے جاؤ اور دشمن کی فوج کی طرف پھینکو۔ قباچہ تیر اٹھا کر گھر آیا۔ اور کوٹھے پر سے اس تیر کو جانب فوج کفار پھینکا۔ اس ہی وقت فوج کفار بھاگ گئی۔

مرآۃ الاسرار لکھتا ہے کہ خواجہ صاحب نے رات دن میں تین سو رکعت پڑھی ہیں۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ایک صحابی سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا جنت میں آپ کا قرب۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ قرب حاصل ہوگا۔ مگر تم یہ کرنا کہ سجدے اپنے نامۂ اعمال میں زیادہ لانا۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں سلطان شمس الدین کا وزیر آیا۔ ایک طشت پُر از طلا اور فرمان جس میں کیا کچھ آبادی کے گاؤں آپ کے نام لکھے تھے سلطان کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کر کے التماس کی کہ بادشاہ نے اظہار بندگی کر کے یہ فرمان اور طشتِ زر آپ کے لئے بھیجا ہے۔

حضرت خواجہ نے تبسم کر کے فرمایا کہ ہمارے پیروں نے ایسی چیزیں قبول نہیں کیں اس لئے میں بھی نہیں لیتا۔ اس نے عاجزی کرنی شروع کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آج میں ان کی متابعت نہ کروں اور گاؤں اور اس زر کو قبول کر لوں تو میں قیامت کے دن ان کو کیا

منہ دکھاؤنگا اور آپکے زمرہ میں کیسے شامل ہونگا۔ ان چیزوں کے طالب او بہت سے ہیں انکو دو۔ وہ واپس چلا گیا۔ اور کل چیزیں سلطان کو پھیر دیں۔

ایک دفعہ آپ کو پے درپے تین فاقہ ہوئے۔ خواجہ صاحب کے صاحبزادے نے کم عمری کے سبب سے یہ بات اپنے یار سے کہدی۔ اُسنے اپنے گھر میں آکر یہ ماجرا اپنے باپ پر ظاہر کیا۔ وہ کھانا پکاکر حضرت خواجہ کی خدمت میں لایا۔ اور عذر کیا کہ معلوم نہ تھا کہ آپکے گھر میں تین روز سے فاقہ ہے۔ آپنے فرمایا کہ کس گردن ٹوٹے نے میرا فقر ظاہر کیا۔ اِس بات کے کہتے ہی آپکا صاحبزادہ کھیل رہا تھا گر پڑا اور اُسکی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور اُسی وقت مر گیا۔ جب خواجہ اُسکو اول منزل پہنچا کر گھر میں آئے اُسکی ماں کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ آپنے تاسف سے کہا کہ مجکو پہلے سے خبر نہوئی ورنہ اُسکی زندگی خدا سے چاہتا۔ اور وہ مجکو ملتی۔

ایک غریب بڑھیا نے خواجہ قطب الدین صاحب کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ بادشاہ نے میرے بیٹے کو ناحق تہمت لگاکر سولی دی ہے۔ اِس بات سے آپ بہت متفکر ہوئے اور معہ اصحاب کے آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سولی کے پاس پہنچے دیکھا کہ بہت خلقت حاضر ہے اور لڑکا سولی پر ہے۔ خواجہ نے نزدیک جاکر اُسکی گردن میں ہاتھ ڈالکر کہا کہ الٰہی اگر یہ لڑکا بے گناہ مارا جارہا ہے تو تو بچالے۔ کیونکہ اُسکی ماں بیقرار ہے۔ فوراً رسّی ٹوٹ گئی اور وہ لڑکا موت سے بچ گیا۔ اِس کرامت کو دیکھ کر اُس روز بہت سے کافروں نے اسلام قبول کیا کہ واقعی دینِ اسلام سچا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایک روز شیخ علی سنجری رح کی خانقاہ میں مجلس سماع گرم تھی۔ خواجہ قطب الدین بوجہ دوستی و اخلاص کے مجلس میں تشریف لائے۔ اِس بیت پر آپ کو حال آیا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

نسخۂ سعید

زبان مصنف

خواجہ بختیار کاکی

موسیٰ کی طرح بے ہوش ہو کر نزع کی حالت میں ہو گئے حکیم شمس الدین کو دکھایا۔ وہ اِس وقت میں بہت حاذق حکیم تھے اِنہوں نے کہا انکا جگر آتش عشق سے جلکر پگھل گیا ہے۔ لاعلاج ہے۔ کہتے ہیں اِسی حالت میں پاک روح پرواز کر گئی۔

شیخ بدرالدین غزنوی کہتے ہیں کہ جس رات کو حضرت خواجہ نے وفات پائی میری آنکھ ذرا جھپک گئی تھی کہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خواجہ نے جانب آسمان پرواز کی ہے اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ اے بدرالدین خدا کے دوستوں کو موت نہیں ہوتی۔ جب میں ہوشیار ہوا تو دیکھا کہ خواجہ کا وصال ہو گیا۔

آپکا وصال شمس الدین التمش کے زمانہ میں ہوا۔ صاحب اسرارالاولیا لکھتے ہیں کہ عمر شریف آپکی سو سے زیادہ تھی۔ پرانی دہلی میں بہت مشہور و معروف آپ کا مزار ہے۔ ہزارہا آدمی زیارت کو جاتے ہیں اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

حضرت محبوب الٰہی

آپکا نام نظام الدین تھا۔ اور آپکے والد ماجد کا احمد بن دانیال جو غزنی سے ہندوستان آئے اور بدایوں میں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت محبوب الٰہی سنہ ۶۳۴ھ بماہ صفر وہیں بدایوں میں پیدا ہوئے آپکی والدہ صاحبہ کا نام بی بی زلیخا ہے جب آپکی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپکے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور آپکی تعلیم اور تربیت کا بار تمامتر آپ کی شفیق والدہ کے سر پڑا۔ اور آپ جب سن تمیز کو پہنچے تو تحصیل علوم ظاہری میں مشغول ہو گئے۔ اور تفسیر کلام و فقہ وغیرہ میں کمال پیدا کر لیا۔ اِس وقت تک آپ نے بدایوں سے باہر قدم نہیں نکالا تھا۔ جب آپکی عمر ۲۵ سال کی ہو گئی تو دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا۔

اس وقت سلطان ناصرالدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش جو زہد و ورع میں تابعین کی یادگار سمجھا جاتا تھا ہند کا فرمانروا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیا جب بدایوں سے دہلی پہنچے تو ایک مسجد دہلال طشت دار کے حجرہ میں قیام کیا۔ اور خواجہ شمس الدین کے جلسہ درس میں جو کہ علما عصر میں سے تھے شریک ہوگئے۔ خواجہ کے درس دینے کے دو مقام تھے ایک تو خاص انکا حجرہ جہاں مخصوص طلباء کو درس دیتے تھے۔ اور ایک جگہ اور تھی جہاں عام شاگردوں کو پڑھاتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیا صرف چند روز درس عام میں شریک ہوئے کہ خواجہ نے آپکی استعداد فطری کو اچھی طرح سمجھ لیا اور اجازت دی کہ مخصوص طلبا میں شریک ہوجائیں۔ اس وقت علاوہ محبوب الٰہی کے دو شخص اور تھے۔ ملا قطب الدین ناقلہ۔ اور ملا برہان الدین عبدالباقی۔

درس و تدریس سے جو وقت حضرت محبوب الٰہی کو ملتا وہ آپ شیخ نجیب الدین برادر شیخ فرید الدین گنج شکر کی صحبت میں بسر کرتے۔ شیخ نجیب الدین نہایت باکمال اور متوکل بزرگ تھے۔ علاوہ اسکے علوم ظاہری میں بھی آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں حضرت محبوب الٰہی کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا اور آپکا زیادہ وقت شیخ نجیب الدین کی صحبت میں بسر ہونے لگا۔ اور حضرت نجیب الدین کے وسیلہ سے بحضور حضرت گنج شکرا جودھن میں پہنچے۔ حضرت موصوف نے دیکھتے ہی یہ شعر فرمایا ہے ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

پھر پس قلیت شیخ المشائخ کے کسی نے پوچھا کہ اس شعر کے پڑھنے کا کیا مطلب تھا۔ آپنے فرمایا کہ ہمارے خاندان میں مدت سے یہ بات چلی آتی ہے کہ ایک محبوب الٰہی ہوگا وہ جلوہ اس شخص کی پیشانی نورانی میں جلوہ افروز نظر آتا ہے۔ ؎

بالاے سرش ز ہوشمندی میتافت ستارۂ بلندی

اس اجمال کی مشائخان سلسلہ سے یوں کیفیت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم

ادہم کسی بیابان ریگستان میں مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً آندھی آئی۔ اور
جس جگہ آپ بیٹھے تھے اسقدر ریت کا تودہ چڑھا کہ ابراہیم ادہم پوشیدہ ہوگئے
آپ کو حالتِ مراقبہ میں کچھ خبر نہ تھی حسنِ اتفاق سے کچھ عرصہ بعد ایک سوار کا وہاں
گزر ہوا۔ اور اُسنے گھوڑا کھڑا کیا اور نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا۔ جس کام کے لئے ٹھیرا
تھا اُس سے فارغ ہوکر نیزہ کو زمین سے نکالا۔ اور نیزہ کو خون آلودہ دیکھکر تعجب میں
ہوا۔ اور اُس جگہ سے ریت کو ہٹایا تو حضرت ابراہیم ادہم کو بیٹھا پایا۔ اور دیکھا کہ نیزہ
کی پوری آنی آپکی ران میں گڑ گئی تھی وہ بہت ڈرا۔ اور آپ کو مراقبہ سے ہوشیار
کرکے اپنے قصور کی معافی چاہی۔ آپ نے جو اُسکے باطن پر نظر ڈالی تو اُسکو مقہور بقہر
ربانی پایا۔ آپنے اُسکے حق میں دعا مانگی اور التجا کی۔ مگر پذیرا نہوئی۔ جب بہت دعا سے
التجا کی تو حکم الٰہی ہوا کہ تیری دعا قبول نہیں ہوگی البتہ تیرے سلسلہ میں ایک ہمارا محبوب
ہوگا۔ اگر وہ دعا کرے تو ہم اسکی روح کو عذاب سے نجات دینگے۔ چنانچہ ابراہیم ادہم
نے اس حکم کو یاد رکھا اور تمام مشائخ میں یہ خوشخبری یکے بعد دیگرے چلی آئی۔ یہانتک
کہ جس وقت حضرت محبوب الٰہی پر شانِ محبوبیت کا ظہور ہوا تو حضرت گنج شکر نے اِس
قصہ کو آپسے نقل فرمایا۔ اور اُس شخص کے واسطے آپ سے دعا کرائی۔ اور اُس شخص
کی روح کو عذاب سے نجات دلائی۔ جس روز آپ حاضر حضور ہوئے اُسی روز کلاہِ چہار ترکی
اپنے سر کی آپکے سر پر رکھی۔ خرقہ و نعلین عطا فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں نے تمکو ولایت ہندوستان
عطا کی اور صاحب سجادہ اپنا کیا۔ آپ محبوب ترین خلفائے حضرت شکر گنج سے تھے۔ اور
کل مقامات غوثی و قطبی و فردانیت کو طے کرکے درجہ محبوبیت کا آپنے پایا تھا۔ ملقب
محبوب الٰہی و بخطاب سلطان المشائخ ممتاز تھے۔ آپ دہلی میں بحکم مرشد تشریف لائے
اور بالہام غیبی غیاث پور میں سکونت اختیار کی۔ اسباب معیشت شروع میں بہت
تنگ تھا۔ چند یار جو خاص ہمراہ تھے وہ تین چار روز کے بعد نان زنبیل گدائی کرکے لاتے

تھے اُس سے روزہ افطار کرتے تھے یا بنا س پی جنگل پر قناعت تھی۔

یہ سلطان معزالدین کیقباد کا زمانہ تھا۔ صاحب تذکرۃ العاشقین لکھتے ہیں۔ کہ خلقت کے رجوع کی کثرت سے تنگ ہو کر قتل مکان مصمم کر لیا تھا کہ ناگاہ ایک جوان دروازے سے آیا اور یہ شعر پڑھا ؎

روزے کہ تو مہ شدی نہ بدانستی | انگشت نمائے عالمے خواہد شد
امروز کہ الفت زدل خلق ربود | درگوشۂ نشست نمے دارد سود

و خلقت سے گوشہ پکڑنا سہل ہے۔ لیکن کار مردانگی یہ ہے کہ باوجود انبوہ خلق کے خلوت در انجمن ہو اور مشغولی حق میں خلل نہ آوے۔

اخبار الاولیا سے منقول ہے کہ جب سلطان علاؤالدین خلجی فوت ہوئے تو سلطان قطب الدین مبارک شاہ تخت پر بیٹھے اور فرزند علاؤالدین یعنی خضر خان کو کہ مرید سلطان المشائخ کے تھے اور عمارت عالی برج کلاں مسجد درگاہ اُن ہی کی بنوائی ہوئی ہے شہید کیا۔ اس وجہ سے بادشاہ خود مرید ضیاءالدین رومی کا ہوا۔ اور آپ سے عداوت رکھکر خدم بے ثبات کو باآزار حضرت رکھا۔ اور بقصد بعیہ حاضری حضور دیا۔ لیکن آپ نے حاضر ہونا روا نہ رکھا اور فرمایا۔ بادشاہ مجھ پر ظفر نہ پاویگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بادشاہ نے کو انار عمارت کوشک ہزار ستون کے رات کو سوتا تھا خروخاں نے کہ پروردہ نمک وا وخاک بروا شتہ اس کا تھا رات کو آن کر بادشاہ کو قتل کروایا۔ اُس وقت آپ اپنی خانقاہ میں گلگشت فرما رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

اے روبہک چرا نہ نشستی بجائے خویش | باشیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

خروخاں کا فتنہ وفساد رفع ہونے کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق تخت پر بیٹھے اور اُنہوں نے بھی مخالفت شروع کی۔ اتفاقاً لکھنوتی کے قریب صوبہ بنگالہ میں کچھ خلل واقع ہوا۔ بادشاہ اُدھر گئے اور جانے کے وقت کہا کہ واپس آ کر سلطان نظام الدین

کو دہلی سے باہر کرونگا - یہ بات آپنے بھی سُنی - فرمایا "ہنوز دہلی دور است" واپس آیا تو جو چوبی عمارت اُسکے بیٹے محمد تغلق نے اُسکے استقبال کے لئے تیار کرائی تھی دفعۃً گر پڑی اور وہ دبکر مر گیا۔ اُسکے بعد محمد تغلق تخت سلطنت پر بیٹھا یہ بہت معتقد حضرت سلطان المشائخ کا تھا - اسی بادشاہ نے ایک گنبد آپکے مزار پر بنوایا تھا - بعد اسکے سلاطین و خوانین دہلی نے گنبد ہائے مجاور و مسجد بنوائے - اور کارچشمہ بالین کو انصرام پر پہنچایا -

نقل ہے کہ ایک روز آپکے مرشد نے فرمایا کہ کچھ کھانے کو لاؤ - آپنے اپنی دستار مبارک رہن رکھکر کچھ لوبیا خریدا - اور اُبالکر نمک ڈالکر حاضر کیا حضرت گنج شکر نے تناول فرمایا اور ارشاد کیا کہ خوش نمکین پکا ہے - اور خدا سے میں نے چاہا ہے کہ ہر روز علی الدوام نمک تمھارے باورچیخانہ میں صرف ہوا کرے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - کہ ہر روز ستر من نمک اور چند قطار شتروں کی باورچیخانہ سے پوست پیاز کی نکلتی تھیں -

ذکر باؤلی درگاہ شریف - یہ باؤلی نہایت دلکشا و خوشنما بنی ہوئی ہے - یہ حضرت محبوب الٰہی کے عین حیات میں تیار ہوئی تھی اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جو زیر آب پوشیدہ رہتی ہیں - اس کا پانی متبرک ہر ایک امر میں مستعمل ہوتا ہے - باؤلی میں ہر مریض کا غسل کرنا شفا کا حکم رکھتا ہے - باؤلی کے شمالی جانب میں ایک کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ معروف نے ۷۱۹ھ میں یہ باؤلی تعمیر کرائی تھی - ایام عرس میں تیراک لوگ بلند عمارت سے اس میں کودتے ہیں - جسکے کودنے میں چھینٹے کم ہوں اُسکی واہ واہ ہوتی ہے جو باعث فرحت تماشائیان ہوتا ہے -

وفات کی تاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ روز چہارشنبہ بعد طلوع آفتاب -

آپ کا مزار مبارک موضع غیاث پور میں (جو غیاث الدین بلبن کا پائے تخت تھا) اور موجودہ دہلی یعنی شاہجہاں آباد سے بفاصلہ تین میل واقع ہے - راستہ دہلی دروازہ سے تانگہ - موٹر میں ۲ رقمی سواری یا زیادہ سے زیادہ ۴ رجاتا ہے -

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود اودھی

لقب چراغ دہلی مخاطب بخطاب گنج معانی

آپکا سلسلہ نسب حضرت امیر المومنین امام حسین رضؓ کو پہنچتا ہے۔ آپ دہلی کے مشہور بزرگ زادوں سے ہیں اور حضرت سید الاصفیا نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے خلیفہ اکبر ہیں۔ حضرت خواجہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاؤں میں سے دو خلیفہ اولیائے کبار سے ہیں۔ ایک حضرت لاڈلے مشائخ الغازی رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار مبارک قصبہ الند علاقہ سرکار نظام پائگاہ میں ہے۔ دوسرے حضرت سید محمد مخدوم حسینی صاحب گیسو دراز بندہ نواز حسن آباد گلبرگہ شریف علاقہ سرکار نظام واقع ہے۔

حضرت روشن چراغ دہلی کے جد امجد حضرت شیخ عبد اللطیف یزدی ولایت سے آکر لاہور میں متوطن ہوئے اور وہاں شیخ یحییٰ آپکے والد پیدا ہوئے۔ آپ کا تولد فیض آباد میں ہوا جس کو اودھ بھی کہتے ہیں۔ نو برس کی عمر تھی جس وقت آپکے والد نے انتقال کیا تھا۔ مولانا عبد الکریم شیروانی سے اور انکے بعد مولانا حضرت افتخار الدین گیلانی سے تحصیل علم کی۔ بچپن ہی کے زمانے سے نشان ترک و تجرید و محاسن اخلاق و مجاہدہ نفس آپکے حال سے عیاں تھا۔ روزہ رکھتے اور اکثر اوقات درخت سنبھالو کے پتوں سے افطار کرتے۔ چالیس برس کی عمر میں اودھ سے دہلی آئے اور حضرت سلطان المشائخ کے حضور حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی سے استفادہ مالا مال تھے کہ "گنج معانی" و "محمود گنج" کے لقب سے مخاطب تھے۔ آپنے مدت دراز تک خدمت شیخ میں رہ کر درجہ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ اعظم و اکمل خلفائے راستین عشرہ مبشرہ سے ہیں اور قائم مقام و سجادہ نشین حضرت شیخ کے عرصہ ۳۲ سال تک رہے اور کسی دوسرے کے دروازہ پر نہیں گئے۔

کلمات طیبات۔ درویشی کا حق نگاہ رکھو تاکہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ اور رسول خدا سے شرمندہ نہو۔ جفا کھینچو۔ وفا کرو۔ گندم نما جو فروش نہ ہو۔

مناقب المحبوبین بحوالہ خیر الاذکار لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کو الہام ہوا کہ اس سلسلہ چشتیہ میں ایک شخص پیدا ہوگا۔ اور استغراق کی حالت میں اسپر ایسی ایسی حالت طاری ہوگی پس حضرت موصوف منتظر اس شخص کے رہے۔ مگر آپکے یاران میں سے کسی پر یہ حالت ظہور پذیر نہوئی۔ انہوں نے اپنے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ معین الدین کو وصیت فرمائی کہ اگر وہ اپنے یاران میں سے کسی میں یہ علامتیں پاویں تو اس سے دعائے خیر خاتمہ تمام اہل سلسلہ کی درخواست کریں۔ انہوں نے بھی اپنے یاران میں یہ صورت نہیں پائی۔ پھر انہوں نے اسیطرح وصیت اپنے خلیفہ خواجہ قطب الدین کو اور اسیطرح پھر یہ وصیت سینہ بسینہ بحضرت سلطان المشائخ پہنچی اور حضرت موصوف اس ہی انتظار میں رہتے تھے۔ ایک روز حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کنار حوض پر بیٹھے تھے اور دونوں پیر آپکے پانی میں تھے اور عالم استغراق میں وہی علامات پیشینگوئی آپ پر ظاہر ہوئیں۔ اتفاقاً حضرت سلطان المشائخ کا گذر اس طرف ہوا۔ اور وہ حالت دیکھ کر بسرعت تمام دوسرے کنارے حوض کی طرف سے مع جامہ تن پوشی حوض میں داخل ہو کر پاؤں آپکے پکڑ لئے۔ جب آپکو افاقہ ہوا تو آپنے پاؤں کھینچکر دست و پا مس کرنے سے اپنے پیر کے سخت نادم ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے یہ کام کچھ اپنی طرف سے نہیں کیا۔ بلکہ مجھکو پیران چشت سے وصیت چلی آئی ہے۔ اور میں نہیں چھوڑوں گا جبتک داخلان اس سلسلہ چشتیہ کے اول سے آخر تک کو جو قیامت تک ہوتے چلے آوینگے دعائے حسن خاتمہ و نجات اخروی نکروگے۔ اس وقت آپنے دعا فرمائی اور متوسلان اس فرقہ کو امید نجات ارزانی ہوئی۔ مشہور یہ ہے۔ سلطان محمد تغلق

نے سلطان المشائخ کے عرس کے روز بسبب بخل وحسد روغن فروشان کو
شب عرس کو چراغان میں پانی ڈلوا کر روشن کرائے۔ اور وجہ تسمیہ از رسالہ حبیب
ایک روز آپ مجلس سلطان المشائخ میں حاضر ہو کر کھڑے رہتے۔ حضرت شیخ نے
فرمایا بیٹھ جاؤ۔ عرض کیا کہ درویشوں کی طرف پشت ہوتی ہے۔ فرمایا چراغ کا پشت
و رو یکساں ہے۔

وفات کی تاریخ ۱۸ ماہ صیام رمضان ۷۵۷ھ بعہد سلطان فیروز شاہ کے واقعہ
ہوئی مزار پر انوار آپکا مقام نظام الدین سے ڈھائی کوس۔ دہلی سے جانب جنوب
۵ پانچ کوس ہے۔ راستہ کچی سڑک کا ہے۔ موٹر و تانگہ نہیں جاسکتا بیل گاڑی سے
جا جا پڑتا ہے۔ یا پیدل بلا سواری۔
مادہ تاریخ "شمع جمیع صوفیان" دیگر "گل بہشت" بعمر ے سال وفات پائی۔

حضرت امیر خسرو نام اصلی ابوالحسن یمین الدین

آپ محبوب ترین مریدان خاص حضرت سلطان المشائخ تھے۔ آٹھ برس کی عمر میں آپکے
والد ماجد نے شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید کرایا تھا حضرت شیخ کو آپکے ساتھ نہایت
محبت تھی۔ یہانتک کہ آپ فرماتے تھے "میں سب سے بلکہ اپنی ذات سے بھی بعض
وقت تنگ آجاتا ہوں مگر امیر خسرو سے نہیں"

ایک روز حضرت محبوب الٰہی اپنے عبادتخانہ سے ہندوؤں کی عبادت کے
طرز کو بغور ملاحظہ فرما رہے تھے کہ امیر خسرو صاحب آئے۔ آپنے فرمایا ؎ ہر قوم راست
راہے دینے و قبلہ گاہے ؛ اس وقت حضرت محبوب الٰہی کی ٹوپی سر مبارک پر
ذرا کج تھی۔ امیر خسرو صاحب نے ٹوپی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ؎ ما قبلہ راست کردیم
بر طرف کجکلاہے ؛ اس سے آپکی حاضر جوابی کا ثبوت ملتا ہے۔
ملازمت شاہی کے سبب اپنے پیر کی خدمت میں ایک عرصہ تک حاضر نہ ہوسکے

ایک روز ایک فقیر سے ملاقات ہوئی جو دہلی سے آرہا تھا۔ آپنے سب سے پہلے اپنے مرشد کی خیریت معلوم کی اور فرمایا کہ تجھ میں سے مرشد کی بو آرہی ہے۔ اس نے کہا میرے پاس شیخ کی پاپوش ہے۔ آپنے پانچ لاکھ روپیہ کی خرید لی۔ اور بارگاہ محبوبی میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپنے فرمایا کہ اے خسرو کفش سستی خریدی۔ امیر صاحب نے کہا کہ حضور اس درویش نے پانچ لاکھ پر اکتفا کیا۔ کہا اگر وہ پانچ لاکھ پر راضی نہ ہوتا تو اپنی جان اور تمام مال دینے پر عار نہ ہوتا۔ اللہ اللہ کیا خلوص تھا۔

جن مریدوں سے محبوب الٰہی ناراض ہوتے۔ علاوہ امیر صاحب کے کسی کو انکی سفارش کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت امیر کا وجود سراپا عشق تھا۔ اور آپ نے ہو العشق کو ایسا سمجھا تھا کہ پیرہن مبارک قلب کی جگہ سے ہمیشہ سوختہ رہا کرتا تھا۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ امیر صاحب کی موجودگی میں حضرت محبوب الٰہی نے دعا مانگی ہے تو انکی طرف اشارہ کرکے فرمایا "الٰہی بسوز سینۂ ایں ترک مرا بہ بخش"

تغلق نے بنگال کا سفر کیا تو امیر خسرو صاحب کو بھی اپنے ہمراہ لیا۔ امیر کو خبر پہنچی کہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کا وصال ہوگیا۔ یہ خبر وحشت اثر سنکر امیر صاحب فوراً دہلی روانہ ہوئے۔ جو کچھ مال و اسباب پاس تھا سب اپنے پیر و مرشد کے نام پر نثار کردیا اور مرشد کے غم و فراق میں اسقدر سوگوار ہوئے کہ پورے چھ مہینے کے بعد ٹھیک اپنے مرشد کی وفات کی تاریخ ۱۸ شوال ۷۲۵ھ کو دہلی میں انتقال کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ ٭

حیرت ہوئی ہے آپکی تصانیف سنکر ۹۲ کتابیں تصنیف کیں اور مشاغل کے لئے انکے پاس وقت کہاں سے آتا تھا۔ آپنے ابتدائی عمر سے بادشاہوں کی ملازمت کی اور درباروں میں تمام دن حاضری دینی پڑتی تھی۔ شاعری کے علاوہ دربار کی متعدد خدمات بھی تھیں۔ جنکو انجام دینا ہوتا تھا۔ اور جب دہلی ہوتے تھے تو رات کا بڑا حصہ

محبوب الٰہی کی خدمت میں صرف ہوتا تھا۔ اور یادِ مولا میں لگے رہتے تھے اگر ہند ان کے مولد ہونے پر فخر کرے تو بجا ہے۔ درگاہ نظام الدین میں حضرت سلطان المشائخ کی پائینتی آپ کا مزار شریف مشہور و معروف ہے

حضرت سلطان شمس الدین التمش بن ایلخان

آپ بظاہر دار السلطنت ہند کے بادشاہ بڑے رحم دل اور صوفی مشرب تھے اور خلفائے نامدار و مریدانِ باوقار حضرت خواجہ قطب الاسلام و محبوب و منظور نظر حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری بھی تھے۔ اگرچہ بظاہر تعلق بادشاہی سے رکھتے تھے لیکن فقیر اور فقیر دوست تھے۔ کم کھاتے۔ کم سوتے۔ رات کو جاگتے تھے۔ لیکن کاروبار میں رات کے وقت نوکروں و غلاموں کو تکلیف نہیں دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب رات کو جاگتے پانی چاہ سے خود ہی نکالتے اور خود ہی وضو کر لیا کرتے تھے۔ و بعلماء و صلحاء و فضلاء و اصفیاء گنج فراواں بخشتے تھے۔ اس طریق سے کہ بینگنی میں زرِ خالص بھر کر وہ پر آٹے کے دانہ غلہ گندم ڈال دیا کرتے تھے تا کہ سخاوت در پردہ رہے اور داخل ریا نہ ہو۔ آپ بزرگ زادگانِ ترکستان سے تھے بسبب حوادث روزگار بحالت گرفتاری وطن سے ہندوستان آئے اور صدر جہاں نے آپ کو خرید لیا۔ اسکے بعد آپ سلطان شہاب الدین غوری کے مملوک ہو گئے جس وقت سلطان قطب الدین ایبک (کہ وہ بھی سلطان شہاب الدین کے مملوک تھے) تخت دہلی پر متمکن ہوئے تو آپ کو حکومت شہر بدایوں مامور کیا تھا ہرگاہ قطب الدین ایبک گھوڑے پر سے گر کے فوت ہوئے اور آرام شاہ فرزند انکا فرمانروا ہوا۔ مگر اسمٰعیل سپہ سالار و امیر و اکثر دہلی رکن سلطنت کے آرام شاہ سے ناراض ہو کر آپ کو بدایوں سے بلا کر تخت دہلی پر بٹھا دیا۔ آپ بادشاہ ہندوستان ہو گئے بہت فتوحات حاصل کیں۔ گوالیار پر قبضہ کیا۔ شہر اوجین کو فتح کیا اور بتخانہ مہاکال کہ بارہ سو

سال سے آباد تھا ۔ ۲ ۲۰ ھ میں ویران کیا۔ اور مورت بکرما جیت کو وہاں سے دہلی لاکر لوٹا دیا۔ اور زیر دیوار مسجد قوت الاسلام ڈالا۔ تحفۃ الملک بغدادی و نظام الملک وزرا کے عالیشان بادشاہ کے تھے۔

صاحب سیر العارفین بحوالہ طبقات ناصری لکھتے ہیں۔ اتفاق سے آپ قید میں پڑ گئے تھے۔ انکو خواجہ جمال الدین نے خریدا۔ اور غزنی میں لائے۔ وہاں کوئی خریدار نہوا۔ بخارا لے گئے اور وہاں سے تجارت کے لئے ہندوستان لائے۔ اثناء راہ میں کاروانسرائے میں قیام ہوا۔ اور سلطان کو واسطے لانے طعام کے بازار بھیجا اتفاقاً خانقاہ شیخ شہاب الدین سہروردی پر گذر آپ کا ہوا۔ اُس وقت اوحد الدین کرمانی وہاں موجود تھے۔ سلطان نے چند پیسے پیش نظر شیوخ گذرانے اور التماس دعا کی شیخ نے فرمایا کہ اس شخص کے چہرے سے انوار سلطنت پاتا ہوں۔ اوحد الدین کرمانی نے فرمایا۔ اسکی برکت سے سلطنت دنیوی میں دین اسلام سلامت رہیگا۔

حضرت سلطان المشائخ سے فوائد الفواد میں منقول ہے کہ سلطان شمس الدین التمش منظور و مقبول ان ہر دو بزرگان با صفا کے ہیں۔ آپ نے تخمیناً ۲۴ سال سلطنت کی۔ ۲۰ تاریخ ماہ شعبان ۶۳۳ھ کو انتقال فرمایا۔ مزار آپکا قطب صاحب عقب مسجد قوت الاسلام ہے اور زیارتگاہ خلائق ہے۔

حضرت سلطان ناصر الدین محمود غازی

ابن حضرت سلطان شمس الدین التمش آپ چھوٹے صاحبزادے حضرت سلطان شمس الدین التمش کے ہیں۔ آپ کو ارادت حضرت فرید الدین گنج شکر سے تھی۔ پہلے آپ حاکم بہرائچ رہے و بعد گرفتاری علاؤ الدین مسعود برادر زادہ خود کے تخت نشین دہلی ہوئے۔ تاریخ طبقات ناصری مولانا سراج منہاج آپ ہی کے نام سے ہے۔ آپ بادشاہ

نہایت حلیم الطبع زاہد و پارسا تھے اور اپنی معاش کتابت مصحف سے رکھتے تھے سوائے ایک بیوی کے دوسری نہیں رکھتے تھے جو اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا کرتی تھی۔ ایک روز آپکی بیوی نے درخواست ایک خادمہ کی کی۔ آپنے منظور نہیں فرمائی۔ اللہ اکبر بادشاہ ہندوستان ہوکر ایسا محتاط ہونا آپ ہی کے حصہ میں تھا۔ آپنے بیس سال تک بادشاہ سلطنت کی۔ اور آپ کا کوئی وارث نہ تھا۔ الف خان وزیر نے باگ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ آپ دین و دنیا کے بادشاہ تھے۔

وفات شریف [illegible] سنہ ۶۶۴ھ میں ہوئی۔ مادۂ تاریخ وفات

"سلطان زمانہ شاہ عادل"

آپکا مزار مقام قطب صاحب سے بفاصلہ دو یا ڈھائی کوس ہے۔

شیخ حمید الدین دہلوی

آپ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین اجمیری سے مشرف باسلام و مرید ہوئے اُس وقت میں جبکہ تسلط سلطان شہاب الدین سام کا ہوا۔ اور رائے پتھورا مارا گیا۔ فتح دہلی کی حاصل ہوئی۔ اور جبکہ خواجہ معین الدین بزرگ غزنی سے دہلی تشریف لائے ایک روز آپنے سات آدمیوں کو بتکدہ میں مشغول بت پرستی دیکھکر انکو اپنے کلام ہدایت بخش سے ایسا مفتون کیا کہ اسی وقت سب کے سب مشرف باسلام ہوگئے۔ اپنے اُن میں سے ایک کو جو سب کا سردار تھا حمید الدین کے لقب سے ملقب کیا اور دوسروں کے لئے کچھ اور نام تجویز کئے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم نے کفر و اسلام میں دامن شرکت ہاتھ سے نہیں دیا چاہیئے کہ لقب میں بھی شریک رہیں۔ خواجہ صاحب نے اسوقت ان سب کو بہ لقب حمید الدین ملقب فرمایا۔ لیکن آپنے دہلی میں قیام فرماکر شہرت حاصل کی تھی سنہ ۶۷۳ھ میں وفات ہوئی۔ پرانی دہلی یعنی قطب صاحب میں آپکا مزار ہے

جائے قبر معلوم نہیں۔

شیخ بدرالدین غزنوی رح

آپ اعظم خلفائے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی ہیں۔ سماع میں آپکو بہت غلو تھا۔ جملہ مشائخ وقت آپکی بزرگی کے معترف تھے۔ سالہا خادم پیر خود رہے اور نہایت ضعیف ہو گئے تھے۔ بوجہ پیرانہ سالی طاقت چلنے پھرنے کی نہیں رہی تھی۔ لیکن وقت سماع مثل طفل دہ سالہ کے وجد کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ اس عالم پیری میں کس طرح وجد کرتے ہیں۔ کہا میں وجد نہیں کرتا۔ بلکہ عشق کرتا ہے (مصرع) من اگر پیر شدم عشق جوان ست مناقب المحبوبین میں ہے۔ آپکے خلیفہ عمادالدین اور انکے خلیفہ شہاب الدین عاشق۔ اور انکے خلیفہ شرف الدین بوعلی قلندر اور انکے خلیفہ مصطفے امامی اور انکے خلیفہ شاہ احمد چشتی اور انکے خلیفہ شاہ برہان چشتی کہ بلدہ نالہ ڈہولہ میں آسودہ ہیں۔ مقام قطب صاحب میں حضرت خواجہ قطب الدین صاحب کے پایاں مزار ہے ؛

حضرت خواجہ محمود موئنہ دوز

آپ مصاحبان و مستفدان خواجہ قطب الاسلام تھے۔ آپ کی کرامت یہ ہے جس کسیکو کوئی مشکل پیش آتی ہے وہ کوئی ٹکڑہ پتھر یا اینٹ آپکی قبر سے اُٹھا لیجاتا ہے اور حفاظت سے رکھ چھوڑتا ہے۔ جب مراد اُسکی بر آتی ہے تو اُس پتھر کے ہموزن شکر آپکے مزار پر لا کر تقسیم کرتا ہے۔ اور پتھر لا کر مزار پر رکھدیتا ہے

سید محمد بن سید محمود کرمانی

آپ سادات کرمان سے ہیں۔ سوداگری کے لئے لاہور اور دہلی آئے تھے۔ اور بحضور حضرت

گنجشکر اعتقاد صادق پہنچا کر قصبہ اجودھن میں سکونت اختیار کی تھی۔ آپ مرید حضرت گنجشکر تھے اور بعد وفات حضرت گنجشکر کے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر تکمیل کو پہنچے تھے۔ اور داخل یارانِ اعلیٰ میں تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے آپکا اخلاص بے اندازہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت گنجشکر نے فرمایا تھا کہ تم دونوں ایک جگہ رہو۔ تم دونوں کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) رہے آپ کی تصنیف سیر الاولیائ ہے۔ آپکی تاریخ وفات میں سخت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں شب جمعہ ۱۱ ... ھ ہے از شجرہ چشتیہ ... ھ بعہد فیروز شاہ۔ مزار آپکا دہلی۔ درگاہ حضرت سلطان نظام الدین۔ بر چبوترہ یاران ۞

مولانا وجیہ الدین یوسف ثانی

آپ اعظم خلفائے عشرہ مبشرہ سلطان المشائخ سے تھے۔ آپ شیخ کے حضور میں آتے تو آپکے دل میں خطرہ پیدا ہوتا کہ خدمت پیرو مرشد میں قدموں سے کس طرح جاؤں۔ اِس لئے تعظیم کیواسطے سر کو پیر بنا کر سر کے بل حاضر حضور ہوتے تھے۔ آخر انکو پیرو مرشد کی دعا سے قوت پرواز حاصل ہوئی۔ بوقتِ حاضری ہوا میں پرواز کرکے حاضر ہوتے۔ بعد تکمیل واسطے ہدایت خلق چندیری میں مامور کئے گئے تھے مزار آپ کا بھی درگاہ نظام الدین میں چبوترہ یاران ہے ۞

حضرت شیخ شہاب الدین امام

آپ خلیفہ نہم عشرہ مبشرہ حضرت سلطان المشائخ تھے۔ اور امامت میں تروتازہ دل اپنی خوش الحانی سے حضرت محبوب الٰہی کا کیا کرتے تھے۔ آپ پر نظر شیخ علیہ الرحمۃ کی شفقت سے رہتی تھی۔ اور لباس خاص سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ بعد وصال

حضرت سلطان المشائخ ایک مدت تک زندہ رہکر خلق دہلی کو دست بیعت اور ارشاد کرتے رہے۔ وفات کے بعد انکو انکی جائے مسکن ہیں دفن کیا۔ اولاد انکی زیر دیوار قلعہ شیرشاہ دہلی میں مدفون ہے شیخ رکن الدین آپکے خلف الرشید سجادہ نشین ہوئے جنکے دام ارادت میں خواجہ مسعود بک شاہ باز آگئے تھے یعنے ان سے بیعت ہوئے تھے اور مرتبہ کمال کو پہنچے ؛

حضرت قاضی محی الدین کاشانی

آپ بھی مریدان ذی وقار حضرت سلطان المشائخ و مشاہیر علمائے شہر سے تھے۔ و درمیان یاران اعلیٰ کے معظم و مکرم و صاحب صابر تھے و بتجرید ہیبت سطوات سے دریافت ہو سکتا ہے۔ آپ نے حضرت پیر و مرشد سے دریافت کیا کہ مرید کو مراقبہ حضرت غوث یارتیالی اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و شیخ خود ہر ایک کا علیحدہ کرنا چاہیئے یا اکٹھا بھی۔ فرمایا کہ جمع بھی ممکن ہے اور جدا کا نہ بھی مفید ہے جب مراقبہ جمع کرنا چاہے تو ایسا خیال صاحب مراقبہ کرے کہ تیں ہیں یا اللہ حاضر ہوں اور پیغمبر صلعم سے میں دو اہنے جانب، و شیخ برابر دایں جانب ہیں

تاریخ وفات ۲۵ ربیع الاول ۷۴۲ھ۔ مزار متبرک قطب صاحب میں ہے ؛

حضرت خواجہ فخرالدین مروزی

آپ مرید صاحب باصفا حضرت شیخ سلطان المشائخ تھے اور حافظ کلام ربانی۔ بہفت قرأت بکمال تقویٰ و ورع آراستہ۔ ہمیشہ کتابت کلام مجید سے روزی کھاتے آپکے حضرت نے ایک رقعہ بدست مبارک آپ کیطرف اس مضمون کا لکھا کہ اہم مطلوب اعظم مقصود پیدا کرنے خلقت کا محبت رب العالمین ہے۔ اور وہ دو طرح کی ہے محبت

ذات و محبت صفات لیکن محبت ذات مواہب ہے اور محبت ذات مکاسب ہے
طریقۂ اکتساب محبت دوام ذکر ہے مع تخلیۃ القلب عما سواہ اسکو فراغ شرط ہے اور
فراغ کو چار چیزیں مانع ہیں اور جو مانع شرط ہیں وہ مانع مشروط ہیں خلق و دنیا و نفس
و شیطان طریق دفع خلق عزلت و گوشہ نشینی اور طریق دفع دنیا قناعت طریق دفع دنیا قناعت و طریق
دفع نفس شیطان التجا کرنا حق تعالیٰ سے ہر ساعت اور شہوۃ یہ ہے طریق ذکر شیطان و کر و طریق دفع نفس التجا بحق
آپ تغلق شاہ کے زمانہ میں تھے۔ اور مزار آپکا دہلی میں درگاہ سلطان نظام الدین
بہ پہلو سے شیخ شمس الدین یحییٰ ہے ✤

مولانا وجیہ الدین رح پائلی

آپ مرید خاص سلطان المشائخ تھے۔ زہد و تقویٰ و مجاہدہ و ترک و تجرید میں ممتاز تھے
و باشارہ حضرت خضر علیہ السلام کے حضرت شیخ کی خدمت میں ارادت لائے۔ اور
مرید ہوئے۔ ایک وقت واسطے زیارت حضرت گنج شکر اجودھن گئے۔ اور آواز روضہ
مبارک سے آئی "اے ابو حنیفہ پائلی"۔
مزار آپکا کنارہ حوض شمسی قطب صاحب پاس خطیرہ کمال الدین صدر جہاں کے
متصل۔ بمقام دہلی ہے ✤

حضرت خواجہ سالار

آپ مرید حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ ایک روز مجلس سماع تھی۔
گانے والے یہ بیت کہہ رہے تھے ؎

از سر زلف حسینان چمن دست بدار بسر زلف اگر دست رسد باد صبا

چند روز بیمار عشق رہ کر عالم بقا کو سدھارے۔ مزار آپکا خطیرہ یاران سلطان المشائخ

دہلی۔ درگاہ خواجہ نظام الدین میں ہے ؎

قاضی شیخ عبدالمقتدر بن رکن الدین

آپ اعظم خلفا سے حضرت نصیر الدین محمود سے ہیں۔ کتاب مناقب الصدیقین اپنے پیر و مرشد کے مناقب میں آپ نے تالیف کی ہے۔ آپکے شاگرد قاضی شہاب الدین بہت بڑے علماء متقدمین میں سے ہیں۔ اور آپکے خلیفہ شیخ حسام الدین فتحپوری اکمل الخلفاء آپکے تھے شیخ عبدالصمد اکابر بعہد سلطان سکندر تھے جنہوں نے جونپور سے آکر مقبرہ اپنے بزرگوں کا بنوایا تھا۔

آپکی تاریخ وفات ۲۷ محرم ۷۹۱ھ ۸۸ برس کی عمر مزار قطب صاحب جانب جنوب حوض شمسی یہ خانقاہ شیخ عبدالصمد بن شیخ ابوالفتح جونپوری ؎

شیخ یوسف چشتی

آپ مریدان پاک نہاد و خلفائے نیک اعتقاد حضرت نصیر الدین محمود سے تھے ایک کتاب موسوم بہ تحفۃ النصائح نظم میں آپکی ہے جس میں احکام شرع۔ فرائض و سنن درج کئے ہیں۔ اس میں یہ صنعت ہے کہ ہر ایک شعر رائے مہملہ پر ختم ہوتا ہے۔ آخر کتاب میں اپنے پیر کی مدح میں فرماتے ہیں ؎

شیخ معظم پیرا محمود آں صاحب قرآن عالم بعالم مثل او ہرگز ندیدہ مردمے	چوں ونباشد ہیچکس ہم محتشم ہم معتبر اندر کرامت مثل او خیزد کجا دو رقمر

مزار شریف دہلی قطب صاحب میں ہے ۸۲۸ھ سال وفات ہے۔

حضرت مسعود بک اصلی نام شیر خان

آپ اکثر بار حضرت

فیروز شاہ دہلی سے ہیں۔ اچانک جذبۂ عشقِ حق آپ کو ہوا۔ اور دل محبت دنیا سے سرد ہوگیا۔ اگرچہ آپ مرید شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین امام خلیفہ حضرت سلطان المشائخ تھے۔ لیکن استفادہ آپنے حضرت نصیر الدین محمود سے کیا تھا۔ اور دیوان اشعار باجازت حضرت موصوف آپنے لکھا ہے۔ اور ہر قسم کے سخن لطیف اس میں درج کئے ہیں۔ اور مرآۃ العارفین کے آپ مصنف ہیں۔ اور یہ بیت مشعر کمالات آپکے ہے ۔

چونکہ ہماں ذات بود باز ہماں ذات شد		رفت ز مسعود بک جملہ صفات بشر

اور آپ کی کتاب مرآۃ العارفین نہایت مرغوب الطبع ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت مسعود بک نعلین واسطے شیخ کے لئے جاتے تھے۔ ایک عالم آپکو رستہ میں ملے اور کہا یہ نعلین کسکی اٹھائے لئے جا رہے ہو۔ فرمایا کفش حقتعالی۔ اِس بات پر علماء ظاہر نے متفق ہوکر بعہد فیروز شاہ آپکے اعضا کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے زیر قلعہ فیروز آباد کنارہ دریائے جمنا پھینکدیئے۔ بعد وقوع اسکے ہرچند آپکے معتقدوں نے جال وغیرہ ڈالکر جسد کو نکالنا چاہا مگر دستیاب نہیں ہوئی بعد تردد و جستجوئے بسیار کے معلوم کیا کہ کل اعضا آپکے جمع ہوکر بصورت مجسم حجرۂ خاص حضرت سلطان المشائخ کیلوکھڑی میں ہیں۔ وہاں سے اٹھا کر مقبرہ پیراں لاڈو سرائے میں آپکو دفن کیا۔ جب یہ خبر واقعہ کی شیخ کو ہوئی۔ فرمایا کس مسئلہ پر آپ کو شہید کیا۔ قاضی نے کہا حق تعالیٰ کا پاپوش ثابت کیا تھا۔ حضرت موصوف نے فرمایا کہ اضافت برائے ادنیٰ ملابست درست ہے۔ پوچھنا چاہئے تھا کہ کفش خدا تعالیٰ واسطے ملکیت خدا کہتا تھا لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یا حق تعالیٰ کو لابس کفش کہتا تھا قاضی جواب سے عاری ہوا۔ پس آپ کو جوش آیا۔ اور فرمایا اے روسیاہ اسیوقت قاضی کا منہ سیاہ ہوگیا۔ اور حال تباہ ہوگیا۔ دہلی میں مزار لاڈو سرائے میں ہے۔

شیخ حسن طاہرؒ

آپ خلیفہ حضرت سید راجی حامد شاہ ہیں حسب الطلب سلطان سکندر لودھی دہلی آئے تھے اور کوشک نجے منڈل برج حصار سلطان محمد تغلق میں سکونت رکھتے تھے اور اُس جگہ آپنے وفات پائی تھی۔ مفتاح الفیض وغیرہ رسائل علم سلوک و توحید میں آپکے ہیں۔ مزار قطب صاحب میں حصار نجے منڈل متصل قلعہ رائے پتھورا ہے۔

شیخ ولی محمد دہلوی

آپ مریدان باکمال شیخ عبدالعزیز سے صاحب حال و قال تھے۔ وفات آپکی ۱۸ جمادی الثانی سنہ ۱۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی براہ قدم شریف پچھواڑی مسجد عبدالکریم

شیخ عبدالغنی بیابانی

آپ خلفائے شیخ عبدالعزیز سے نہایت درویش صاحب حال و قال تھے خاندان کا حال معلوم نہیں۔ وفات ۹ جمادی الثانی سنہ ۱۰۱ھ دہلی میں ہوئی صحن مسجد فیروزی قریب عیدگاہ فیروز شاہی مزار ہے ؎

شیخ عبدالعزیز شکرکی بن شیخ حسن طاہر ملقب بجمال الحق

آپ مرید و خلیفہ میاں قاضی خان یوسف ناصحی ظفرآبادی تھے۔ اور اُنہوں نے آپکو جمال الحق سے ملقب کیا تھا۔ کہتے ہیں آپکا خاتمہ اس آیت پر ہوا فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ دہلی میں ستر سال رہنمائے خلق رہے۔ اور کہتے ہیں کہ بہت ذوق و شوق میں رحلت فرمائی بیت درگوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کہ تا ملک الموت نگنجد ہرگز

آپ بادشاہ خیالی ہیں۔ وفات شریف ۱۷ جمادی الثانی ۹۰۱ھ مزار دہلی کوٹلہ فیروز شاہ میں ہے۔

حضرت مولانا سماء الدین بن قمر الدین

آپ مرید شیخ کبیر الدین اسمٰعیل خلیفہ و نبیرہ حضرت سید جلال الدین بخاری ہیں۔ آپکے مفصل حالات و خرق عادات وغیرہ حضرت جمالی آپکے مرید نے کتاب سیر العارفین میں لکھے ہیں۔ وقت غسل انگشت شہادت اٹھا کر اللہ اللہ کہا جو سب حاضرین نے سنا۔ لمعات عراقی پر حاشیہ وافیہ لکھا شیخ عبداللہ بیابانی فرزند کلاں۔ و شیخ نصیرالدین فرزند خورد آپکے تھے۔ وفات ۱۷ جمادی الاول ۹۰۱ھ میں ہوئی۔

مزار دہلی قطب صاحب بالائے حوض شمسی ؎

شیخ عبداللہ بیابانی نہنگ دریائے معانی بن مولانا سماء الدین

آپ اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ تھے آپ جیسا مجاہدہ و ریاضت تجرد و توکل شاید ہی کسیکو میسر ہوئے۔ ساٹھ سال سے زائد ایک حالت اور ایک ہی اسلوب سے جنگل بیابان میں بسر کی اور جھونپڑی تک نہ بنائی۔ اور پنجوقتی نماز کو بے غسل ادا نہیں کیا۔ اور تمام عمر سوائے بناس پتی و یا میوہ جنگل کے روزہ افطار نہیں کیا۔ ایک ختم قرآن کا ہر روز معمول تھا۔ اور اکثر آپکے گرد شیر و پلنگ و آہو تمام جانوران جنگلی جمع رہتے۔ اور کوئی کسیکو گزند نہیں پہنچاتا۔ مزار قطب صاحب (دہلی) میں ہے۔

شیخ نصیرالدین ابن مولانا سماء الدین

آپ بھی مرید او خلیفہ اپنے والد بزرگوار کے تھے۔ بڑے عابد و پرہیزگار و بصورت و سیرت مقبول روزگار تھے۔ آپکے صاحبزادے شیخ عبدالغفور تھے جنکی شان میں انکے دادا

شیخ سماء الدین فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالغفور ہمارے گھر کا چراغ ہیں۔ اور انکو ارادت شیخ نصیر الدین اپنے والد سے تھی۔ مزار قطب صاحب میں ہے۔ (دہلی)

شیخ علاؤالدین بن شیخ نورالدین اجودھنی

آپ اولاد امجاد حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر سے تھے۔ آپ فرید الدہر وحید العصر صاحب اخلاق حمیدہ وصفات ملکیہ تھے۔ آپکو فرید ثانی وفیل مست کہتے تھے اور خدمت میں تاج الدین بن عبدالصمد جد خود ارادت رکھتے تھے۔ آپ کو روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی۔ اور خاص رابطہ تھا۔

نقل ہے کہ ایک درویش آپکی خدمت میں آیا۔ اسکے پاس تریاق اکبر تھا اور خاصیت اسکی یہ تھی کہ زہر خوردہ بیمار کو دینے شفا ہو جاتی۔ فرمایا ہمارے پاس بھی تریاق اعظم ہے آؤ امتحان کریں۔ پس ایک چڑیا زندہ طلب کی۔ اور قطرہ زہر ہلاہل اسکو دیا وہ مرگئی بعد اسکے پارہ کاک خشک لنگرخانہ خواجہ قطب الدین اپنے پاس سے نکالا۔ اور پانی میں حل کرکے چڑیا کے منہ میں ڈالدیا۔ چڑیا زندہ ہو کر اڑ گئی۔

۔۔۔ کاک ایک قسم کی روٹی ہوتی ہے۔ مثل گاؤدیدہ کے کنارہ اٹھے ہوئے۔ بختیار کاکی کے یہاں اسپر نیاز ہوتی ہے۔

سال وفات ۸۰۳ھ مزار قطب صاحب دہلی میں ہے۔

میر سید عبدالاول بن علائی چشتی جونپوری

آپ مریدو اولاد میر سید محمد گیسو دراز سے تھے۔ دکن میں جامع جمیع علوم عقلی و نقلی ورسمی وحقیقی اور صاحب تصانیف تھے۔ فیض باری شرح صحیح بخاری اور رسالہ فرائض سراجی کو نظم کیا۔ اور کتاب سفر السعادت ورسالہ تحقیق النفس بعبارت محققانہ۔ علاوہ بریں

اور اکثر کتب پر حواشی و شرح لکھے ہیں۔ بہت معمر تھے۔ آخر عمر میں باستدعا خانخاناں محمد بیرم خاں دہلی آکر دو سال قیام کیا اسکے بعد رہگرائے عالم بقا ہوئے ۹۶۰ھ سال وفات ہے۔ مزار دہلی مقام قطب صاحب میں ہے۔

شیخ سید جیو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مرید و خلیفہ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ابتدا میں آپ امرائے ذوی الاحتشام دہلی میں سے تھے۔ خرقۂ خلافت پاکر وطن میں چلے آئے تھے ۱۰۱۵ھ میں وفات پائی مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ کمال الدین علامہ خطاب چشتی بن عبدالرحمٰن

نسب آپکا بحضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پہنچتا ہے۔ آپ برادر عمزادہ و خواہرزادے حقیقی و مرید و خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی ہیں۔ مجالس حسنیہ سے نقل ہے کہ آپ کو خلافت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے بھی تھی۔ چنانچہ جب کہ آپ زیارت حرمین شریفین کو جانے لگے تو آپنے بحضور سلطان المشائخ یہ ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت موصوف نے اجازت عطا فرمائی اور جامہ ملبوسہ خود پہنایا۔ اور خلافت نامہ دیکر آپ کو رخصت کیا جسکی برکت سے سات حج آپنے کئے اور بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوکر مراجعت فرمائی اور بہت کچھ فتوحات حاصل کیں۔ جب دہلی آئے تیرہ ہزار سکۂ زر و نقرہ و اسباب ساتھ تھا۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے استفسار مال و متاع دیکھکر فرمایا۔ اتنی دنیا کیوں جمع کی ہے۔ آپنے عرض کی راہ میں سنا تھا کہ حضرت سلطان المشائخ رحلت فرماگئے ہیں۔ اور آپ سجادہ نشین ہوئے ہیں۔ اگر خالی ہاتھ جاؤنگا تو مجھکو

پھر بھائی و ابنائے جنس مطعون کرینگے۔ اِس متاع و مال کو علماء و صلحا میں تقسیم کر دو لگا چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اُوپر سکۂ زر کے سیاہی ملکر اور گرہ باندھ کر دیتے۔ اور کہتے یہ سیاہی قبول کرو۔ اسکے بعد تاتار خان نے ہشتاد تنکہ روزینہ آپ کا مقرر کیا۔ آپنے روشن چراغ دہلی سے دریافت کیا۔ فرمایا جو بغیر طلب و قصد کے وظیفہ ہوا ہے وہ بمنزلہ فتوح کے ہے قبول کرو۔ کثرت علم کی وجہ سے مخاطب بخطاب علامہ تھے حضرت مخدوم جہانیاں نے شرح مشارق آپسے سبقاً پڑھی تھی۔ پھر آپ احمد آباد گجرات تشریف لے گئے۔ اور خلق خدا کو اپنے حلقۂ ارادت میں لائے پھر دہلی میں آکر تا زیست بہ تہذیب مخلوق مصروف رہے۔

آپکے تین صاحبزادے تھے اول شیخ نظام الدین کہ عالم و فاضل تھے۔ دوم شیخ نصیر الدین خلیفہ حضرت سید محمد گیسو دراز جنکی اولاد گلبرگہ شریف میں ہے۔ اور قبر بھی اُنکی وہاں ہے۔ سوم حضرت خواجہ سراج الدین جو خلیفہ پدر خود ہوئے اور جنکے سبب سے یہ سلسلہ زیر قلم چلا۔ وفات ۲۷ ذیقعد ۷۵۶ھ میں ہوئی۔ مزار شریف مقام چراغ دہلی پاس مزار حضرت چراغ دہلی مجر سنگ باسی کا ہے۔

ذکر حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ

آپ عالم باعمل اور ولی کامل بزرگ تھے حضرت کے والد ماجد صاحب کا اسم گرامی حضرت شیخ نور اللہ تھا۔ دہلی کی جامع مسجد میں محرابوں کے اُوپر جو کتبے لکھے ہوئے ہیں وہ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحبؒ کے والد ماجد نور اللہ رحمۃ اللہ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں۔ یعنی کتابت اُنکے دست مبارک سے ہوئی ہے۔

حضرت شیخ کلیم اللہ رحمۃ اللہ کی پیدائش دہلی میں ۲۴ ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۰ھ کو ہوئی۔ اِس بزرگوار کا اسم تاریخی غنی تھا۔

حضرت شیخ نے علمِ ظاہری کی تکمیل شیخ ابو الرضا رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے
اور علوم باطنی شیخ ابو الفتح صاحب سے کی جب علوم ظاہری و باطنی سے فراغت
پائی تو محبت الٰہی جوش میں آئی۔ اور پیر کامل کی تلاش ہوئی۔

تلاش پیر کامل و بیعت بہ ندائے بالغیب پہلے مکہ معظمہ تشریف لیگئے
اور وہاں سے بموجب فرمانے ایک مجذوب کے مدینہ منورہ حاضر ہوئے حضرت
شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھوڑے ہی عرصہ بعد قطبیت ملی اور خلیفہ
اعظم ہوئے۔ اور جب مکہ معظمہ سے واپس تشریف لائے تو جو شخص جناب کی زیارت
کرتا قطب عالم کہکر مخاطب ہوتا۔

شیخ اچھا صاحب کا ذکر۔ اور جب حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے
حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہجہان آباد کی طرف رخصت کیا
تو فرمایا کہ ایک شخص مسمّی شیخ اچھا پرانی دہلی کا رہنے والا آج رات کو عالم معانی[1]
میں ہم سے مرید ہوا ہے۔ جب تم نزدیک شہر کے پہنچو اس سے اچھی طرح ملاقات
کرنا کہ وہ بھی تم جیسا ہمارا بچہ ہے۔ اور یہ شجرہ و کلاہ ہماری اسکو پہنچانا۔ حضرت شیخ نے
اپنے پیر روشن ضمیر سے رخصت لی تو قطع منازل فرماتے ہوئے حضرت خواجہ
بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں وارد ہوئے۔ اور رات دن وہیں بسر
کی۔ اسی رات حضرت شیخ اچھا نے پیر ثانی کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ مرید و
خلیفہ خاص الخاص ہمارا شیخ کلیم اللہ جس نے ظاہری آنکھوں سے مجھے دیکھا ہے
آج صبح ان اوصاف کے ساتھ وارد ہوگا۔ چاہیئے طہارت کامل کے ساتھ اس کا استقبال
کرنا اور شجرہ و کلاہ جو ہم نے تمہارے واسطے بھیجا ہے اس سے لیلو۔ بیدار ہوئے تو صبح
کی نماز سے بطہارت کامل فارغ ہوکر پرانی دہلی سے اس طرف روانہ ہوئے تھوڑی

[1] یعنے ماورائے دنیا کی مجازاً عالم رؤیا یعنے خواب ہیں۔

رہی دور رستہ طے کیا تھا کہ دیکھا ایک شخص پیدل آتے ہیں۔ اور پیچھے لوگ خالی سواری
لاتے ہیں۔ آپ نے تعلق دلی سے پہچان لیا کہ یہ صاحب جو آگے تشریف لاتے ہیں
یقین ہے کہ پیشوائے دین حبیب اللہ حضرت شیخ کلیم اللہ امانت وار ہیں۔ کہ انوار
و برکات آپکی ذات سے آشکارا ہیں۔ اور حضرت شیخ نے بھی دور سے دیکھا اور باطنی
آنکھوں اور آثار و نشان جو پیر سے سُنے تھے پہچان لیا کہ شیخ یہی ہیں۔ اور مثل قران
السعدین جب قریب ہوئے اور نام و نشان تحقیق ہوگیا تو شیخ اچھا نے فرمایا کہ آپ
ذرا بیٹھ جائیں کہ میں آپکے صدقہ ہوں کہ حضرت نے میرے پیر کو اپنی ان آنکھوں
سے دیکھا ہے اور ملاقات فرمائی ہے۔ اِس لئے میرے سے آپ کو زیادہ فضیلت
ہے حضرت شیخ نے فرمایا کہ جس نے دین لیے) بدقت سفر راہ و قطع منازل کر کے
زیارت اُن حضرت کی کی ہے اسقدر بزرگی نہیں ہے جتنی کہ آپ کو ہے۔ آپنے
چشم باطن سے اُن حضرت کو دیکھا ہے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور کہا حضرت
نے از خود شجرہ و کلاہ میرے ہاتھوں عنایت فرمایا ہے۔ غرض آپکے اقرار و انکار کے
بعد شیخ اچھا ہی حضرت شیخ کلیم اللہ کے تصدق ہوئے۔ اور اس کیفیت میں اسقدر
ذوق وشوق تھا کہ گویا طواف کعبہ ہورہا ہے۔ اور شیخ بھی شیخ اچھا کے تصدق ہوئے
اور تاحین حیات درمیان ان دونوں بزرگوں کے نہایت ذوق وشوق اور یگانگت
سے گذری۔ مزار شیخ اچھا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حجرے میں ہے جو زیر روضہ
حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ واقع ہے۔

حضرت شیخ کلیم اللہ سے مولٰنا نظام الدین اورنگ آبادی نے بھی بیعت کی
جو اس واقعہ سے واضح ہوتی ہے۔

حضرت شیخ کی کرامت۔ آپکی خرق عادات وکرامات تو بیان سے باہر ہیں۔
"تاہم حیدر آباد کی مشہور روایت جو آپ کی کرامت کی دلیل ہے عام طور سے مشہور

ہے کہ زمانہ شاہی دہلی حیدر آباد دکن جو کہ ماتحت تخت دہلی کا تھا وہ سرکش ہوگیا تو بادشاہ وقت نے متواتر مہمات سرکوبی کے لئے روانہ کیں نا کام رہا۔ شدہ شدہ دربار دہلی میں آصف جاہ اول جو اعلیٰ حضرت واقدس موجودہ خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کے جد امجد اور مورث اعلیٰ تھے انکا بھی نمبر آیا۔ اور بادشاہ دہلی نے کہا کہ اس دفعہ آپ اس مہم پر جائیں۔ آصف جاہ خلد آشیاں روانگی مہم سے پہلے حضرت شیخ کی خدمت بابرکتاً میں حاضر ہوئے۔ اور حیدر آباد جانے کا مفصل حال اور واقعہ عرض کر کے دعائے خیر کے طالب ہوئے۔ آپنے فرمایا کہ ہمنے روحانی طور پر دکن کی ولایت اپنے خلیفہ خاص نظام الدین اورنگ آبادی کو دی ہے۔ ہم انکو رقعہ لکھ دیتے ہیں۔ جیسا تم چاہو گے انشاء اللہ ویسا ہو جاویگا۔ آصف جاہ موصوف نے وہ رقعہ دست مبارک کا لکھا ہوا سر پر رکھا اور برائے جنگ مقابل ہونے سے پہلے حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے حضرت مولانا تناول طعام فرما رہے تھے۔ رقعہ گرامی پیش کیا تو حضرت نے بصد ادب کھڑے ہوکر بوسہ دیا اور سر پر رکھا۔ اور مضمون مندرجہ سے آگاہ فرماکر ایک روٹی پر ہڈی رکھکر آصف جاہ کو دی۔ ان خلد آشیاں نے نہایت ادب سے لی اور سر پر رکھی اور کہا یہ ہڈی نہیں ہے۔ بلکہ تاج ہے کیونکہ پیر اور مرید دونوں کے کرم نظام کے ساتھ تھے۔ جاتے ہی خود سر صوبہ دار کو شکست فاش دی اور اسکے بعد تا حیات نظام برابر حاضر ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ مولانا کو کئی لاکھ کی جاگیر پیش کرنے لگے۔ چونکہ آپ کو اپنے پیر حضرت شیخ سے نہایت عقیدت تھی۔ اور بلا حضور کی مرضی مبارک کے آپ کوئی اہم کام انجام نہ فرماتے تھے حضرت شیخ سے استفسار کیا۔ کہ حاکم دکن اس طرح ایک معقول رقم پیش کرتا ہے حضرت کے جواب کا انتظار ہے حضرت شیخ نے ارقام فرمایا کہ مناسب ہے جو کچھ وہ پیش کرتا ہے لیلو کہ اسکی دل شکنی نہ ہو۔ اور اس جواب کو حضرت نے اپنی مکتوبات کلیمی میں لکھا ہے۔ نظام الدین اولیا اورنگ آبادی اکثر

اس شعر کو اپنے عقیدت مندوں سے کہا کرتے تھے

اگر تو پاسداری پاس انفاس
بسلطانی رسانندت ازاں پاس

اور دیگر یہ شعر بھی فرماتے تھے۔

ہر یک نفس کہ میرود از عمر گوہر یست	کاز اخراج ملک دو عالم بود بہا

درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا اور دور دور سے لوگ علم دین حاصل کرنے آتے اور حضرت سے سند فضیلت پاکر جاتے۔ جو آتا محبت سے سمجھاتے اور اللہ کا نام بتاتے

تصنیفات۔ درس و تدریس کے ساتھ استفادۂ خاص و عام کے لئے تصنیفات کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ تصنیفات تو حضرت کی بہت بیان کی جاتی ہیں۔ تاہم یہ کتابیں یادگار مشہور اور مقبول ہیں۔

تفسیر کلیمی۔ جو قرآن شریف کے ساتھ ساتھ حاشیہ پر زبان عربی میں ہے۔ غالباً ایک ہی دفعہ طبع ہوئی اب نایاب ہے۔

سواء السبیل۔ عربی معہ ترجمہ اردو۔ جو سلوک و تصوف کا بیش بہا خزانہ ہے۔ ایک روپیہ کو ملتی ہے۔ نہایت عمدہ کتاب ہے۔

عشرہ کاملہ عربی۔ معہ ترجمہ اردو۔ و تصوف کے مختلف دس مسائل جو حضرت نے رمضان شریف کے اعتکاف میں لکھے ہیں۔ قیمت غالباً ۱۲؍ ہے

کشکول کلیمی فارسی۔ معہ ترجمہ اردو۔ تصوف اور ذکر اشغال ہیں۔ مبتدی اور منتہی دونوں کے کام کی ہے۔ غالباً ۸؍ میں ملے۔

مرقعہ کلیمی فارسی۔ معہ ترجمہ اردو۔ رفتہ رفتہ کرکے لکھی ہے۔ عملیات میں بے نظیر ہے بقیمت ۱۲؍ غالباً ملے۔

مکتوبات کلیمی۔ فارسی۔ جو اخلاق و تصوف اور فارسی خانگی حالات میں ہے۔ بقیمت ۸؍ غالباً ملے۔

فقر و قناعت۔ زمانۂ حیات میں گو فتوحات بہت کچھ تھی۔ لیکن اس طرح جو کچھ آتا تھا لنگر خانہ میں صرف ہو جاتا تھا۔ ذاتی آمدنی حضرت کی کچھ کم تھی۔ تاہم اسی میں گذر فرماتے بادشاہ فرخ سیر نے بہت چاہا کہ آپ کو جاگیر وغیرہ پیش کرے۔ اور ماہانہ وظیفہ بھی نذر کرے لیکن شیخ صاحب نے منظور نہیں فرمایا۔

شیخ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء یہ حضرات زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت محمد ہاشم مولانا شاہ ضیاء الدین۔ مولانا شاہ جمال سجے پوری۔ شاہ ناتو جن کا مزار دہلی کی مسجد فتحپوری میں واقع ہے۔ مولانا عبد المجید۔ خواجہ یوسف۔ خواجہ شریف جنکے مزارات حیدرآباد دکن میں زیارتگاہ خلائق ہیں۔ اور جاگیریں درگاہ کے نام پر حضور نظام کی طرف سے مقرر ہیں۔ اور اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ آپکے خلیفہ ارشد حضور نظام الدین اولیاء ہیں جن کا مزار اورنگ آباد دکن میں ہے۔ اور آپکے جانشین خواجہ صاحبان آج تک جو مسافر وہاں جاتا ہے اور جبتک وہ رہتا ہے درگاہ سے کھانا پاتا ہے۔ اور جو زاد راہ کا طالب ہوتا ہے وہ زاد راہ پاتا ہے۔ اور موسم سرما میں کمبل کا طالب ہوتا ہے کمبل پاتا ہے۔ نہایت سخی ہیں۔ اور خیر سے خواجہ صاحب کے ولیعہد میاں قیصر بڑے دریا دل ہیں۔ اور کسی کی مصیبت دیکھ نہیں سکتے بڑے رحم دل ہیں اور اپنے بزرگوں کے قائم بمقام ہیں۔

حضرت شیخ کی وفات حضرت شیخ کا وصال ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ کو ہوا اور اس حساب سے حضرت کی عمر اکیاسی سال نو مہینے کی ہوئی۔ منجملہ متعدد تواریخ وصال کے ایک صاحب نے یہ تاریخ لکھی ہے

کلیم اللہ عارف پاک بودہ ۔۔۔ باقلیم بقا ذوقش ربودہ
بپرسیدم چو تاریخ وفاتش ۔۔۔ خرد گفتا کہ ذات پاک بودہ

حضرت سید محمود بحار رحمہ اللہ

سید ناصر الدین سوفی بحی کی اولاد سے ہیں۔ آپ بڑے ولی اللہ ہیں۔ علاوہ درویشی

کے بہت بڑے عالم تھے اور اسی واسطے سجا آپ کو کہا کرتے تھے اور آپ کا لقب محی النظام
ہے اور آپ کو راجہ باڑ گو ربھی کہتے ہیں۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک بڑھیا بیوہ عورت
کا بیٹا سفر کو گیا تھا۔ اور وہ اس سے بہت محبت رکھتی تھی۔ اور ہمیشہ آپکی خدمت میں
حاضر ہوتی۔ اور اپنے لڑکے کے ملنے کی دعا منگواتی۔

اللہ تعالیٰ نے از روئے مکاشفہ کے آپ پر ظاہر کیا کہ اس کا بیٹا فلانی جگہ مر گیا ہے
اور بجز ہڈیوں کے اور کچھ نہیں باقی رہا ہے۔ آپنے بعجز و انکسار اللہ تعالیٰ کی جناب میں
دعا کی۔ اور جناب باری نے اپنی قدرت کاملہ سے آپکی دعا قبول کی اور اس مردہ کو
زندہ کیا۔ اور اسکی ماں سے ملایا اَولیاءِ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل کا جلوہ دکھایا
جب سے آپکا لقب محی النظام۔ اور راجہ باڑ گو رہو گیا۔

آپکا وصال ستائیسویں صفر ۱۱۹۹ھ میں ہوا۔ معتقدین نے آپکے مزار کی
چار دیواری بنادی ہے۔ اگرچہ مکان عمدہ نہیں مگر فیض سے مملو ہے ؎

ز عشقِ ناتمام ما جمالِ یار مستغنی است
باب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

اس مکان کو مکین سے شرف ہے۔ اور شرف المکان بالمکین۔ اس ہی جگہ صادق ہے

حضرت مولانا فخر الدین فخر جہان محب نبی

آپ عالم بے بدل۔ درویش بے مثل و خلیفہ اکمل اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ نظام الدین
اورنگ آبادی کے تھے۔ جب آپکے پیدا ہونے کی خبر حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی
کو پہنچی تو انہوں نے تہنیت نامہ تحریر فرمایا۔ اور ملبوس خاص سے ایک پیرہن آپ کے
لئے تیار کر کے بھیجا اور تحریر فرمایا کہ نام اس سعید ازلی کا مولانا فخر الدین رکھنا۔ آپ کی
عمر جب سات برس کی ہوئی۔ آپنے رسول مقبول صلعم کو خواب میں دیکھا کہ پانچ دانہ قہوہ
یعنی بن مرحمت فرمائے جو آپنے بیدار ہو کر اپنے دستِ مبارک میں موجود پائے۔

جسکی پوری کیفیت مناقب فخریہ میں درج ہے۔ پندرہ برس کی عمر میں خرقۂ خلافت پایا آپنے تحصیل علم میاں محمد خاں سے کی تھی۔ اور فصوص بازغہ وغیرہ پڑھی تھی۔ میاں خان محمد بڑے صاحب نسبت تھے جس جگہ کسی مسئلہ فصوص الحکم میں بند ہو جاتے تھے ایک دو گھڑی تک آسمان کیطرف دیکھتے رہتے تھے۔ اور پھر اس مسئلہ کو فرمایا کرتے تھے یعنے روح مصنّف کو حاضر کرکے مسئلہ حل کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا فخر الدین نے آٹھ برس ریاضتِ شاقہ میں مصروف رہکر کار درویشی تکمیل کو پہنچایا۔ اور تاکہ اپنا حال کسی پر ظاہر نہ ہو مائل بفن سپاہ گری ہوئے۔ اوّل ہمت یار خان و نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر کی صحبت میں رہے جب راز فاش ہونے لگا تو جانب ڈیرہ جات پنجاب راجہ کوڑا رام والی ریاست گڈھ مہاراجہ کے افسر ہوئے۔ راجہ کی لڑائی رئیس ٹوانہ سے ہوئی لیکن آپ کی توجہ سے وہ لڑائی فتح ہوئی تو آپ کی کرامت کا غلغلہ ہو گیا۔ آپ بوقت شب معہ دو کس ہمراہیان کے روانہ ہو کر درگاہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری میں حاضر ہوئے اور استفادہ روحانیت کیا پھر حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اورنگ آبادی کا عزم کیا۔ وہاں پہنچکر خواجہ کامگار خان کے اصرار سے مسندِ مشیخت متمکن ہوئے۔ پھر باشارۂ غیبی ۱۱۶۵ھ میں بعہد احمد شاہ بادشاہ گورگانی رونق افروز دہلی ہو کر قیام فرمایا۔ اجمیری دروازہ شہر دہلی کے باہر خانقاہ طیار کرائی۔ اس اثنا میں پاک پٹن جاکر معتکف ہوئے اور مزارات لاہور و پانی پت سے مشرف ہو کر دہلی میں رونق افروز ہوئے۔

حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی آپکے مرید ہوئے۔ اس ہی زمانہ میں آپنے کتاب فخر الحسن تحریر فرمائی۔ دوسری کتاب عقائد نظامیہ۔ در علم عقائد۔ و اقعات متفرق تحریر فرمائے اور یہی زمانہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ و مولانا شاہ عبد القادر و مولانا رفیع الدین دہلوی کا تھا۔ اور یہ لوگ بھی آپ کی ولایت کے معتقد تھے۔

کبھی کبھی آپ کو اور کل متعلقین و استگان کو بلکہ حیوان و جانوران کو فاقہ ہوا کرتا تھا۔ اُس روز کا نام غرہ رکھا ہوا تھا۔ اُس روز کسیکی دعوت میں نجاتے۔

آپ کریم۔ رحیم۔ جواد۔ شجاع و متواضع و عاقل و عاشق۔ خوش صورت۔ خوش سیرت خنداں رو و دلکش۔ خوش سخن۔ خوش تقریر و جاذب القلوب و غمخوار حریف و ظریف و متین و صادق القول و قانع و متوکل۔ پردل و با مروت باحیا و وفادار تھے۔

وقت وصال مولانا صاحب کے مشائخان دہلی و خلفائے سید صابر بخش صاحب حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے۔ اور دریافت کیا کہ آپکے بعد آپ کا خلیفہ و سجادہ نشین کون ہوگا۔ فرمایا میاں صاحب نور محمد مہاروی۔ باقی رسم ظاہر کے لئے تم کو اختیار ہے جسکو چاہو بٹھا دو۔

آپکے جنازہ میں شریک تمام دہلی والے اور شاہ وقت اکبر شاہ ثانی۔ اور ولیعہد ابوظفر بہادر شاہ ثانی تھے

آپکی جائے پیدایش اورنگ آباد ہے ۱۱۴۲ھ میں تولد ہوئے اور تاریخ وفات ۲۷ جمادی الثانی بوقت آخری شب ۱۱۹۹ھ ہے۔

آپ کا مزار دہلی میں عقب مسجد آستانہ خواجہ قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ علیہ موضع مہرولی (قطب صاحب) میں زیارتگاہ عام ہے۔

آپکی والدہ صاحبہ محترمہ مدفون درگاہ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی مسجد کے قریب نیم کے سایہ میں آرام گزین ہیں۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا عماد الدین سید محمد عرف میر محمدی

آپ صحیح النسب سادات عظام و روسائے ذوی الاحتشام و علمائے عالیمقام دہلی سے تھے۔ عالم شباب میں حضرت مولانا فخر الدین سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا تھا

اور نیز اپنے ماموں سید فتح علیشاہ دہلوی قادری سے بھی آپ کو نعمت پہنچی تھی۔ اور بہت سے تکمیل علم الٰہی و تربیت و رہنمائی شاہزادگان والاشان دہلی۔ و دیگر مریدان و معتقدان فخر جہاں کے مفتخر ہوئے۔ اور آپکے یہاں عرس میں حضرت محمد سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ دہلی آخر بادشاہ خاندان تیموریہ تشریف لایا کرتے تھے۔ اور حضرت شیخ ابراہیم ذوق استاد ظفر آپکے مریدوں سے تھے۔ سنہ ۱۲۴۲ھ سال وفات ہے۔ مزار آپ کا دہلی محلہ بھوجلا پہاڑی قریب پنلی قبر ہے۔

حضرت غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب

آپ فرزند ارجمند مولوی قطب الدین اور نبیرہ مولانا فخر الدین صاحب تھے۔ ابتدا میں آپنے بڑی ناز و نعمت و جاہ و حشم میں پرورش پائی تھی۔ گویا بادشاہت دہلی آپ کی آستانہ بوس تھی۔ آخرش اثر جدی نے ظہور کیا اور شوق خدا طلبی غالب آیا۔ توبہ نصوح اول کرکے اور تمام علائق دنیا سے ترک و تجرید حاصل کرکے زیارت حرمین شریفین کو تشریف لیگئے۔ اور وہاں سے واپس ہو کر بحضور حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی طلب خدا میں حاضر آئے اور بیعت سے مشرف ہو کر حسب الارشاد اپنے پیر روشن ضمیر کے ایک برس تونسہ شریف مقیم رہکر ریاضت و مجاہدہ میں بسعی تمام مشغول رہے۔ و بہ تربیت غوث زمان تکمیل کو پہنچکر مقصود اصلی میں کامیاب ہوئے۔ آپکے حال پر آپکے پیر کی توجہ کامل تھی۔ چنانچہ بعد نماز فجر اور عین مشغولی و مراقبہ میں آپ کو بھی اپنے حجرہ میں بٹھالیا کرتے تھے اور وقت چاشت تک اسی اثنا میں بعض حکایات و اسرار آپکے آگے ارشاد کرتے رہتے تھے

ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ آخرین نسل تیموری آپکے مرید اور بہت معتقد آپکے خاندان کے تھے۔ آپکے بہت مرید و خلیفہ ہوئے ہیں۔ آپکے صاحبزادے کلاں میاں نظام الدین آپکے سجادہ نشین رہے۔ جنہوں نے ۱۲ شوال ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔

اور پہلو ئے والد خود مدفون ہوئے۔ دوسرے صاحبزادے غلام معین الدین مجذوبی کی لٹک رکھتے تھے اور بڑے سیف زباں تھے جو کچھ حالت جذب میں منہ سے نکلتا تھا وہ ہو کر رہتا۔ آپکی وفات ۷ صفر ۱۳۰۶ھ میں ہوئی۔

کالے صاحب کا وصال ۱۵ صفر ۱۲۶۲ھ میں ہوئی۔ مزار کالے صاحب دہلی کہنہ قطب صاحب پاس مولانا محمد صاحب ہے

جناب میران شاہ نانو علیہ الرحمۃ

اصل وطن آپکا تھانیسر ہے سلسلہ حضرت کا جناب برکت انتساب سرگروہ اہل اللہ شیخ جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمۃ تک کئی واسطوں سے پہنچتا ہے بعد تحصیل کمال اور حصول فیوض باطنی کے شہر دہلی میں وارد ہو کر حریم مسجد فتحپوری میں ایک حجرہ واسطے سکونت کے اختیار کیا اور رفتہ رفتہ آپکی کرامت اور فیض باطن کا شہرہ ایسا بڑھا کہ چھوٹے اور بڑے سب ہی فیضیاب ہو کر فوائد کثیر اٹھانے لگے۔ اسی برس کی عمر کے قریب وفات پائی۔ اور صحن مسجد میں مدفون ہوئے۔

جناب شاہ جلال علیہ الرحمۃ

جناب خلیفہ تھے حضرت میر شاہ نانو صاحب مغفور کے حضرت میر شاہ نانو صاحب کے حجرہ میں مسند خلافت پر بیٹھکر عمر بسر کی اور نفس واپسیں تک اہل دنیا کی طرف رجوع نہ کی۔ باوجود توکل کے لنگر شام کے وقت مساکین و فقرا کو آپ کی طرف سے تقسیم ہوتا تھا۔ یہ حضرت بھی بعد وفات کے اپنے پیر کی قبر کے قریب مدفون ہوئے۔

مولوی کرامت اللہ صاحب آپ سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں بیعت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی سے تھے معقول و منقول میں کامل تھے حافظ قرآن تھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری تھا فیض ظاہری و باطنی دونوں تھے اور آپ زیارت حرمین سے مشرف ہو کر قسطنطنیہ بغداد کربلا وغیرہ کی سیاحی سے دہلی میں آکر وصال فرما گئے تھے

سلسلۂ سہروردیاں

حضرت شیخ صلاح الدین درویش سیتانی

آپ اعظم خلفا حضرت شیخ صدرالدین عارف ابو مغانم ہوئے ہیں ۔ ملتان سے دہلی میں آکر متوطن ہوئے ۔ ایک روز بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جوان گھوڑے خوش شکل اور خوش رفتار پر سوار ہو کر چلا جاتا تھا ۔ ناگاہ تازیانہ اسکو سوار نے مارا کہ اس ضرب تازیانہ کا نشان صریح گھوڑے پر آگیا ۔ آپنے اس سوار کو غضب کی نگاہ سے دیکھا ۔ اسیوقت سوار گھوڑے پر سے گر پڑا ۔ جب دیکھا گیا تو نشان ضرب اس تازیانہ کا آپکے جسم مبارک پر تھا ۔ آپ حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی کے ہمعصر اور ہمسایہ تھے ۔

۲۲ صفر ۷۴۳ھ میں وفات پائی ۔ مزار شریف چراغ دہلی قریب مقبرہ حضرت نصیرالدین محمود

حضرت شیخ عثمان سیاح ولد قاضی وجیہ الدین شامی

آپ خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح ہوئے ہیں ۔ آپ ہمراہ اپنے شیخ کے ملتان گئے تھے اور تربیت پائی اور کتاب عوارف پڑھی ۔ پھر اجازت لیکر حج بیت اللہ کو گئے اور سیاحت اختیار کی ۔ آپ دوپہر کے وقت عین تمازت آفتاب میں خانہ کعبہ گئے حضرت خضر علیہ السلام نے سایہ آستین خود آپکے سر پر ڈالکر آپکے برابر خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے تھے ۔ اور اس وقت خضر علیہ السلام نے لباس اپنا ان کو پہنایا ۔ اور دستار آپکے سر پر رکھی ۔ اور چند روز کے بعد دہلی جانیکو رخصت دی ۔ اور فرمایا کہ سلطان المشائخ کی خدمت میں جانا ۔ اور جہاں وہ فرمائیں وہاں رہنا اور ہمارا ان کو سلام کہنا ۔ ۱۰ ذوالحجہ ۷۳۸ھ یا ۷۴۳ھ کو وفات ہوئی ۔ مزار دہلی لکھنو میں ہے

حضرت شاہ عبداللہ قریشی

آپ اولاد حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا سے ہوئے ہیں۔ آپکے آباء کرام ملتان سے دہلی آئے تھے۔ جس وقت میں سلطان بہلول حکمران تھے۔ آپ کو اپنی دامادی میں سلطان نے اختیار کیا۔ آپ سالک مجذوب تھے۔ ابتدائے سلوک میں ریاضات شاقہ و مجاہدات فوق الطاقت کئے تھے۔ نقل ہے کہ ابتدائے سلوک میں آپ کی نماز کمتر ہزار رکعت سے نہیں ہوتی تھی۔ اور تلاوت قرآن میں ختم قرآن سے کم نہیں۔ مگر فائدہ جو ایک ذکر ساعت میں مرتب ہوتا تھا وہ زیادہ اس عبادت سے تھا۔ ایک روز فرمایا جو متاع گھر میں ہے سب باہر لاکر جلادو۔ آپکے پسر شاہ احمد خورد سال نے عرض کی ایک ایک اسباب کا باہر لانا محال ہے جہاں کا تہاں جلادیا جائے کہ اچھی طرح جل جاوے۔ آپ کو یہ بات پسند آئی۔ ۲۲ صفر سنہ ۹۱۰ ہجری میں وفات پائی۔ مزار شریف دہلی کہنہ بر حوض علائی۔

حضرت شیخ رکن الدین بن شاہ عبداللہ قریشی

آپ نواسہ سلطان بہلول اولیاء ہوئے ہیں۔ اور اپنے پدر بزرگوار کے انتقال کے بعد شیخ الاسلام دہلی ہوئے تھے۔ سال وفات سنہ ۹۵۵ ہجری۔ مزار مبارک بر روضہ پدر خویش دہلی میں مدفون ہوئے۔

حضرت شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری

آپ اولاد حضرت سید جلال بخاری اعظم کے ہیں۔ سید الطرفین یعنے حسینی پدر و حسینی مادر او حضرت سید جلال بخاری اعظم جد سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت کے

حضرت سید جلال بخاری اعظم کے دو فرزند سید احمد و سید محمد تھے۔ حاجی عبدالوہاب اولاد سید احمد سے ہیں۔ اور مخدوم جہانیاں جلال الدین فرزند سید محمد کے۔ آپکے پیر واستاد اور خسر سید صدر الدین بخاری ہوئے ہیں۔

آپ زیارت حرمین شریفین سے بعہد سلطان سکندر لودھی واپس تشریف لائے تھے۔ اور نسبت طلب ارادت واسترشاد حضرت شاہ عبداللہ سے ایسی حاصل کی کہ فنافی الشیخ ہوگئے جیسی کہ حضرت مولانا روم کو حضرت شمس الدین تبریزی کے ساتھ نسبت تھی۔ دوبارہ بھی زیارت حرمین الشریفین کو تشریف لے گئے تھے۔ آپکی تفسیر ہے کہ اکثر قرآن بلکہ تمام قرآن کو بارجاع نعت و ذکر پیغمبر کیا ہے۔ اور بہت سے دقائق عشق و اسرار محبت اس میں درج کئے ہیں۔ سنہ ۹۳۲ہجری میں وفات پائی۔ مادہ تاریخ وفات شیخ حاجی۔ عمر ۲۳ سال مزار شریف دہلی کہنہ جوار مقبرہ شاہ عبداللہ۔

پیشوائے سہروردیاں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری

آپنے خرقہ خلافت حضرت شہاب الدین سہروردی سے حاصل کیا تھا۔ اور اسکے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے خرقہ خلافت پہنا۔ اور عمر بھر خواجہ صاحب کے حضور رہے ۱۰ ربیع الثانی یا ۹ رمضان یا ۱۹ صفر سنہ ۶۴۳ھ یا سنہ ۶۷۸ھ میں وفات پائی۔

مزار شریف دہلی کہنہ پائین مزار خواجہ قطب صاحب برچبوترہ۔

حضرت سید نور الدین مبارک غزنوی

آپ خلیفہ و پرورش یافتہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ہوئے ہیں حضرت سلطان شمس الدین التمش کے وقت آپ کو میر دہلی کہتے تھے۔ آپ کی دعا سے باران ناگہاں برسنے لگا تھا۔ لیکن حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے فرمایا ہے کہ آپ کو

نعمت شیخ اجل سے پہنچی تھی۔ ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۶۳۲ھ بقولے سنہ ۶۶۲ھ
مزار مبارک دہلی کہنہ بطرف مشرق حوض شمسی۔

حضرت حاجی مولانا مجد الدین

آپ مرید و خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ بارہ حج کیے تھے۔ انجام کار دہلی میں سلطان شمس الدین التمش نے آپ کو صدر ولایت کیا۔ دو سال تک ضبط مہمات منصب مذکور بڑی خوبی کے ساتھ کر کے دستکش ہوئے۔ ایام تشریق کہ ایام اکل و شرب و ایام ضیافت اللہ ہے خلق اس دیار کی شہر کے باہر جاتی ہے اور بمقام خواجہ مذکور جمع ہوتی ہے۔ اور اس اجتماع کو ختم مولانا مجد حاجی کے نام سے کہتے ہیں۔ ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۶۴۰ھ کو وفات پائی۔
مزار پرانی دہلی میں خواجہ صاحب کے جوار میں ہے۔

حضرت شیخ سماء الملت والدین نام سماء الدین

آپ نے خرقۂ خلافت و ارشاد حضرت شیخ کبیر الدین اسمٰعیل سے حاصل کیا تھا۔ آپ جاذب خواطر میں تصرف عظیم رکھتے تھے جس علیل پر آپ کی نظر پڑ جاتی تھی اس کا امراض باطنی سے بالکل پاک و صاف ہو جاتا تھا۔ اور جس کی طرف آپ تبسم فرماتے اس کا سر انجام نیک ہو جایا کرتا تھا۔ سنہ ۸۸۴ھ میں وفات پائی۔ مادہ تاریخ سال یہ ہے "تا زخشش بگو بہشت آمادہ بر نام"۔ اور بقول دیگرے ۱۷ جمادی الاول سنہ ۹۰۱ھ مزار مبارک دہلی کہنہ بالائے حوض شمسی

حضرت شیخ جمالی تخلص جلالی نام حامد بن فضل اللہ

آپ مرید و خلیفہ اعظم حضرت مولانا سماء الدین سہروردی بعہد ہمایوں بادشاہ ہوئے ہیں

یگانۂ روزگار و مجمع اوصاف اور شعر و سخن میں اپنے وقت کے فرد تھے۔ اصلی نام آپ کا جلال خان تھا۔ اسی واسطے اپنا تخلص جلالی رکھا تھا۔ بعد اسکے باشارت پیر خود بہ تخلص جمالی متخلص ہوئے۔ سیاحت آپکی مشہور ہے۔ چنانچہ کتاب سیر العارفین میں اپنے سفر کا حال خود لکھا ہے۔ آپنے سفر حج بیت اللہ و مدینہ منورہ و بیت المقدس و دیگر مزارات و مقابر وغیرہ کا حال اکثر موقعوں پر لکھا ہے۔ عمر بھی آپکی زیادہ ہوئی ہے۔ چنانچہ پیدایش آپ کی سلطان بہلول کے زمانہ میں کہی جاتی ہے۔

ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں آپکے قصائد وغیرہ نہایت توقیر کے ساتھ پڑھے جاتے تھے۔ آپکا مزار پرانوار اس وقت بھی قابل دید ہے۔ بیساختہ عش عش زبان سے نکلجاتی ہے۔ عمارت میں کارکاشانی چینی اور چونہ کی منبت کاری کا کام اس خوبی سے کیا ہے اور ایسے نقش و نگار بنائے ہیں اور رنگت وہی ہے کہ گویا آج ہی کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ ہم اسکو دیکھتے رہیں۔ اور یہ ابیات آپ ہی کی تصنیفات سے مزار شریف کے بالائی حصہ کے چاروں طرف منبت کاری سے لکھے ہوئے ہیں۔ ~~

ودیگر

اگر بکفر کشد سر سیاہ کاری ما | بود بعفو تو چشم امیدواری ما
بہ آستان تو شرمندہ سگان توایم | کہ شب قرار ندارد بہ آہ و زاری ما
اگر بہ پردہ رازے تو محرمے باہم | نقاب بفخر نماید بہ پردہ داری ما
بخاک کوئے تو در چشم مردمان خواریم | بہ نزد اہل نظر عزت است خواری ما
زاہد بطلعت تو شدہ ناپدید گرد گناہ | ولیک شستہ نشد داغ شرمساری ما
بروز ہجر تو در بیکسی و تنہائی | بجز غمت نرسد کس بہ غمگساری ما
جمالیا بدربار التجا سے آ | کہ ہست بر در دلدار رستگاری ما
ز حد گذشت بعشق تو بیقراری ما | امید ہست کہ رحم آوری بزاری ما
جمال عفو تو کرم آشتے بزن نقاب | اگر بہ روئے تو نوشتے گناہگاری ما

اگرچہ در خور قہریم از گنہگاری	بود بہ لطف تو چشم امیدواری ما
بعزت جبروت و بحرمت ملکوت	رسیم گر بفرازی بخاکساری ما
اگر بہ پردہ راز تو پردہ دار شویم	فرشتہ را نہ سزد جائے پردہ داری ما
زیک ترشح ابر کرم تر و شوئی	غبار جرم ز رخسار شرمساری ما

آپنے اپنا مقبرہ اپنے حضور میں تیار کرایا تھا۔ جہاں آپکی قبر ہے۔ حالت حیات میں وہ جائے مسکن آپ کا تھا۔ قریب اُسکے مسجد عالیشان اب تک موجود ہے۔ جسکی مرمت و حفاظت گورنمنٹ انگریزی سے ہوتی ہے۔

۱۰ ذیقعدہ سنہ ۹۴۲ھ بعہد ہمایوں بادشاہ وفات پائی۔ مزار مبارک دہلی کہنہ میں متصل مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کے ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق بن شیخ جمالی

مرد صاحب وجد و حال و صاحب کمال تھے۔ سجادہ نشین پدر بزرگوار خود ہو کر رہنمائے خلق ہوئے ہیں۔ سال وفات سنہ ۹۵۹ھ مزار مبارک بر صفہ بلند بیرون روضہ پدر خود۔

حضرت شیخ اودھن زین العابدین عرف شیخ دانشمند

آپ جد مادری حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور خلیفہ مولانا سماء الدین سہروردی تھے۔ دانشمند کامل متورع و متعبد تھے خشوع و خضوع اور انکسار غایت رکھتے تھے اور لقمہ حلال حاصل کرنے میں احتیاط تمام کرتے تھے۔ سال وفات سنہ ۹۳۴ھ اور بقول "تذکرۃ العاشقین" سنہ ۹۴۳ھ مزار شریف دہلی کہنہ جانب غرب حوض شمسی۔

حضرت شیخ ترک بیابانی

(المعروف بہ ترکمان) آپ مریدان باوقار و خلفائے با اخلاص حضرت شیخ

شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں۔ یہ نقل شاید آپ ہی کی نسبت منسوب ہے کہ آپ ہمعصر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کے تھے اس وقت میں دہلی کہنہ خوب آباد و رونق پر تھی۔ خواجہ صاحب نے آپ کو کہلا بھیجا کہ یہاں آبادی میں آ جاؤ۔ ویرانہ میں کہاں بیٹھے ہو۔ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ کوئی دن میں یہی ویرانہ مبدل بہ آبادی ہو جائیگا۔ چنانچہ شاہجہاں آباد یعنی دہلی حال بن گئی اور آپکا فرمودہ سچا ہوا۔ اس سے زیادہ حال آپ کا معلوم نہ ہوا جو لکھا جاتا۔ مزار مبارک آپ کا بعض قلعہ کہنہ دہلی جانب فیروز آباد بتلاتے ہیں۔ اور بعض دروازہ ترکمان دروازہ شاہجہاں آباد مرقد مبارک فی الحال مختصر احاطہ میں ہے جو اہل محلہ نے بنوا دیا ہے۔ اور سالانہ عرس ہوتا ہے۔ ترکمان دروازہ آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین رومی

آپ خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ہوئے ہیں اور ہمعصر حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا گذرے ہیں۔ سلطان قطب الدین بن علاء الدین آپ کا مرید و معتقد تھا۔ وفات سنہ [illegible]ھ۔ مرقد مبارک دہلی کہنہ میں منزل۔

حضرت سید جمال الدین

آپ سادات بخارا سے مرید و خلیفہ سید عبد الوہاب بخاری دہلوی کے ہوئے ہیں۔ اور بعہد آخرین سلطنت سلاطین کشمیر میں تشریف لے گئے تھے۔ وہاں حضرت شیخ حمزہ کشمیری کے حاضر ہو کر آپ سے خرقہ خلافت سلسلہ سہروردیہ پایا تھا۔ وبعد عطائے خلافت شیخ حمزہ کے آپ دہلی تشریف لائے۔ کتاب جمال العارفین خوارق و کرامات میں لکھی ہے سال وفات سنہ ۹۲۸ھ مزار شریف دہلی میں ہے۔

حضرت شمس العارفین

آپ بڑے ولی اللہ ہیں۔ آپکے اوصاف اور کمالات اس سے سوا ہیں کہ جو بیان ہوسکیں مزار آپ کا زیر آسمان ہے ایک مختصر سا احاطہ بنا ہوا ہے۔ اس درگاہ میں ایک درخت کھرنی کا ہے۔ اس درخت کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ کا لگایا ہوا بتاتے ہیں۔ وفات آپکی ۲۷ رجب ۱۰۳۶ھ میں ہوئی ہے۔ اور چار قبریں اس احاطہ میں اور ہیں۔ ایک قبر فرش میں ملی ہوئی۔ اور دو قبریں آپکے مریدوں کی اور ایک قبر بھتیجے کی ہے ؎

سلسلۂ صابریہ

حضرت شیخ عبد الکبیر بن شیخ عبد القدوس گنگوہی

آپ خلیفہ و سجادہ نشین پدر بزرگوار خود تھے۔ سخاوت و شجاعت و خوارق کرامت و وجد و ذوق و سماع و شوق میں لاثانی تھے نقل ہے کہ ایک روز سلطان سکندر بن بہلول با دو کس دور زانی خود یعنی میاں بہودہ بن خواص و ملک محمد مسوانی حاضر ہوئے۔ ہر سہ کس نے جداگانہ اپنے اپنے دل میں کہا کہ شیخ اہل کشف ہیں تو طعام ہمارے واسطے جدا جدا موافق ہماری خواہش کے دیوے گا۔ چنانچہ شیخ موصوف نے سموسہا ئے گوشت آہو سلطان سکندر و نان و نخیی پیش میاں بوڑھا۔ و حلوا ریشی ملک محمد وزیر رکھا ہر سہ کسان وقوع اس معنی سے حیران ہوگئے۔ آپنے فرمایا بابا جائے حیرت کیا ہے حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو پیش اہل دنیا شرمندہ نہیں کرتا۔ جو کچھ کہ آپکے طالب ہوکر طلب طلب کرتے ہیں پہنچاتا ہے۔ سلطان نے دو قریہ مضافات کرنال سے در روسنکھوزہ بہرار

الحاح آپکے خاندان کو دیا اور وزیر بڑودہ نے موضع تنائی من اعمال قصبہ جھنجانہ نذر کیا۔ اور ملک مسوائی نے اپنے دختر کو آپکے حبالۂ نکاح میں دیا۔ وفات آپکی تاریخ ۲۶ ربیع الثانی ۱۲۴۷ھ ہجری ہے۔ مزار دہلی میں ہے۔

حضرت صابر علیشاہ عرف شاہ صابر بخش ولد نصیر الدین شاہ

آپ سادات عظام سے ہیں آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے کہ آپکے والد بزرگوار حضرت سید نصیر الدین شاہ چشتی بن شاہ غلام سادات ابن شیخ عبد الواحد عرف نواب شاہ خان برادر حقیقی قطب العارفین حضرت شیخ محمد چشتی۔ اور سلسلہ ارادت آپ کا یوں ہے کہ آپ مرید وخلیفہ وسجادہ نشین اپنے جد امجد حضرت شاہ غلام سادات چشتی کے ہیں کیونکہ آپکے والد بزرگوار آپکے جد امجد کے حین حیات وفات پاچکے تھے۔ اور حضرت شاہ غلام سادات خلیفہ حضرت شیخ محمد چشتی دہلوی۔ اور وہ خلیفہ حضرت شیخ محمد ابراہیم صاحب رامپوری اور وہ خلیفہ حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی چشتیہ قدوسیہ کے تھے۔ آپ طریقہ چشتیہ قدوسیہ صابریہ مشرب وجودیہ ومذہب حنفیہ ومتابعت شریعت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھتے تھے۔ والتقاد مجالس اعراس وخدمت مساکین وخبرگیری مسافران نووارد ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ یہ خاندان سخاوت وعبادت وریاضت میں ہمیشہ سے شہرت رکھتا ہے۔

وفات ۱۴ ربیع الاول ۱۲۳۷ھ عمر ۳۲ سال۔ دہلی دریا گنج میں متصل فیض بازار کچھ دنوں پریٹ کا میدان رہا۔ اب مدرسہ وکالج واسکول ہر ملت ومذہب کے اس جگہ پر ہیں اور بارونق جگہ ہوتی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ شاہ بن سید صابر علی شاہ

آپ خلف الرشید وخلیفہ اعظم حضرت شاہ صابر بخش صاحب کے تھے اور قدم بقدم چلنے

والے اپنے پیر و مرشد کے۔ مزار آپکا قرب میں اپنے والد کے ہے وفات و پیدائش ماہ صیام سنہ رحلت و پیدائش احقر کو معلوم نہیں۔

سلسلہ قلندریہ چشتیہ

حافظ سید عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ

آپ سلسلہ چشتیہ قلندریہ میں ہیں۔ آپ سید محمد اعظم صاحب کے جانشین ہوئے ہیں۔ مزار مبارک آپ کا خواجہ باقی باللہ میں ہے۔ زیادہ حال معلوم نہیں۔

شیخ نورالدین ملک یار پران رحمۃ اللہ

آپ بڑے بزرگ مقام لار ملک ایران کے شیخوں میں سے ہیں۔ اور مقام لار سے باذن اپنے مرشد شیخ دانیال دہلی میں سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں آئے تھے۔ اسوقت ابوبکر طوسی سے آپکے قیام کے بابت تنازع کیا۔ آپنے فرمایا مجھے پیر نے بھیجا ہے انہوں نے سند طلب کی۔ دہلی سے آپ کے پیر کی سکونت بہت دور تھی۔ لیکن آپ تھوڑے سے وقت میں اپنے پیر سے اجازت نامہ مہری لکھا لائے مگر ابابکر طوسی نے کہا طغرہ سلطانی لاؤ اس وقت بادشاہ وقت ۱۳۰ فرسنگ کے فاصلہ پر تھے۔ فوراً فرمان شاہی لے آئے۔ یہی وجہ لقب پراں کی ہے۔

شیخ ابوبکر طوسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشرب قلندریہ رکھتے تھے اور شیخ جمال الدین ہانسوی کی آپکے ساتھ دوستی تھی۔ اور حضرت سلطان المشائخ آپ کی خانقاہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ مزار آپ کا کنارہ

دراصل جمن تھا۔ اب دریا پیچھے کو ہٹ گیا ہے۔ وفات آپکی [illegible]ھ میں ہوئی۔

شاہ امان لقب بہ لعل شہباز

آپ مداریہ قلندریہ ہیں۔ آپ شاہ عبدالغفور عرف باباگپور کے خلیفہ ہیں۔ یہ لعل شہباز کا خطاب آپکے پیر نے دیا تھا۔ چنانچہ اس لقب کے بارہ میں آپ خود فرماتے تھے کہ جس طرح اکسیر کے ڈالنے سے تانبہ سونا ہوجاتا ہے۔ اور اثر آفتاب سے پتھر لعل بےبہا بن جاتا ہے۔ اسی طرح تصور شیخ سے وہ مرید جو منظور نظر شیخ ہوگیا ہو لعل شہباز ہوجاتا ہے ہاں نظر چاہیئے۔ وہ حسن جمادات سے ہے۔ اور یہ حسن ملائکہ سے۔ وہ پستی میں رہتا ہے۔ اور یہ توحید کے جنگل میں بلند پروازی کرتا ہے مرید کو جو عروج ہوتا ہے وہ شیخ کے طفیل سے ہوتا ہے

آنانکہ چشم مست بصد حیلہ وا کنند ۔۔۔ سنگ را ولی کنند وگس را ہما کنند

مزار آپ کا متصل دروازہ قدیم شریف ملحق نقار خانہ میں ہے۔

سید محمد صالح

سلسلہ قلندریہ میں ہیں۔ آپ فرزند او جانشین اپنے والد سید محمد اعظم ہوئے ہیں مزار دہلی میں ہے

میر فضل خدانما

نام اور خاندان معلوم نہیں۔ آپ بڑے بزرگ عارف کامل اور شیخ عصر تھے۔ خاصہ دیکھنے کا آپکے خدانمائی۔ اور خاصہ سننے کا خدا آگاہی تھا۔ اس لئے خدانما لقب پایا تھا۔

مزار شریف آپکا متصل بھولی بھٹیاری ہے۔

جہاں نما آپکا ذکر کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ مزار متصل باغ چمیلی قریب رسول نما

نور ثمامزار شریف قریب خدا نما ہے۔

سلسلۂ قادریہ رحمہم اللہ

حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۱ آپ سلسلۂ خانوادہ قادریہ میں سے ہیں۔ نام عبدالحق۔ تاریخ ولادت شیخ الاولیاء۔ آپ علم و زہد و ریاضت میں لاثانی تھے۔ علی الخصوص حدیث و تفسیر میں نہایت درجہ کا غلو رکھتے تھے۔ آپ کا مقبرہ چونہ گچ کا بنا ہوا ہے مزار آپکا قطب صاحب میں مشہور ہے۔ سنہ ۱۰۵۱ھ وفات کا سال ہے۔ متعدد کتب آپکی تصنیف ہیں نہایت شہرت سے حاجت بیان نہیں۔

شیخ رزق اللہ تخلص مشتاق

آپ مریدان حضرت ملادہ مفتاح العاشقین سے تھے۔ آپکی چار سال کی عمر تھی کہ آپکے مرشد نے وفات پائی۔ بعد بلوغت بتوجہ فیض روحانی اپنے مرشد کے فاضل اور عارف کامل ہوئے و عشق و محبت و استقامت میں یگانہ عصر تھے۔ بہت سفر کئے اور بہتوں سے فیض حاصل کیا۔ اشعار آبدار بزبان ہندی بہ تخلص راجن اور اشعار فارسی میں مشتاقی تخلص کرتے تھے۔ چنانچہ رسالہ پیماین و جوت نرنجن آپ کی تصنیفات سے مشہور ہیں۔ آپ بزرگان دہلی میں سے تھے اور عم کلاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تھے۔ وفات کا سنہ ۹۸۹ھ ہے۔ عمر ۹۲ سال کی تھی۔ مزار قطب صاحب میں ہے۔

شیخ نجیب الدین فردوسی

آپکا سلسلہ قادریہ فردوسیہ ہے۔ مرید و تربیت یافتہ عم خود شیخ رکن الدین

فردوسی ہوئے ہیں جن کے خلیفہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری ہوئے ہیں۔
مزار آپ کا قطب صاحب میں حوض شمسی پر متصل قبر مولانا برہان الدین ہے۔
وفات کا سنہ ۷۳۲ھ ہے۔

سید ابراہیم صاحب

آپ سلسلہ قادریہ میں سے ہیں۔ عالم متبحر تھے۔ صوفی اور مشائخ حاضر ہو کر آپ سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے۔ آپ مرید شیخ بہار الدین قادری شطاری تھے انہوں نے آپ ہی کے واسطے ایک رسالہ طریقہ شطاریہ میں تصنیف کیا تھا۔ سن وفات معلوم نہیں۔ مزار درگاہ نظام الدین پایان روضہ امیر خسرو رحمہ اللہ ہے۔

شاہ بڑے صاحب

آپ بھی سلسلہ قادریہ میں سے ہیں۔ بیرون راج گھاٹ دروازہ آپ کا مزار ہے پیلو کا درخت سایہ فگن ہے جب سے دریائے جمن میں بند لگا کر دریا کا رخ پھیر دیا ہے پانی اس طرف کا خشک ہو گیا ہے۔ جمعہ و اتوار کو لوگ تفریح جمع ہو کر کھیل میں مصروف ہوتے ہیں۔ آپ کا اصلی نام معلوم نہیں۔ بعہد اورنگ زیب بادشاہ تشریف لائے تھے اور زیر قلعہ شاہجہاں فروکش ہوئے تھے۔ آپ کا مزار سطح دریائے جمن راج گھاٹ کے سامنے ہے۔ سابق میں دریا خواہ کسیقدر طغیانی پر ہوتا تھا۔ مگر مزار آپ کا کبھی غرق نہیں ہوا۔

حبیب اللہ شاہ قادری

آپ سلسلہ قادریہ میں سے ہیں۔ بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ ۱۴ شوال کو سالانہ عرس

آپ کا ہوتا ہے۔ مزار سیتارام کے بازار کٹرہ گوکل شاہ میں ہے۔ تاریخ ۱۴ شوال سنہ ۱۲۶۶ھ کو وفات پائی سنگ مرمر کا تعویذ بنا ہوا ہے۔ خط طغرا میں عبارت ہے۔

اخوند حافظ عبدالعزیز لقب مقبول احمد

آپ سلسلۂ قادریہ میں سے تھے۔ آپ نے خرقۂ خلافت قادریہ سید شاہ محمد غوث سے حاصل کیا تھا۔ صاحب زہد و ورع و جامع علوم شریعت و طریقت تھے اور اکثر ارواح بزرگان اولیسیہ سے فیض حاصل کیا تھا۔ مزار جانب شمال احاطہ باقی باللہ علیحدہ چاردیواری ہے سنہ ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی ہے۔ تاریخ ۱۰ محرم ہے۔

شاہ عبدالرحیم ہادی

آپ کا سلسلہ قادریہ ہے۔ شاہ عبدالرحمٰن صاحب کے بھائی تھے صاحب کشف و کرامات تھے۔ مزار آپ کا سبزی منڈی دہلی میں ہے۔ وفات کا سنہ ۱۰۱۲ھ ہے۔

شیخ ابوالرضا

آپ سلسلہ قادریہ میں ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عم بزرگوار ہیں۔ اور مولانا شاہ عبدالرحیم کے برادر بزرگوار ہیں۔ آپ بڑے عالم و محدث و مفسر و عالم باعمل گزرے ہیں۔ توکل و رضا آپ کا شعار تھا۔ مزار پر انوار دہلی میں مزار بی بی فاطمہ سے جو بستہ نو محلہ کو جاتا ہے وہاں ہے۔ وفات کا سنہ ۱۱۰۱ھ ہے۔

حافظ محمد محسن رح

آپ سلسلہ قادریہ میں سے ہیں اور اولاد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے تھے

اور خلیفہ شیخ محمد معصوم صاحبؒ۔ آپ بڑے عالم متبحر تھے۔ دہلی میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا
سنہ ۱۱۴۷ھ سال وفات ہے۔ مزار دہلی میں ہے۔

بہلن شاہ عرف بھولو شاہ

آپ کا سلسلہ قادریہ رزاقیہ ہے۔ آپ شاہ عبد المجید کے خلیفہ اور مولانا فخر الدین چشتی و شاہ نانو کے صحبت یافتہ مجذوب سالک ہوئے ہیں۔ مزار آپ کا متصل کابلی دروازہ تکیہ بھولو شاہ ہے سنہ ۱۲۰۴ھ میں وفات پائی۔

شاہ ابو المعالی

آپ کا سلسلہ قادریہ ہے۔ مرید و خلیفہ حضرت شاہ میاں میر لاہوری کے ہوئے ہیں سنہ ۱۱۱۶ھ سال وفات ہے۔ مزار دہلی میں ہے۔

شاہ اعظم ابو حامد محمد حسنؒ تخلص خیالی

قادریہ ہیں۔ آپ شاعر صاحب تصنیف ہوئے ہیں اور صوفی مشرب تھے۔

امام محمد علی معروف بہ امام ضامنؒ

مشہدی خاندان ہیں۔ آپکی درگاہ امام ضامن کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کو سیاحین پائے منار بھی کہتے ہیں۔ اس درگاہ کے گنبد کی عمارت سنگین بنی ہوئی ہے۔ اور اندر سنگ مرمر کا فرش ہے۔ اور چاروں طرف برج میں سنگین جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ عمارت شاندار اور پختہ بنی ہوئی ہے۔ مزار پر عورتیں منتیں اور نذر و نیاز چڑھاتی ہیں۔ درگاہ قطب صاحب کے منار کے قریب ہے۔

سلسلۂ نقشبندیہ

حالاتِ حضرت خواجہ باقی باللہؒ

زبدۃ الواصلین سراج العارفین فانی فی اللہ حضرت خواجہ رضی الدین احمد عرف حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ آپکے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام تھا۔ جنہوں نے بخارا سے ترک وطن کر کے کابل میں مستقل سکونت اختیار کی تھی۔ سنہ ۹۷۱ھ میں حضرت خواجہ باقی باللہ پیدا ہوئے۔ ہند میں اس وقت حکومت عدل گستر شہنشاہ اکبر اعظم کی تھی اور اسلامی مرتبہ کمال پر تھا۔

فاضل اور علامہ باپ نے ابتدائی تعلیم خود ہی دی۔ مگر جب علوم باطنی کی تدریس کا وقت آیا تو حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ کے سامنے آپنے زانوئے ادب تہ کیا۔ پھر آپکے ہی ساتھ ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک عرصہ تک قیام رہا۔ مگر حضرت جس ابتداء سے تصوف کے عشق میں جنہوں نے دقت نے ہوئے تھے یعنی فنا فی اللہ ہونے کے شائق تھے اسکی روشنائی ابھی نہ معلوم کہاں کہاں سرگرداں کرنے والی تھی۔ قیام ماوراء النہر کے ترک کا ارادہ کیا۔ ہر چند حضرت مولانا محمد صادق صاحب نے بہت روکنا چاہا۔ مگر آگ جو طلب خدا کی سینہ میں لگی ہوئی تھی وہ اس مقام نام بردہ میں نہیں بجھ سکتی تھی۔ اور اس لئے بھی کہ حضرت مولانا محمد صادقؒ کے پاس جو کچھ تھا وہ اپنے لائق شاگرد کو بتا چکے تھے۔ مگر حضرت خواجہ "شیخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز" کا مستانہ نعرہ لگا رہے تھے اس لئے یہاں کا قیام بے سود تھا۔

چنانچہ آپ ہزارہا عاشقوں کے دل میں طلب خدا کی آگ سلگتی چھوڑ کر اس خیال

سے عازم ہندوستان ہوئے کہ یہاں آپکے درد کا مداوا۔ آپکی تشنگی کے لئے چشمۂ
آبِ حیات جاری ملیگا۔ یعنی کوئی ولی اللہ جو آپ کو واصل اللہ کردے۔

سب سے پہلے آپنے لاہور میں قیام کیا۔ جہاں ایک مجذوب فقیر نے آپکے
مرتبہ کو الٰہی نگاہ حقیقت بیں سے پہچانا۔ اور ایک روز آپ لاہور کی جامع مسجد میں نماز مغرب
میں مصروف تھے کہ یکایک بے اختیارانہ نعرہ آپسے نکلا جس سے تمام نمازی مع امام
حیرت زدہ ہوئے۔ سلام کے بعد آپ سیدھے اپنی جائے سکونت پر پہنچے۔ اور پھر
اُس مسجد میں نماز نہیں پڑھی۔

حصولِ معرفت کی جو آگ سینہ میں لگی ہوئی تھی وہ بغیر کسی رہبر کامل کے
نہ بجھنے والی تھی۔ اِس لئے آپ پھر بلخ۔ بدخشاں۔ ماوراء النہر کی مردم خیز زمین کی
طرف واپس روانہ ہوئے۔ اِس سفر میں آپنے سلسلہ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ نقشبندیہ
وغیرہ کے مسندِ ارشاد پر بیٹھے ہوئے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ رہبر کامل کی ابتک تلاش
جاری تھی کہ جویندہ یابندہ۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ کنگی رحمۃ اللہ کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ محترم نے ایک نظر ڈالتے ہی وہ سب کچھ دیدیا
جسکی تلاش تھی۔ چند دنوں کی حاضری کے بعد حضرت خواجہ نے آپ کو حکم دیا کہ تم
ہندوستان جاکر نقشبندیہ سلسلہ کے ذریعہ خلق اللہ کی خدمت کرو۔ اگرچہ آپ اپنے شیخ سے
جدا ہونا نہیں چاہتے تھے۔ مگر آپکے حکم سے سرتابی کی بھی مجال نہ تھی۔ اِس لئے آپ پھر
ہندوستان واپس ہوئے۔ اور لاہور میں ایک سال قیام کرکے دہلی کا رُخ کیا۔

دہلی میں آپ تشریف لائے تو قلعۂ فیروز آباد کی ایک مسجد میں جو لبِ دریا تھی
سکونت اختیار کی۔ خلق اللہ کا ازدحام شروع ہوا۔ دن کو ہدایت میں گذارتے شب
عبادت میں۔ جوں جوں دن گذرتے جاتے تھے وہ وہ آپ کا شہرہ ہندوستان کے مختلف

گوشوں میں پھیلتا جاتا تھا۔ اور دُور دور سے لوگ زیارت کے لئے آتے تھے۔ اب خلق کی رجوعیت اس قدر بڑھی کہ آپکے معمولات اور اوراد و وظائف میں فرق آنے لگا۔ لوگ آپکی تعریف کرتے۔ آپ اپنے کو چھپاتے۔ ہجوم خلائق سے آپ اسقدر تنگ آگئے تھے کہ سالہا سال کے تربیت یافتوں کو بھی آپنے یہ کہنا شروع کردیا تھا کہ میرے پاس کیوں اپنی عمر ضائع کرتے ہو۔ اگر کچھ حاصل کرنا ہے تو کسی اور کے پاس جاؤ۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک خراسانی طالب حق جو ایک عرصہ سے رہبر کامل کی تلاش میں در بدر خاک چھانتا ہوا آپ کی شہرت سنکر حاضر آستانہ ہوا تھا۔ ایک رات اسکو بشارت دی گئی کہ وہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپنے از راہ انکسار اس سے کہا۔ برادر عزیز جس مرد حق ہیں کی تم کو بشارت دی گئی ہے وہ کوئی اور ہوگا۔ فقیر اس قابل کہاں ؟

وہ غریب واپس چلا گیا۔ دوسری رات اسکو پھر وہی خواب دکھائی دیا۔ اور زیادہ تفصیل کے ساتھ اسکو حضرت کا پتہ بتایا گیا۔ علی الصباح خراسانی نوجوان وارفتہ پر حاضر ہوکر عرض رساں ہوا کہ حضرت ﷲ مجھے شرف حضوری بخشئے۔ آپنے اسکی درخواست قبول کی۔ دوسرا واقعہ حضرت خواجہ حسام الدین حیا رح کا ہے جو حضرت کے ممتاز خلیفہ تھے۔ ایک روز آپ کو بھی حکم ہوا کہ کسی اور کو تلاش کرو۔ میرے پاس کیوں اپنی عمر ضائع کرتے ہو۔ حضرت حیا رح بیچارے سخت پریشان ہوئے کہ سالک بیخبر بود زراہ و رسم منزلہا۔ کو پیش نظر رکھکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ آواز آئی

تو حوای آسنیں اُفشان و خواہی دامن اندکس   کس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی

لسان الغیب کے اس الہامی اشارے سے آپ متاثر ہوکر فوراً واپس ہوئے اور حضرت خواجہ رحمہ اللہ سے عرض کیا۔ آپنے تسلی دی۔ اور پھر آپ کو تمام عمر اپنے پاس سے جدا نہ کیا۔

دہلی میں رہتے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا ہے کہ باشارۂ غیب آپنے کشمیر کا سفر اختیار کیا۔ اور کشمیر پہنچکر حضرت شیخ بابا قدس سرہ العزیز کے مزار مبارک پر پہنچے اور حضرت کی خانقاہ میں ایک عرصہ کی مراقبہ نشینی کے بعد آپ پھر دہلی تشریف لائے اور اپنی قدیمی جگہ پر سکونت اختیار کی۔

آپکی زندگی میں کسی نے آپسے سماع کے متعلق دریافت کیا تو آپنے حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رح کا یہ مقولہ فرمایا کہ "راگ سننے والوں پر خدا کی محبت اگر غالب اثر رکھتی ہے (یعنی راگ انکی عشق کی آگ کو بھڑکاتا ہے) تو بہتر ہے اگر ایسا نہیں ہے تو راگ زہر قاتل کا کام کرتا ہے۔ راگ ہرگز ایسے لوگ نہ سنیں)

آپ کا قول تھا کہ اس سے زیادہ کفران نعمت ہو نہیں سکتا کہ کام کرنیوالے اعضا سے کام نہ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ ناشکری ہے۔ اور باوجود اسکے کہ کمائی پر قدرت رکھتا ہو۔ فتوحات غیبی کا منتظر رہے سراسر بے ہمتی ہے اور تصوف سے بے خبری کی دلیل ہے۔ آپ میں عجز و انکساری حد درجہ بڑھی ہوئی تھی۔ کسی کا درد دیکھ کر آپ بیچین ہو جاتے تھے۔ آپ کی ہمدردی انسانوں تک ہی بڑھی ہوئی نہ تھی۔ بلکہ حیوانوں پر بھی آپ نہایت شفقت فرماتے تھے۔ انکی بھوک اور پیاس سے تڑپ اٹھتے تھے۔ دو واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ وضو کے لئے جارہے تھے ایک چڑیا جو پانی پی رہی تھی آپکو دیکھتے ہی اڑ گئی۔ آپ نہایت مضطرب ہوئے اور الگ ایک کونے میں کھڑے ہو گئے جب تک چڑیا نے دوبارہ آکر پانی نہ پی لیا۔ وضو نہ کیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بلی آپکے لحاف پر سو گئی۔ آپنے شب کے کئی گھنٹے کھڑے رہکر بلی کے اٹھنے کا انتظار کیا اور اسکو نہ اٹھایا حتیٰ کہ کئی گھنٹے بعد وہ بلی اٹھکر خود بخود چلی گئی۔ آپ اسکے چلے جانے کے بعد لحاف اوڑھکر سو گئے۔ اکثر ایسا ہوا ہے

حضرت خواجہ کا سفر کشمیر

جانوروں پر شفقت اور ایثار

کہ لوگ آپکے واسطے کھانا لائے ہیں اور آپنے کشف کے ذریعہ اپنے ہمسایہ کی گرسنگی اور فاقہ کشی معلوم کرکے وہ کھانا بغیر ہاتھ لگائے محلہ میں تقسیم کرا دیا ہے۔

آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ کھانے پینے۔ پہننے۔ اٹھنے بیٹھنے اور رہائشی مکان میں آپکی سادگی زبان زد عام تھی۔ کھانا اگر طبیعت کے خلاف بھی ہوتا تو نہایت خوشی کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ آپ تسلیم و رضا میں اسقدر محو و مستغرق تھے۔ کہ آرائش و زینت کا کبھی خیال بھی نہ آتا تھا۔ مگر باوجود اسقدر سادگی و سخاوت کے شوکت و جلال۔ وقار و علو مرتبت آپکے چہرہ مبارک سے ظاہر تھا کہ کسی کی ہمت بات کرنے کی نہ پڑتی تھی۔

استغنا کا یہ عالم تھا کہ جب آپ حج کو تشریف لیجانے کی خبر ہوئی تو عبدالرحیم خان خانخاناں نے زاد راہ کے لئے ایک لاکھ روپیہ بھیجا۔ آپنے یہ کہکر واپس کر دیا کہ مسلمانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی اس بے دردی سے خرچ کرنے کے لئے دیجاتی ہے مسلمانوں کے ہزاروں ضروری کام ہیں جن پر یہ روپیہ خرچ ہونا چاہیئے ہم اپنا انتظام خود کر لینگے

آخر وقت حضرت خواجہ کو بخار کی تکلیف ہوئی۔ اور اسی مرض میں ۱۵ جمادی الآخر سنہ ۱۰۱۲ھ کو جبکہ آپ اسم ذات کے ذکر میں مصروف تھے۔ آپ کی روح پاک جسم ظاہری کو چھوڑکر عالم قدس میں داخل ہوئی۔

حضرت کے دو صاحبزادے تھے ایک حضرت خواجہ عبیداللہ عرف حضرت خواجہ خورد۔ آپکے صاحبزادے خواجہ الٰہی صرف تھے۔

دوسرے حضرت خواجہ عبداللہ عرف خواجہ کلاں۔ آپ ہی جانشین ہوئے اور آپکی اولاد کا سلسلہ آجتک جاری ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے نام سے وہ مقام جس میں کہ آپ کا جسم اطہر سپرد خاک ہے مشہور ہے۔ آپ کا سالانہ عرس گویا ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف

پڑھ کر فاتحہ خوانی کہو وہ ۱۵ رجمادی الآخر میں نہایت سادہ طریق پر ہوتا ہے۔

مزار پر انوار آب بھی زیارتگاہ عوام و خواص ہے۔ آپ موجب فخر خاندان عالیہ نقشبندیہ کے ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ سے حضرت امام مجدد الف ثانی بھی بیعت ہوئے۔ ۱۰۰۸ھ میں روشن ضمیر پیر نے مرید کی عظمت کو پہچانا۔ اور بڑی خوشی سے حلقۂ ارادت میں داخل کیا۔ آپ نے تھوڑے دنوں دہلی میں قیام کر کے تصوف کی تعلیم مرید سے پوری کرائی۔ اور آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ کی توجہ سے بہت جلد علم باطنی حاصل کر لیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نے آپ کو لاہور بھیجا کہ پنجاب میں سلسلۂ نقشبندیہ کو پھیلا کر خلقت کو ضلالت اور گمراہی سے بچائیں۔ مرید نے بموجب ارشادِ پیر روشن ضمیر کے لاہور پہنچ کر تشنہ کامانِ تصوف کو سیراب کرنا شروع کر دیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کو اپنے لایق مرید سے بیحد محبت تھی۔ اور مرید و مرشد میں جو خط و کتابت ہوتی تھی وہ مکتوبات امام مجدد الف ثانی کے نام سے شائع ہوئی ہے

اور ایک روز کا ذکر ہے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلا کر حضرت مجدد صاحبؒ سے اُنکے حق میں دعائے خیر کے لئے کہا اور نیز اکثر مریدوں کو حضرت مجدد صاحب کے پاس توجہ کے لئے بھیجنا شروع کیا۔ یہ بھی فرمایا کہ احمدؔ آفتاب ہے دونوں عالم کا۔ اور حضرت خواجہ باقی باللہ نے مجدد الف ثانی کو اپنے سلسلہ کی خلافت عطا فرما کر بیعت لینے کا مجاز کیا۔

لاہور میں مجدد صاحب نے ہزار ہا بندگان کو فیض پہنچایا۔ اور ۱۰۳۲ھ میں شاہزادہ خُورم جو بعد میں شاہجہاں ہو کر وارثِ تخت و تاج ہوا۔ حضرت مجدد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل حلقۂ غلامی ہوا۔

غرضکہ سلسلہ نقشبندیہ کا آفتاب اِن حضرات سے خوب روشن ہوا اللھم زد فزد

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کے مزار پر ایک دیوار پر بطور چراغان کے اسپر یہ قصیدہ لکھا ہوا ہے۔

قبلۂ ارباب معنی کعبۂ اصحاب دیں ... مظہر فیض الٰہی صاحب علم الیقین

کاشف اسرار مطلق واقف علم الیقین ... محو ذات اقدس و باللہ باقی بالیقین

کاشف اسرار مطلق واقف علم الیقین ... محو ذات اقدس و باللہ باقی بالیقین

غوث اعظم عروۃ الوثقی رب العلمین ... قطب ارشاد جہان ہم معنی حق الیقین

کامل عالی طریقہ مہدی راہ متیں ... بحر عرفان الٰہی مقتدی العارفین

راضی و مرضی بحق بر ذات شان او مبین ... این کرامت ہست از محبوب رب العلمین

نور ہیچوں جبینش تافت از حق المبین ... شد زمین ہیبتش روشن قلوب المومنین

کے توانم گفت مدح آن خلاصۂ مصلیں ... ہست ذات خواجہ باقی مرحمت للعلمین

نعمت اللہ باقی بود باقی باشد بالیقین ... مرجع انس و ملک از فضل رب العالمین

خواجگی امکنہ شد مرشد آن شاہ دین ... لیک مشرب او لین وہم بہار آخرین

چوں کمالش وصل او ایم بود معنی و تبیین ... شد وصال غیب او آخر بعمر اربعین

وال ز ہجرت بعد الف اثنا عشر بود سنین ... از وفات قطب دوران تکیہ گاہ مسلمین

ہر کہ آید بر مزارش با دل صدق و یقین ... حاجتش گرد و روا۔ ہم مقصد دنیا و دین

عاجز و عاصی بدرگاہش ہمے ساید جبین ... تا بیابد نظر رحمت ہم نجات یوم دین

باد نازل رحمت رضوان رب العالمین
بر محمد خواجہ باقی ز اولیائے مقبلین ؛

حضرت خواجہ بیرنگ دہلوی بن خواجہ باقی باللہ

آپنے خرقہ خلافت اپنے والد بزرگوار سے پایا تھا۔ اور بعد وفات آنکے خواجہ حسام الدین

نقشبندی خلیفہ والد خود سے تکمیل علم معرفت کی۔ مزار پر انوار دہلی میں ہے۔
سال وفات ۱۱۴۲ھ ہے۔

حضرت خواجہ سعد اللہ مجددی ملقب بہ سید صوفیہ

آپ اعظم خلفا سے شیخ محمد صدیق بن شیخ محمد معصوم ہوئے ہیں۔ آپ ملقب بہ لقب سید صوفیہ ہیں۔ خدمت شاقہ اپنے پیر کے حاضر حضور کے رکھ بجا لائے ہیں۔ چنانچہ تیس سال پانی خانقاہ کے خرچ کے لئے آپ اپنے سر پر لاتے رہے تھے۔ سال وفات ۱۱ شوال ۱۱۵۲ھ ہے مزار مبارک شاہجہاں آباد عرف بیرون دہلی بیرون اجمیری دروازہ ہے۔

حضرت شیخ محمد زبیر لقب شمس الدین کنیت ابوالبرکات

آپ نبیرہ و خلیفہ حضرت حجت اللہ شرف الدین نقشبندی ثانی فقر و تقوی و زہد و ورع میں قدم مستحکم و قدم محکم رکھتے تھے حضرت حق سے آپ کو دولت دنیا و آخرت دونوں عطا ہوئے تھے۔ بادشاہ وقت و امراء عصر مرید و معتقد آپکے تھے۔ آپ کا ورد و وظائف تمام دن میں چوبیس ہزار بار نفی و اثبات اور پندرہ ہزار بار اسم ذات تجویں ہم ذکر کرتے تھے و بعد نماز مغرب صلوٰۃ الاوابین پڑھ کر دس ہزار بار نفی و اثبات کا ورد تھا۔ نماز تہجد میں سورۂ یٰسین کبھی چالیس دفعہ اور کبھی ساٹھ دفعہ پڑھا کرتے تھے۔ اگر بعیادت مریض یا باجابت دعوت تشریف لیجاتے تو سواری مثل بادشاہان آپ کی نکلا کرتی تھی۔ اپنے وقت میں آفتاب طریقت احمدیہ تھے خاتم المشائخ اولاد امجاد مجدد ہوئے ہیں۔ فیوض طریقہ مجددیہ آپکے واسطے سے شائع ہوئے ہیں آپ اپنے وقت میں قطب ارشاد تھے۔ پہلے آپ کو دہلی میں دفن کیا تھا بعد اسکے تابوت آپکا نکالکر سرہند شریف لے گئے۔ تاریخ وفات ۴ ذیقعد ۱۱۵۲ھ
عمر شریف ۹۵ برس۔ پہلے دہلی میں دفن کیا۔ پھر تابوت نکالکر سرہند لے گئے۔

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام خواجہ میر اور درد تخلص ہے سلسلہ مادری خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ سے ملتا ہے اور والد کا نام خواجہ محمد ناصر تخلص عندلیب ہے۔ اور میر درد شاہ گلشن صاحب سے ارادت رکھتے تھے۔ آپکے گھرانے میں سلسلہ پیری و مریدی جدی تھا۔ آپ عالم متبحر تھے درس مثنوی شریف کا دیا کرتے تھے۔ دہلی کے شریف گھرانے اکثر بوجہ زوال سلطنت اور انقلاب زمانہ شہر چھوڑ کر ملک در ملک چلے گئے۔ مگر آپ کے قدم ثبات میں لغزش نہ آئی اپنے اللہ پر توکل رکھا اور جو سجادہ آپکے بزرگوں نے بچھایا تھا اُس پر بیٹھے رہے جیسی نیت ویسی برکت آپکی ساری عمر بعزت و احترام بسر ہوئی۔

تصنیف کا شوق انکے دل میں خداداد تھا۔ چنانچہ پندرہ سال کی عمر میں ایک رسالہ حالت اعتکاف میں لکھا نام اُس کا "اسرار الصلوٰۃ" ہے۔ ۲۹ انتیس برس کی عمر میں "واردات درد" ایک اور رسالہ لکھا اور اسکی شرح میں "علم الکتاب" ایک بڑی ضخامت کی کتاب آپنے لکھی ہے مطبع انصاری میں چھپی ہے جس سے صاحب شائق تصوف نظر عظمت سے دیکھتے ہیں اور ایک رسالہ "واقعات درد" لکھا جو آپکی یادگار ہے۔

آپکے والد ماجد کا بھی ایک دیوان ہے معہ اُس کی شرح کے۔ اور ایک رسالہ "نالہ عندلیب" آپکی یادگار ہے۔ آپکے بھائی اثر تخلص کرتے تھے وہ بھی صاحب دیوان تھے۔ ایک مثنوی "خواب و خیال" اُن سے یادگار ہے۔

خواجہ میر درد رح مرید و خلیفہ اعظم اپنے والد بزرگوار ہوئے ہیں بعد فراغت علوم دینی و دنیاوی کے مجاہدہ نفس و ریاضت باطنی میں محنت شاقہ اُٹھا کر تکمیل کو پہنچے تھے اور سر حلقہ اولیائے وقت ہوئے۔ بعد وفات اپنے والد ماجد کے جانشین سجادہ رہے ہر مہینے قمری کی دوسری کو مجلس مشائخوں کی بہت لطف سے ہوا کرتی تھی۔ اور کاملان حال و

کی صحبت گرم رہا کرتی تھی۔ اور اکثر اکابرہ و معاصرہ اور شیوخ جلسہ میں تشریف لاتے تھے۔
اور حظ اٹھاتے تھے۔ یہانتک کہ ظل سبحانی بادشاہ دہلی رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ
نے از بسکہ طبع عالی عطا فرمائی تھی زبان فارسی اور اردو سے معلیٰ میں رنگ طبیعت اور جوہر
قابلیت دکھاتے تھے۔ ہنگام جوش و خروش جو راز و نیاز ہر وقت مکاشفہ زبان پر آیا
کرتے تھے بیساختہ طبع موزوں سے موزوں ہوجایا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ دیوان مختصر
فارسی دوسرا اردو مملو رموز و نکات عرفان سے یکجا ہوئے اور شرح اس نظم کی پانچ رسالہ
نثر ہیں کہ جن کا نام نالہ درد۔ آہ سرد۔ واردات درد۔ دود دل۔ درد دل۔ و علم الکتاب ہے۔
طبع رنگین خواجہ مغفور آپکی تصنیفات سے مثل آئینہ حقیقت نما ہے۔ ابتدا اصفا زبان اردو
آپ ہی کی ذات سے ہوئی ہے اور جیسی سلاست بیان و فصاحت زبان آپکے کلام میں
تھی کسیکی کلام میں نہ تھی۔ بعد انکے محمد میر اثر انکے چھوٹے بھائی سجادہ نشین ہوئے۔
اور انکے بعد ناصر احمد نواسہ آپکے سجادہ نشین ہوئے ولادت خواجہ ناصر احمد ۱۱۰۵ھ
اور وفات ۲ شعبان ۱۱۷۲ھ میں ہوئی۔ بڑے مرتاض و صاحب حال گذرے ہیں۔
وفات خواجہ میر درد ۲۴ ربیع الاول ۱۱۹۹ھ میں۔ مزار شریف دہلی۔ بیرون ترکمان دروازہ
ہے۔ یہ مقام خواجہ میر درد کی بائیجی کے نام سے مشہور ہے۔ اسی جگہ آپکے والد خواجہ
میر ناصر عندلیب اور آپکے بھائی خواجہ میر اثر اور آپکا تمام خاندان آسودہ ہے۔

حضرت شیخ محمد اصغر

آپ خادمان خدمت گذار و حاضر باشان لیل و نہار و مرید خاص الخاص حضرت شاہ
غلام علی شاہ ہوئے ہیں۔ نسبت قلبی قوی رکھتے تھے۔ اور کار و بار خانگی تمام حضرت شاہ صاحب
آپکے سپرد تھا۔ مریدان مبتدی کو توجہ واسطے ذکر قلبی کے لئے حضرت شاہ صاحب آپکے
پاس بھیجا کرتے تھے۔ آپ حاجی حرمین الشریفین بھی تھے۔ وفات ۱۲۵۵ھ مرقد دہلی میں ہے

حضرت حاجی مولانا شاہ ولی اللہ حکیم الامتہ بن عبد الرحیم

آپ فاروقی تھے اور نسبت مادری آپکی بامام موسیٰ کاظم پہنچتی ہے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں خلیفہ مجاز و ماذون اپنے پدر بزرگوار کے ہوئے ہیں اور حضرت شیخ عبد الرحیم کو چار شائخوں اول سید عبد اللہ دویم امیر ابو القاسم اکبر آبادی سوم خلیفہ خورد و ولد خواجہ محمد باقی باللہ چہارم امیر نور العلی خلف میر ابو العلی سے ارادت حاصل تھی۔ اور اشغال طریقہ احمدیہ ملا محمد دلیل گلپانی سے حاصل کئے تھے اور خرقہ خلافت سہروردیہ شیخ ابو الطاہر مدنی سے پہنا تھا۔ ۱۱۴۳ھ میں مشرف بحج ہوئے اور ایک سال مجاور حرمین الشریفین رہے اور ۱۱۴۵ھ میں وطن مالوفہ دہلی واپس آکر بہدایت خلق متمکن رہے۔ آپ سر دفتر علماء عظام و فضلاء ذوالکرام دہلی تھے علم و فضل و ورع و تقوی میں شان بلند و مدارج ارجمند رکھتے تھے تمام عمر تعلیم و تدریس میں بسر کی۔ تفسیر تمام قرآن مجید موسوم بفتح الرحمٰن آپکی مقبول خاص و عام ہے۔ لمعات و قول الجمیل آپکی تصنیفات سے ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں آپ کے والد نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ مزار مہندیوں میں جیلخانہ کی پشت پر ہے

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ

آپ مرید و خلیفہ اعظم و اکمل اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ محدث ہوئے ہیں آپ دہلی میں امام المحدثین مقتدائے مفسرین جامع علوم حدیث و فقہ و تفسیر و منطق و معانی و فروع و اصول تھے۔ و زہد و تقوی میں مرتبہ بلند اور مقامات ارجمند رکھتے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات کو اگر خاتم العلماء والفضلا کہا جائے تو بجا ہے۔ آپ کی تصنیفات بہت ہیں۔ چنانچہ کتاب سر الشہادتین۔ بستان المحدثین۔ تفسیر فتح العزیز۔ تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ مقبول خلائق و منظور کافہ انام ہے۔ اس سے پہلے کسی علماء سلف نے البابیان تفسیر میں

نہیں لکھا۔ اور کتاب تحفۂ اثنا عشریہ عقائد اہل تشیعہ اس خوبی اور عمدگی سے تصنیف فرمائی ہے کہ علمائے شیعہ اُسکے جواب سے لاجواب ہیں۔ آپکے چند ملفوظات تبرکاً و تیمناً حوالہ قلم ہیں۔ فرمایا بزرگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ اول سالک مجذوب کہ ابتدائے زمانہ میں تو خود کوشش کی۔ اور آخر میں کشش ہوئی۔ یہ سب سے بہتر ہیں۔ دوسرے مجذوب سالک کہ اول جذب سے سرفراز ہوئے۔ پھر سلوک اختیار کیا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے کو تشریف لیگئے۔ تجلی عزباری نصیب ہوگئی۔ تیسرے سالک محض کہ مشرف بجذب نہیں ہوئے تھے۔ چوتھے مجذوب محض کہ تجلی باریتعالیٰ کیوجہ سے اُنکی عقل سلب ہوجاتی ہے۔ یہ بانجھ عورت کی مثل ہیں۔ جذب محض عنایت خداوندی ہے ؎

تاکہ از جانب معشوق نباشد کششے کوشش عاشق بیچارہ بجائے نرسد

آپ نے ایک شخص کو فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو اَللّٰھُمَّ یَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ وَطَاعَتِکَ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا وَزَکِّھَا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا سات بار صبح و شام پڑھ لیا کرو۔ اول و آخر گیارہ بار درود شریف پڑھو۔ اللہ تعالیٰ تم کو تقویٰ اور پرہیزگاری عطا فرماویگا۔

فرمایا کسی بزرگ یا فقیر کی قدرت میں تقدیر کا بدلنا نہیں ہے۔ حضرت امام حسین کا قضیہ وہ کب چاہتے تھے کہ ایسا ہووے۔ آنحضرت نے تین بار دعا فرمائی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ اول مقرر ہوئیں مگر حضرت ابوبکر ہی خلیفہ اول ہوئے۔ پھر ایکبار دعا کی کہ میری اُمت میرے بعد جدال و قتال نکرے۔ ارشادِ باری ہوا کہ ضرور کریگی۔ الغرض اللہ جلشانہ کی بے نیازی ہے۔ اُس کے حکم میں نہ کسی فقیر کو دخل ہے نہ امیر نہ ولی۔ نہ نبی کو

فرمایا انبیا معصوم ہوتے ہیں۔ اور اولیا محفوظ۔ یہی فرق نبی اور ولی میں ہے۔

معصوم وہ ہے کہ گناہ کا صادر ہونا اُسکی ذات سے محال ہو باوجودیکہ استعداد گناہ کی اُسکے اندر موجود ہے۔ محفوظ وہ ہے کہ گناہ کا صادر ہونا اُس سے ممکن ہو۔ گو یہ ممکن تجاوز

تمام عمر میں کبھی واقعہ نہو۔ اول محال کو سنا ہم ہے۔ اور دوسرا ممکن غیر واقع ہے۔

فرمایا شیطان کا علاج اللہ کو یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت ہے

دنیا کا علاج زہد و تقویٰ ہے ہجوم خلق کا علاج گوشہ نشینی ہے۔ مگر نفس کا علاج بہت دشوار ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سب دشمنوں میں بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔ کبھی اُس کا کہنا نہ ماننا۔ ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے

۷ رشوال ۱۲۳۹ھ وقت طلوع آفتاب وفات پائی۔ عمر ۸۰ برس کی تھی۔

جائے مدفن بیرون دہلی بہ مقام مہندیان۔ پشت جیلخانہ

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رح

آپ مرید و خلیفہ برگزیدہ اپنے والد بزرگوار کے ہوئے ہیں۔ عالم باعمل اور فقیہ کامل تھے اور علم حدیث و تفسیر میں شان بزرگ رکھتے تھے۔ آپنے بکمال فصاحت و بلاغت ترجمہ تفسیر فتح الرحمٰن بزبان بامحاورہ اُردو کیا ہے جو مطبوع و مقبول خاص و عام ہے۔

ترجمہ قرآن مجید بزبان اُردو بامحاورہ سب سے اول آپ نے کیا جو تمام ہندوستان میں نہایت مستند مانا جاتا ہے اور سینکڑوں دفعہ چھپ چکا ہے۔ اور ہر سال ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی تفسیر موضح القرآن تحریر فرمائی جسکے فوائد آج زیادہ تر تمام مطبوعہ قرآنوں پر چڑھے ہوئے ہیں۔ یہ ایسی بے نظیر خدمت اسلامی ہے کہ ہر مسلمان آپکا مرہون منت ہے۔ ۱۹ رجب ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی۔ بیرون دہلی مقام مہندیان میں اپنے والد اور برادر کے قریب آسودہ ہیں۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رح

آپ برادر حقیقی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ ملفوظات میں مسطور ہے

حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ میرے آپکے ساتھ چار رشتے ہیں۔ ایک برادر حقیقی دوسرے میرے قبلہ گاہی نے ایک تقریب میں فرمایا تھا کہ شاہ رفیع الدین فرزند تمہارا ہے تیسرے برادر رضاعی بھی تھے۔ میری ہی دایہ کا آپنے بھی شیر نوش کیا تھا۔ چوتھے شاگرد تھے۔ اور فخر فضلا سے زمانہ ہوئے تھے علم ریاضی میں ایسی کامل دستگاہ رکھتے تھے سال وفات ۱۲۳۳ھ ہے۔ دہلی شاہجہان آباد مقام مہندیاں میں مدفون ہوئے آپکے تمام خاندان کے اسی مقام میں مزارات ہیں۔ اور اکثر علما یہاں مدفون ہیں۔

حضرت عبدالرشید بن شیخ محمد مراد

آپنے اول اپنے والد بزرگوار سے فیض طریقہ مجددیہ حاصل کیا۔ پھر خدمت میں حضرت شیخ عبدالاحد مجددی کے حاضر ہوئے۔ اور تکمیل کو پہنچکر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور بعد وفات اپنے مرشد کے کشمیر میں جاکر ارشاد و ہدایت خلق مشغول ہوئے۔ پھر حرمین شریفین کی زیارات سے مشرف ہوکر دہلی میں تشریف لائے تھے تاریخ وفات ۲۷ رجب ۱۱۵۵ھ مزار شہر دہلی میں ہے۔

حضرت خواجہ شاہ گلشن مجددی

آپ خلیفہ اعظم حضرت شاہ عبدالاحد مجددی ہیں۔ ۳۰ سال ایک کمبل میں گذار دیئے تیسرے روز طعام کھاتے وہ بھی تین لقمہ سے زیادہ نہ کھاتے۔ آپ کا طعام پوست خربوزہ و تربوزہ و دیگر پوست اشیاء خوردنی تھا۔ موافق ہر موسم کے کوچہ و بازار شہر سے چھلکے اٹھاکر اور پاک کر کے کھاتے تھے۔ اور جامع مسجد دہلی میں سکونت رکھتے تھے وقت تشنگی سرکف آب حوض مسجد سے پانی جو گرم ہوتا تھا نوش کر لیا کرتے تھے۔ صاحب کتاب دار المعارف لکھتے ہیں۔ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔

آپ فی الفور اُسکی تعظیم کو اُٹھے۔ اور فرمایا مجھے آپ سے بُو ئے پیر روشن ضمیر کی آتی ہے عرض کیا کہ میرے پاس اور تو کچھ نہیں الّا ایک کتاب ہے۔ جب کھولکر دیکھا تو اُس میں چند سطر بدست خاص حضرت عبدالاحد لکھی ہوئی تھیں۔

سال وفات ۱۱۳۱ھ مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم بن وجیہ الدین

آپ خلیفہ اعظم حضرت شاہ عبداللہ اکبر آبادی کے ہوئے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب انفاس العارفین میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجکو مجلس صحبت حکمت عملی اور آداب معاملہ بہت سکھاتے تھے تاریخ وفات ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ عمر ۷۷ سال تھی، مزار شریف دہلی میں ہے

شاہ آبادانی علیہ الرحمۃ

آپ مستند اولیاء اللہ میں سے ہیں آپکا سلسلہ چشتیہ نقشبندیہ تھا۔ مگر ہر سلسلہ میں اجازت تھی آپکا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبر سے ملتا ہے والد ماجد فورجمال سیالکوٹ کے تھے۔ پیدائش آپ کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی تھی۔ سن تمیز کو پہنچے تو دہلی میں آئے۔ مولانا محمد زکریا علیہ الرحمۃ کے تقریبکان ربا مولانا اپنے زمانہ کے عارف تھے۔ شاہ آبادانی اُنکے مرید ہو گئے اور مجاہدہ کرنے لگے مولانا نے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ مولانا کے وصال کے بعد شاہ صاحب مرجع خلائق بنے مولانا فخرالدین صاحب کے ہمعصر تھے اور شاہ غلام علی صاحب اور آپکا ایک زمانہ تھا۔ آپکے خلفاؤں میں صوفی اللہ یار بیگ رومی اور شاہزادہ مرزا حاجی شاہ کلو دہلوی شاہ احسان علی صاحب پاک پٹنی وغیرہ خلیفہ ہوئے اور اہل اللہ کے سلسلے ختم نہیں ہوتے اب بھی اکثر اصحاب اُنکے تعلق رکھنے والے موجود ہیں شاہ صاحب نے بعمر ۷۹ سال ۱۸ ربیع الثانی ۱۲۲۱ھ کو وفات پائی عرس میں آپکے کوئی امر خلاف شریعت نہیں ہوتا صرف قرآن خوانی ہوتی ہے۔ مزار مبارک زیر لال قلعہ پرانی چھپیوں کے قریب ہے۔

آفتابِ نقشبندیان

حضرت شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جانجاناں شہیدؒ

آپ سادات علوی سے ہیں۔ شجرۂ نسب آپکا اٹھائیس واسطوں کے ساتھ بتوسط محمد بن حنفیہ بہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ پہنچتا ہے۔ آپکے باپ دادا شاہان مغلیہ کے دربار میں امیر کبیر تھے اور سلاطین تیموریہ سے قرابت بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ امیر عبدالسبحان نواسے اکبر بادشاہ آپکے دادا تھے۔ آپکے والد مرزا جان بھی ایک مغلیہ دربار کے امیر تھے۔ جنہوں نے تارک الدنیا ہو کر فقیری اختیار کی تھی۔ اور خاندان قادریہ میں مرید شاہ عبدالرحمٰن قادری کے تھے۔ آپکی دادی اسد خان وزیر عالمگیر کی خالہ زاد بہن تھیں پردادا سے اکبر بادشاہ کی بیٹی منسوب ہوئی تھیں ان رشتوں سے تیموریہ خاندان کے نواسہ تھے۔ ۱۱۱۱ھ میں جبکہ عالمگیر دکن پر فوج لئے پڑا تھا انکے والد نوکری چھوڑ کر دلی کو پھرے۔ یہ کالا باغ علاقہ مالوہ میں ۱۱ رمضان کے جمعہ کو پیدا ہوئے۔

عالمگیر کو خبر گذری اس وقت آئین سلطنت تھا کہ خود عالمگیر بچوں کا نام رکھتا یا دربار کے حضرات نام تجویز کر دیتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ طرفین سے دل میں اتحاد پیدا ہو اور روفت پرسند ترقی ہو اور بادشاہ کو ان سے وفاداری اور جان نثاری کی امیدیں ہوتی تھیں۔ اور شادی بھی اجازت سے ہوتی تھی۔ کبھی ماں باپ کی تجویز کو پسند کر لئے تھے۔ کبھی خود تجویز کر دیتے تھے۔ غرضکہ عالمگیر نے کہا کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے۔ باپ میرزا جان ہے۔ ہم نے اس کا نام جانجانان رکھا۔ اگرچہ باپ کا رکھا ہوا نام شمس الدین تھا مگر عالمگیر کے نام کے آگے نہ چمکا۔ مظہر آپ کا تخلص ہے۔ اب میرزا

جان جاناں مظہر کے نام سے آپ نامزد ہیں۔

آپکے والد میرزا جان بھی شاعر تھے جانی تخلص کرتے تھے۔ سولہ[16] برس کی عمر میں آپکے والد فوت ہو گئے۔ اُس وقت دنیائے دوں سے آپکا دل بیزار ہو گیا۔ اور آپنے توسل خاندان نقشبندیہ مجددیہ پیدا کیا۔ اور سید نور محمد صاحب بدایونی کے مرید ہوئے پھر خدمت میں حاجی محمد افضل و حافظ سعد اللہ و خواجہ محمد عابد مشائخ مجددیہ سے فیضیاب ہو کر تکمیل پائی۔ اور مسند ہدایت و ارشاد پر بیٹھکر ہزاروں طالبانِ حق کو واصل بحق کیا۔ معاندان نقشبندیہ غوات لشکر نجف خان سے شربت شہادت بغلولہ تفنگ یعنے طمنچہ پیا۔ اور اُسی سال نجف خاں بھی زندہ نہ رہا۔ اور سال دوسرے اور تیسرے میں تمام توابع اور حواشی اُسکے قعرِ عدم میں چلے گئے۔ آپ بتقریب وفات خود اپنے دیوان میں فرماتے ہیں ؎

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے	کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

اور یہی شعر آپکے مجرے کے دروازے کی پیشانی پر تحریر کر دیا گیا ہے۔ صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ بعد وفات سید نور احمد صاحب بدایونی اپنے پیر کے حضرت شیخ محمد عابد صاحب سنامی سے طریقہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ میں اجازت حاصل کی تھی۔ اور گیارہ برس شیخ کی خدمت میں حاضر رہے تھے اور بہت مقامات عالی طے کئے تھے۔ کتب احادیث حاجی محمد افضل تلمیذ شیخ عبد اللہ بن سالم مکی سے پڑھیں۔ قرآن کی سند جناب حافظ عبد الرسول قادری دہلوی سے حاصل کی۔

آپکا دیوان بھی ہے۔ شہادت کی تمنا رکھتے تھے۔ کسی شیعہ نے آپکے اوپر طمنچہ داغا اور گولی سینہ میں لگی۔ تیسرے روز جام شہادت نوش کیا۔ بادشاہ کی طرف سے مجرم کی تلاش ہوئی مگر پتہ نہ لگا۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا اگر مجرمان سے آپ واقف ہوں تو مطلع فرمائیں تاکہ تدارک کیا جائے۔ فرمایا قصاص زندہ کے لئے ہے فقیر مردہ ہے قصاص

روا نہیں۔ اگر بادشاہ مجرم کو گرفتار کریں تو اُسکو میرے پاس بھیجیں کہ اسکی تقصیر معاف کردوں
آپکے عہد میں تصوف کا دور دورا تھا۔ اور تصوف کے خیالات کے ابر ہندوستان پر چھائے
ہوئے تھے اِس لئے قطع نظر کمال شاعری کے ہزار ہا مسلمان بلکہ ہندو بھی انکے مرید تھے۔ اور
دل سے اعتقاد رکھتے تھے۔

آپ کا مزار غلام علی شاہ صاحب کی خانقاہ میں ہے جہاں ابو الخیر صاحب کا مزار
ہے جو کہ چبلی قبر کے آگے مشہور جگہ ہے جس کا صدر دروازہ آجکل بند رہتا ہے۔ دروازہ
خورد گلی میر ہاشم میں ہے وہاں سے جانے پر زائرین مستفیض ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ مولانا غلام علی قدس سرہ

آپکا نسب شریف بحضرت علی کرم اللہ وجہہ پہنچتا ہے۔ آپ کا نام اول علی تھا جب آپ سن
شعور کو پہنچے آپ خود کو غلام علی مشہور فرمایا۔ وطن اصلی آپ کا موضع بٹالہ ہے جو پنجاب کے
ملک میں امرتسر کے پاس ہے اور آپ سادات علوی سے ہیں۔ والد ماجد آپکے بھی بڑے
زاہد و عابد تھے جنگلوں میں جاکر ذکر خیر کیا کرتے تھے۔ مہینوں گھاس پتی پر قناعت کرتے
تھے۔ آپکے پیدا ہونے سے پہلے ایک دفعہ آپکے والد ماجد نے جناب امیر المومنین علی ابن
ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تمہارے یہاں عنقریب لڑکا پیدا
ہونے والا ہے اُسکو میرے ہمنام کرنا۔ اور آپکی والدہ ماجدہ نے کسی بزرگ کو خواب
میں دیکھا کہ اُنہوں نے عبد القادر نام رکھا۔ اور آپکے عم بزرگوار نے رسول خداؐ کی
بشارت سے عبد اللہ نام رکھا اور اسی سبب سے آپ کا اصلی نام عبد اللہ عرف غلام علی
تھا۔ ۱۱۵۸ھ میں آپنے اس عالم میں قدم رکھا۔ اور بعضے شعرا نے آپکی ولادت باسعادت
کی تاریخیں بھی منظوم کیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے ؎

چو نظم پنجم ز بابے حضرت غلام علی		شدہ ظہور نگن در جہاں۔ جہاں بشگفت

سن ولادت شریفش چو جست از فتد دل	سپہر نور ہدایت شد طلوع بگفت

غرضکہ ۱۶ برس کی عمر تک تو آپ ملک پنجاب میں رہے ۱۱۷۴ھ میں آپکے والد نے چاہا کہ جس سلسلہ میں میں منسلک ہوں آپ کو بھی اُس میں منعقد کر دوں۔ اِس ارادہ سے آپ کو بلوایا کہ اپنے پیر شاہ ناصر الدین قادری جن کا مزار نئی عید گاہ کے پیچھے ہے بیعت کرا دیا مگر جائے مذکورہ پر آنے سے پہلے ناصر الدین رحمۃ اللہ کا انتقال ہو گیا۔ جو مشیت ایزدی ہوتی ہے وہی ہوتا ہے۔

اب آپکے والد صاحب نے اجازت دی کہ جس سے چاہو بیعت کر لو ۱۱۷۸ھ میں بعمر ۲۲ سال آپنے مرزا جانجاناں مظہر علیہ الرحمۃ سے بیعت کی۔ اور سالہا سال آپکی خدمت میں ریاضت شاقہ کی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ یہانتک کہ اپنے پیر روشن ضمیر کے سامنے تلقین و ارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اور ہر طریقہ کی اجازت حاصل کی۔ خاص کر نقشبندیہ۔ اور بعد وصال پیر مرشد خود سجادہ نشین ہوئے۔ توکل اِس درجہ کا تھا کہ شاہ و امرا۔ وزرا کہتے تھے کہ خانقاہ کے درویشوں کے لئے وظیفہ مقرر کر دیں۔ مگر آپنے منظور نہیں فرمایا۔ ایک دفعہ نواب امیر الدولہ میر محمد خان والی ٹونک نے بہت التجا سے درخواست تقرر وظیفہ کی۔ اسکے جواب میں آپنے یہ لکھ بھیجا ؎

ما آبروئے فقر و قناعت نمے بریم ‌‌‌‌‌‌‌‌ با میر خاں بگوئے کہ روزی مقرر است

آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہان میں وہ فیض پھیلا کہ ملکوں ملکوں کے لوگوں نے خدمت شریف میں آن کر بیعت اختیار کی۔ روم۔ شام۔ ہندوستان۔ پنجاب۔ افغانستان کا تو کچھ ذکر ہی نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح اُمنڈ پڑے۔ ؎

چو کعبہ قبلہ حاجت شد از دیار بعید ‌‌‌‌‌‌‌‌ روند خلق بدیدارش از بسے فرسنگ

آپکی خانقاہ میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا۔ اور سب کی روٹی کپڑا آپکے ذمہ تھا۔ باوجودیکہ کہیں سے مقرر ایک حبہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ قیوم غیب الغیب سے سب کام چلاتا تھا

اِس پر فیاضی استقدر تھی کہ کبھی سائل کو محروم نہیں پھیرا جو اُس نے مانگا وہ دیا۔ اگر کوئی عرض کرتا کہ یہ کپڑا اپنے لیئے رکھ لیجیے تو آپ یہ قطعہ پڑھا کرتے تھے۔

خاک نشینی ست سلیمانیم	ننگ بود افسرِ سلطانیم
ہست بسے سال کہ می پوشم	کہنہ نشد جامۂ عریانیم

اور اگر کبھی کچھ اسباب اور سامانِ دنیا کا ذکر آتا تو ارشاد فرماتے۔ ؎

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسبابِ جہاں   انچہ ما داریم زاں ہم اکثرے درکار نیست

اوقات شریف نہایت منضبط تھی۔ کلام اللہ آپ کو حفظ تھا۔ اور تحقیق قرأت بھی بہت خوب تھی۔ نماز صبح بہت اول ادا فرماکر دس پارہ کلام اللہ کے ختم فرماتے۔ اور بعد اسکے حلقہ مریدین جمع ہوتا۔ اور تا نماز اشراق (دس بجے تک) بعد ادا کرنے نماز اشراق تدریس حدیث اور تفسیر شروع ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمیع علوم پیدا کیا تھا۔ ہر ایک علم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال حاصل تھا۔ بعد اس درس و تدریس کے آپ کچھ تھوڑا سا کھانا تاکہ عبادت مجبود ہو سکے تناول فرماکر باتباع سنت نبوی قیلولہ فرماتے۔ تھوڑی دیر بعد اول وقت نماز ظہر ادا فرماکر پھر درس و تدریس۔ حدیث تفسیر و فقہ اور کتب تصوف میں مشغول ہوتے۔ اور بعد نماز عصر تا نماز مغرب حلقہ مریدین جمع ہوتا۔ اور ہر ایک آپ کی توجہ سے علو مدارج حاصل کرتا۔ ہمیشہ تمام رات شب بیداری فرماتے تھے۔ شاید کہ گھڑی دو گھڑی بمقتضائے بشریت غفلت آجاتی ہو۔ سو وہ بھی جائے نماز پر۔ برسوں آپ نے چارپائی پر استراحت نہیں کی نیند کا غلبہ ہوا یوں ہی اللہ اللہ کرتے پڑ رہے۔

جو شخص خلاف شرع و سنت ہوتا اُس سے نہایت خفا ہوتے۔ غرضیکہ سالہا سال تک آپ کی ذات فیض آیات سے یہ عالم منور رہا۔ بمقتضائے کل من علیہا فان آپ نے بھی ہفتہ کے دن صفر کی بائیسویں ۱۲۴۰ھ اس جہان سے انتقال فرمایا۔ اور آپ کی خانقاہ

میں آپکے پیر کے پہلو میں دفن کیا۔ نور اللہ مضجعہ آپکے انتقال کی تاریخ ہے۔
غلام علیشاہ کی خانقاہ شہر دہلی میں بہت مشہور رہی ہے۔ جو بند ہو گیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ ابو سعید نور اللہ مضجعہ

آپ حضرت شاہ غلام علی صاحب کے خلیفہ اعظم ہیں۔ اور آپکے انتقال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے تھے۔ لیکن اس بات کو بھی خیال کر لو کہ آپ حضرت مجدد کی اولاد میں ہیں۔ جو حضرت شاہ صاحب کے پیران پیر تھے۔ اور واقع میں حضرت شاہ صاحب بھی ویسا ہی سمجھتے تھے اور نہایت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔

نسب آپ کا حضرت مجدد تک اس طرح پہنچتا ہے کہ شاہ ابو سعید بیٹے حضرت صفی اللہ کے اور حضرت صفی اللہ بیٹے حضرت عزیز القدر کے اور عزیز القدر بیٹے حضرت محمد عیسیٰ کے اور حضرت محمد عیسیٰ بیٹے حضرت سیف الدین کے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور حضرت مجدد شیخ فاروقی ہیں۔ یہ شرافت اور علو مرتبہ تو از روئے نسب کے تھا۔ اور آپ حافظ کلام اللہ۔ اور عاشق رسول اللہ تھے۔ رات دن آپ کا خلق اللہ کے درس و تدریس میں گذرتا تھا۔ علم قرأت میں آپ یکتائے روزگار تھے۔ کلام اللہ ایسی خوش آواز سے پڑھتے کہ لوگ دور دور سے سننے آتے۔

پہلے پہل تو آپنے بیعت مولانا شاہ درگاہی رحمہ سے جو سلسلہ قادریہ میں بڑے اولیا تھے کی تھی۔ اور نسبت باطنی حاصل کر کے پیری و مریدی کی اجازت حاصل کی تھی لیکن پھر اپنے خاندان کی نسبت نے زور کیا۔ اور اسی طریقہ نقشبندیہ کی طرف کھینچا کہ آپنے دوبارہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور اسرار مجددیہ کے تمام مقامات کو حاصل کیا۔

آپکی شکل و شمائل بہت نورانی تھی۔ بے اختیار آپکی صحبت میں رہنے کو دل چاہتا تھا

اور جبتک کوئی بیٹھتا وسوسہ شیطانی نہ آتا تھا۔ آپ بھی قدم بقدم غلام علیشاہ صاحب کے تھے۔ صرف اتنی بات اور تھی کہ آپ کلام اللہ لکھتے اور وقف فی سبیل اللہ کرتے تھے اور اگرچہ آپکے تعلقات ظاہری شاہ صاحب موصوف سے زیادہ تھے کہ آپ زیادہ عیالدار تھے۔ اور حضرت شاہ صاحب اکثر یہ فرمایا کرتے کہ اگر میں نے فقیری کی تو کیا کسی کا غم نہیں رکھتا۔ ابوسعید کو دیکھو کہ باوصف علایق دنیاوی اپنے معبود کی عبادت میں مصروف ہے۔ آپ تقریباً نو سال ہدایت طالبان خدا میں مصروف رہ کر سنہ ۱۲۴۹ھ میں عازم حرمین شریفین ہوئے۔ بعد فراغت زیارت حرمین الشریفین کے بحالت بیماری بجانب وطن رجوع کیا۔ اور ۲۳ رمضان کو داخل بلدہ ٹونک ہوئے۔ یوم عید الفطر روز شنبہ سنہ ۱۲۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ شاہ عبد الغنی صاحب انکی نعش کو دہلی لائے اور چالیس روز کے بعد نعش صندوق سے نکالکر لحد میں رکھی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسی وقت غسل دیا ہے اور کچھ تغیر نہیں تھا۔ پنبہ زیرین نعش کے نہایت خوشبودار تھیں۔

آپکے چار صاحبزادے یعنی عبد الرشید مرشد نواب صاحب رامپور۔ و عبد الغنی و محمد عمر تھے۔ عبد الرشید کے فرزند محمد معصوم۔ اور محمد عمر کے صاحبزادے حضرت ابو الخیر صاحب جو کہ سجادہ نشین تھے۔ اور چوتھے صاحبزادے شاہ ابوسعید کے شاہ احمد سعید تھے۔

ولادت آپکی سنہ ۱۱۹۶ھ میں ہوئی تھی اور یہ مصرعہ تاریخ ولادت ہے۔ ع حافظ و عالم و ولی بادا

وفات آپکی سنہ ۱۲۵۰ھ عید کے دن ہفتہ کو ہوئی۔ تاریخ وفات کا قطعہ۔۔

امام و مرشد ما شاہ بوسعید سعید ۔۔۔ بعید فطر چو شد واصل جناب خدا
دلے کشکستہ و مغموم گفت تاریخش ۔۔۔ ستون محکم دین نبی فتادہ زپا

حضرت مولانا شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ شاہ ابوسعید صاحب کے بڑے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ آپ حافظ کلام اللہ

اور مطیع سنت رسول اللہ تھے۔ اپنے پیروں کی طرح آپ بھی سلسلہ ارشاد و تلقین
اور توجہ جاری رکھتے تھے۔ علم فقہ و حدیث و تفسیر بدرجہ کمال حاصل تھی۔ دن رات
مشغلہ درس و تدریس جاری تھا۔ مسائل دینی آپکے فیض سے حل ہوتے تھے
اور فتوی شرع شریف آپکی مہر سے مسجل کئے جاتے تھے۔ قدم بقدم اپنے بزرگوں
کے طریقوں پر چلتے تھے۔ خاندان مجددیہ ان ہی اصحاب سے رونق پذیر رہا۔ اور اب
بھی انکی آل و اولاد سے ہے۔ ولادت آپ کی ۱۲۱۷ھ میں ہوئی۔ اور مظہر یزداں
آپ کی ولادت کی تاریخ ہے۔

آپنے بھی جناب حضرت غلام علی شاہ صاحب سے بیعت کی تھی اور نیز اپنے والد
کے فیض سے مالا مال ہوئے تھے۔ اور والد کے انتقال کے بعد آپ ہی سجادہ
نشین ہوئے۔ آپ کا مزار مدینہ منورہ میں ہے۔ اگرچہ اس رسالہ میں صرف ان
بزرگوں کا حال لکھا گیا ہے جو دہلی میں آسودہ ہیں مگر تبرکاً اور سلسلہ کی رعایت سے
آپکا حال درج ہوا۔

شاہ محمد آفاق

آپکی نسبت باطنی استقرار قوی تھی کہ بڑے بڑے صاحب نسبت اسکے اٹھانے
کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ مقامات فقیری بہت صاف تھے۔ نسبت الی اللہ بہت
درست تھی۔ پیروی سنت رسول مقبول نہایت مدنظر رکھتے تھے۔ مسکینی اور شکستگی
بدرجہ کمال حاصل تھی۔ اپنے آپ کو مثل اور نقش و نگار دیوار تصور فرمایا کرتے تھے
نسب آپ کا حضرت مجدد الف ثانی تک پہنچتا ہے۔ اور آپ بھی حضرت مجدد کی
اولاد میں ہیں۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب سے کہ بڑے زبردست فقیر تھے
سلسلہ مجددیہ میں آپنے بیعت کی تھی۔ اور کمال مدارج حاصل کر کے اجازت پیری

مریدی کی حاصل کی تھی۔ اور اپنے پیر کے انتقال کے بعد آپ انکے سجادہ نشین ہوئے اور علاوہ اسکے آپ کو سب سلسلوں میں اجازت پیری اور مریدی کی حاصل تھی دنیا میں رہنا کسی کو نہیں۔ پس آپ بھی ساتویں تاریخ ماہ محرم ۱۲۱۵ھ کو بدھ کے دن نماز مغرب کے بعد آپنے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ جمعرات کے دن آپ کو مغلپورہ سبزی منڈی میں دفن کیا۔

خواجہ بہاؤالدین احمد نے یہ شعر تاریخ وفات میں نظم کیا ہے

از سر یاس گفت اہل جہاں	شاہ آفاق رفت از دنیا

اور ایک آپکے مرید شاہ فضل الرحمٰن صاحب مرادآبادی تھے جو لوگ آپ سے مرید ہیں۔ وہ لوگ اپنے دادا پیر کی زیارت کو آتے ہیں آپ کے مزار مبارک کا پتہ یہ ہے دہلی۔ مغلپورہ متصل پرانا میل۔ ایک مسجد ہے۔ اس میں پہلو کے درخت بہت ہیں وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے۔

علاؤالدین احمدؒ

آپ شاہ آفاق صاحب کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہوئے۔ درحقیقت اپنے پیر کی نشانی تھے۔ ایسے صاحبان کا ہونا غنیمت ہے۔ آپنے تمام عمر فقیری میں صرف کی۔ اور دنیا و مافیہا سے خبر نہ رکھی۔ اور آپنے طرح طرح کے زہد و مجاہدے کئے اور اپنے پیر کی خدمت میں ہمیشہ سفر و حضر میں حاضر رہے۔ آپ کا نسب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی سے ملتا ہے۔ توکل علی اللہ۔ اور عشق رسول اللہ ہر وقت آپکے برتاؤ میں تھا۔ عالم جوانی میں حج خانہ کعبہ ادا کیا اور زیارت روضہ منورہ حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نصیب کرے۔ آمین

آپ کی عمر جب نوے کے قریب ہوئی بینائی جاتی رہی تھی۔ پاؤں سے اٹھ

نہیں سکتے تھے طاقت طاق ہوگئی تھی مگر ہر دم شغل جاری تھا سبحان اللہ کیا لوگ تھے کہ کسی حالت میں اپنے معبود کی یاد سے غافل نہیں رہے۔

حضرت شاہ ابوالخیر صاحب

نقشبندیہ مجددیہ خاندان کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ خانقاہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب کی سجادگی کو انکے وجود سے از سر نو بڑی رونق حاصل ہوئی تھی۔ اب آپکے ۳ صاحبزادے ہیں۔ حافظ مولوی۔ دو صاحبزادے فی الحال برائے تحصیل علم دین مصر میں تشریف لے گئے ہیں۔ آپ پوتے حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب کے تھے۔ اپنے بزرگوں کی طرح آپ بھی سلسلہ ارشاد و تلقین اور توجہ جاری رکھتے تھے۔ علم حدیث و فقہ و تفسیر بدرجہ کمال آپ کو حاصل تھا۔ اور آپ شب ۱۲ ربیع الاول کو درس فرمایا کرتے تھے۔ اس میں ہر طرح کا بیان۔ اور پیدایش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے تھے۔ بعد ازاں شیرینی تقسیم ہوتی تھی۔

آپ عرب کی پیدایش تھے۔ عربی دستار و لباس پہنتے تھے۔ بڑے عالم باعمل اور عابد مجسم صاحب خیر و برکت تھے۔ سرحد اور بلوچستان والے بکثرت مرید تھے۔ اگرچہ کسی ریاست سے آپ کا وظیفہ نہ تھا۔ مگر فتوحات آپ کو بہت تھی۔ اپنے بچوں کے اللہ اللہ کرنے کے لئے دو ہزار ماہوار کرایہ مکانات آپنے چھوڑا ہے۔ اور آپ کی خانقاہ کا خرچ بھی ہے۔ مسافران افغانستان کو کھانا بھی ملتا ہے۔ گرمی کے موسم میں ہر سال کوئٹہ تشریف لیجاتے تھے۔ مزاج میں جلال بہت تھا۔ اور کشف کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص کے دل کا حال۔ اور قلبی خطرہ معلوم کر لیتے تھے۔ اور صفائی بیانی کا یہ عالم تھا کہ فوراً ٹوک دیتے تھے کہ تیرے دل میں یہ خطرات آرہے ہیں۔

آپ کو فیض اپنے بزرگوں سے پہنچا تھا۔ زیادہ حالات آپکے جسکو معلوم کرنے ہوں

وہ سوانح حیات کا ملاحظہ فرمائیں۔ مزار آپ کا خانقاہ شاہ غلام علیشاہ میں آپکے داداکے پاس ہے اور یہیں مزار مرزا جانجاناں صاحب و شاہ غلام علی صاحب کا ہے۔

مولانا شاہ رحیم بخش صاحب

آپ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ اور مرید دوست محمد خاں صاحب کے تھے جو سرحدی علاقہ میں خاندان مجددیہ کی طرف سے مامور تھے۔ غدر ۱۸۵۷ء میں جب دوست محمد خاں صاحب کو معلوم ہوا کہ خانقاہ شریف دہلی میں خالی ہے اور کوئی سجادہ نشین نقشبندی وہاں نہیں ہے تو آپنے اپنے خلیفہ خاص مولانا رحیم بخش صاحب کو بھیجدیا۔ آپنے یہاں آکر خانقاہ شریف کا انتظام درست کیا۔ لنگر بدستور جاری کیا۔ نہایت متقی و پرہیزگار، عابد، زاہد، عالم باعمل تھے۔ سلسلہ پیری و مریدی جاری ہوا۔ سینکڑوں مرید آپکے شہر دہلی میں ہوئے آپ کا فیض روحانی تمام اہل شہر پر عام تھا۔ بعد وفات خانقاہ شریف میں آسودہ ہوئے۔

حضرت میرزا رحیم الدین صاحب

نقشبندیہ مجددیہ آپ دہلی کے رہنے والے تھے۔ آپکے والد و والدہ نے انتقال کیا۔ تو آپ دس سال کے ہونگے۔ قرآن شریف پڑھ لیا تھا۔ جب آپ بارہ سال کے ہوئے تو آپ مرید حضرت شاہ مولانا احمد سعید صاحب کے ہوئے۔ شاہ صاحب موصوف نے جب ہجرت ہند سے کی تو آپ بھی اپنے پیر کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت ابوالخیر صاحب پیدا ہوئے۔ انکی پرورش اور غور و پرداخت آپکے سپرد ہوئی۔ آپکے پیر حضرت شاہ احمد سعید صاحب کا وصال ہوا۔ تو اسکے بعد بھی وہیں رہے۔ جب ابوالخیر صاحب نے سن تمیز و رشد حاصل کر لیا تو آپ وہاں سے ہند میں واپس آئے اور خانقاہ شاہ غلام علیشاہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ ایک حجرہ بند کرکے تلاوت قرآن شریف میں مشغول رہتے تھے

اور جو فتوحات ہوتی۔ اہل محلہ کے غربا پر تقسیم کر دیتے۔ اور جمعہ جمعہ درود شریف پڑھواتے
پیسے بڑوں کو اور کوڑیاں بچوں کو تقسیم کرتے۔ جمعہ جمعہ بچے بہت دور دور محلوں کے
جمع ہو جاتے اور درود شریف پڑھتے رہتے۔ آپ انکی فرمایش کے بموجب انکو شیرینی
اور کوڑیاں دیتے۔ جب ابو الخیر صاحب مکہ سے تشریف لائے تو اپنی جاری جگہ پر آگئے
آپ کو مرزا رحیم الدین صاحب کا یہ مجمع پسند نہوا۔ کیونکہ بچے غل مچاتے تھے اور اس سے
آپکے اوراد و وظائف میں فرق آتا تھا۔ ایک دن مرزا رحیم الدین صاحب خانقاہ کے
دروازے سے سہارا لئے کھڑے تھے۔ اہل محلہ میں سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ
کس فکر میں کھڑے ہیں۔ کہا علیحدہ مکان رہنے کے لئے چاہتا ہوں اور اسی سوچ
میں کھڑا ہوں انہوں نے بتایا کہ یہ سامنے کا مکان خالی ہے آپ اسکو لے لیجئے۔ آپ
نے وہ مکان لے لیا اور خانقاہ سے اس مکان میں چلے گئے۔ یہ مکان ایک خانساماں
کی ملکیت تھا جس کا انتقال ہو چکا تھا اسکی زوجہ بہت مقروض تھی۔ غرض اس سے
یہ بات مقرر ہوئی کہ تم اپنے قرضخواہوں کو حکیم قاسم علیخاں صاحب کے پاس بھیجا کرو۔ وہ بعد
تحقیق قرض انکا ادا کر دیا کرینگے۔ حکیم صاحب قرضہ ادا کرکے رسید لے لیا کرتے تھے
اور رسید شاہ رحیم الدین صاحب کو دیکر روپیہ آن سے لے لیتے۔ غرض اس طرح یہ مکان آپکی
ملکیت میں آگیا۔ آپ تلاوتِ قرآن شریف میں زیادہ تر مصروف رہتے تھے۔ پھر مولانا
محی الدین صاحب ناظم صدر عدالت اورنگ آباد نے ایک قلمی قرآن شریف آپ سے
بطور نذر سلطان محبوب علی شاہ نظام حیدر آباد دکن کو دلوایا۔ وہاں سے آپ کا یومیہ
مقرر ہو گیا۔ ازاں بعد آپ پھر زیارت حرمین اور بغداد و کربلا وغیرہ چار اصحاب حکیم قاسم علی
صاحب مرحوم۔ مولوی کرامت اللہ صاحب سوداگر۔ نور محمد صاحب جو کہ باڑہ میں رہتے
تھے تشریف لے گئے۔ اور بعد فراغت زیارت اس ہی مکان میں آگئے۔ قسطنطنیہ اور عراق
و بلاد شام کے مقامات کی زیارت کی اور یہاں کے مشائخوں سے ملے۔ اس سفر کے بعد

بعد آپنے گویا عزلت نشینی اختیار کی مکان میں رہتے تھے اور تلاوت کلام مجید کا شغل تھا
عالم ضعیفی میں آپ پر فالج کا اثر ہو گیا تھا۔ مگر جلد اس مرض سے صحتیاب ہو گئے۔ اچھے
ہونے کے بعد آپ درود شریف کثرت سے پڑھتے تھے اور پڑھواتے رہتے تھے۔
دوسری مرتبہ پھر فالج گرا۔ اور پھر تندرست ہو گئے۔ مگر کمزوری زیادہ بڑھ گئی۔ حاجت ملازم
کی ہوئی جو کام کاج اور حوائج ضروریہ میں مدد دے مثلاً جاتے ضرور لیجا وے اسلئے
ایک ملازم رکھ لیا تھا جو ان کاموں میں مدد دیتا تھا۔ آپنے مرتے دم تک درود خوانی کا سلسلہ
جاری رکھا۔ اور انکے بعد اب تک جاری ہے اسے اللہ اسے تاقیامت جاری رکھ یہ آرزو
سعید کی ہے اور بس۔ مزار آپ کا خواجہ باقی باللہ میں ہے کتبہ ہے آپکے نام کا۔ خواجہ
باقی باللہ کے نان بائی کے پاس ہے۔

سرکار نظام سے آپ کو دو روپیہ یومیہ ملتا تھا۔ یہ رقم جمع ہو کر چھٹے چھینے آتی تھی
مولوی محی الدین صاحب میر مجالس خزانہ اورنگ آباد سے وصول کر کے روانہ کرتے تھے
تیرہ روپیہ ماہوار کھانا پکانے والے کو دیتے تھے اور باقی رقم چھ یوم بھی کفایت نکرتی تھی
پھر فتوحات پر کام چلتا تھا۔

جناب مولوی شرف الحق صاحب اپنا بیان یوں فرماتے ہیں کہ میں نے پاس انفاس
کا ورد بکثرت کیا تھا۔ تو ہر وقت و ہر لحظہ مثل ہچکی کے میرا سانس چلتا تھا۔ اور میں اسکو
ضبط نکر سکتا تھا۔ اس حالت کے سکون کے لئے ششدر و حیران تھا۔ میں میرزا رحیم الدین
کے پاس گیا تو پہلے انہوں نے مجھ سے کہا تو کیوں یہاں آیا۔ یہاں سے چلا جا۔ غرضکہ
میں وہاں سے چلا آیا۔ پھر گیا۔ آخر کئی بار جانے پر انہوں نے فرمایا کہ تو محبوب الٰہی کے
یہاں جا۔ اور میرا سلام عرض کر۔ وہاں کی حاضری سے مجکو سکون ہو گیا۔

اور یہ بھی مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ جو کوئی مرزا صاحب کے ساتھ سلوک
کرتا تھا۔ آپ دوچند اس سے سلوک فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی انکا اندازہ ہے کہ مرزا صاحب

موصوف نے قریب چار لاکھ روپیہ صرف کر کے لوگوں سے درود شریف الدین ہے۔ جبتک جیتے رہے آپ کا یہی طریقہ رہا۔ اور بعد وصال کے بھی یہی طریقہ ابتک برے جاری ہے۔ مؤلف کتاب ہٰذا جو حضرت موصوف سے شرف نسبت خواہر زادگی کی رکھتا ہے اِس کام کا متکفل ہے خداوند قدوس اس میں روز افزوں ترقی دے۔ آمین اور بعد میرے انشاء اللہ برخوردار حفیظ اللہ طول عمرہٗ اِس کام کو انجام دیگا۔ باقی الغیب وعند اللہ۔

سلسلۂ اویسیہ

حضرت سیّد حسن رسولنماؒ

آپ خاندان اویسیہ میں سے ہیں۔ آپ کی توجہ لڑکپن سے شباب تک خرچ کرنے پر ہی مبذول رہی۔ آپ کی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی ایک خس کے برابر بھی وقعت نہیں تھی۔ ایام خوردسالی میں آپ غربا سے میل رکھتے تھے اور امیرزادوں سے متنفر رہتے جب آپکے والد کا انتقال ہوا تو سرکاری طور پر اپنے والد کے منصب پر مقرر ہوئے تو آپ کا طریقہ تھا کہ جو چیز بھی ہاتھ آتی مسکینوں کی نذر فرماتے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن آپنے یہ حدیث قدسی سُنی کہ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا جو شخص ایک بالشت بھر مجھ سے نزدیک ہو تو میں گز بھر اُسکے نزدیک ہوجاتا ہوں۔ غلبۂ عشق ومحبت میں۔ اُونچے اُونچے پہاڑوں اور درختوں پر چڑھ کر چلانے لگے کہ بارِ خدایا میں تو یہاں پہنچ گیا ہوں۔ تو کہاں ہے؟ پھر اس سے بھی کسی اونچی جگہ چڑھ کر اِس طرح فریاد کر کے اور رو دیتے جسکو سنکر مسافروں اور رہگذروں کے دل پر رقت طاری ہوتی تھی۔ آپ کا بدن اس تک و دو میں کانٹوں کے چبھنے سے چاک چاک ہوگیا۔

اے سعید سمجھ لینا چاہیے کہ عاشقوں سے جو بات غلبۂ شوق میں سرزد ہو اسپر

بعد آپ سے نہ کیا جاتا۔ حق تعالیٰ کے سامنے جو کلمات عاشقان صادق زبان پر لاتے ہیں وہ بے ادبی یا گستاخی کی وجہ سے نہیں ہوتے بلکہ عشق و محبت کا جوش ہے۔

ہر کہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش — نے ادب ماند درو نے عقل و ہوش

آپ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ تقرب حاصل تھا کہ جسکو چاہتے تھے آپ کی زیارت سے مشرف کرا دیتے تھے۔ اسی سبب سے "رسولنما" آپ کا لقب تھا۔ آپ کا مزار بھی زیر آسمان واقع ہے اور مزار شریف کے سرہانے یہ شعر کندہ ہے ؎

حسن رسولنما افتخار آل حسن — اویس قرنی ثانی و ثالث حسنین

آپکے خلفا کے یہ نام ہیں۔ شاہ محمد سعید صاحب۔ سید محمد ابراہیم صاحب۔ سید شجاعت خان ۱۲ شعبان المعظم کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپکے نبیرہ سید عنایت حسین صاحب۔ اور سید احمد حسن صاحب سجادہ نشین ہیں۔ اور جن صاحبان کو آپ کا زیادہ حال معلوم کرنا ہو تو وہ کتاب مناقب الحسن رسولنما دیکھے۔

آپکے مزار مبارک کے گرد بڑے رقبہ میں فصیل بنی ہوئی ہے وہ تمام سنگ خارا کی ہے مگر اب زیادہ حصہ اس کا شکستہ ہو گیا ہے۔ میر عنایت حسین صاحب سجادہ نشین نے ایک درخواست معرفت حسن نظامی صاحب اسکی مرمت کے لئے حضور نظام دام سلطنتہ کی خدمت میں گزرانی ہے۔ امید ہے کہ گورنمنٹ نظام اپنی دریادلی اور بزرگان دین کی خدمت سمجھ کر اسکی کافی مرمت کرا دیگی۔ اور یہ مقام اب نئی دہلی کے وسط میں آگیا ہے۔

صوفی سرمد شہید و مزار ہرے بھرے صاحب رح

جہاں تا عرف جامع مسجد دہلی کے مشرقی دروازے کی سیڑھیوں سے اتر کر کسی قدر شمال کی جانب حضرت صوفی سرمد رح کی سرخ رنگ کی قبر پر چادر ہوتی ہے۔ اور جناب ہرے بھرے

صاحب قدس سرہٗ کے مزار پر سبز چادر ہے۔ یہ دونوں بزرگ اورنگ زیب کے شیخ الدین صوفی سرمد آپ صاحب جذب وسکر و مستی و استغراق و محبت تھے۔ برہنہ رہتے تھے۔ بڑے عالمگیر نے برہنہ رہنے پر باز پرس کی۔ آپ نے یہ رباعی فرمائی ؎

آنکس کہ ترا سریر سلطانی داد	ما را ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید	بے عیباں را لباس عریانی داد

علمائے وقت نے فتوائے قتل دیا۔ مقتل میں پہنچکر یہ شعر پڑھا ؎

سرجدا کرد از تنم شوخے کہ با ما یار بود	قصہ کوتاہ گشت ورنہ درد سر بسیار بود

مخدوم شیخ کاظم شطاری عرف ہرے بھرے

کہتے ہیں کہ آپ سرمد صاحب کے پیر ہیں سنبھوار کے رہنے والے تھے چشتیہ نظامیہ خاندان کے مجاز تھے۔ شاہجہاں کے زمانہ میں دہلی میں آئے تھے۔

حضرت میاں شاہ محمد حسین صاحب نام علام حسین

آپ مرید و خلیفہ حضرت شیخ عبدالکریم عرف اخوند فقیر تھے۔ والد آپکے سادات صحیح النسب شہر ترمذ سے تھے کسی وجہ سے شاہجہاں آباد عرف دہلی آن کر بسے آپکے جد امجد نے قصبہ ہوڈل میں شاہ قطب الدین خلیفہ محمد زبیر بن محمد نقشبندی سے بیعت کی۔ آپنے ابتدا میں اپنے والد صاحب سے تحصیل علوم کر کے ریاضیات و مجاہدات و اشغال باطن میں مشغول رہے۔ پھر بزیارت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی مشرف ہوئے۔ اور پھر وہاں سے چلکر اجمیر شریف قریب چھ سال کے اقامت گزیں رہے۔ پھر ۱۲۵۰ھ میں اجمیر جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک رات بروئیت حضرت خواجہ بزرگ مشرف ہوا۔ بلا واسطہ سعادت بیعت حاصل کی۔ اس روز سے حال فقیر پر خواجہ بزرگ کی نظر الطاف مبذول رہی

[حضر]ت خواجہ بزرگ شاہجہان آباد پہنچکر نور محمد نامی درویش کہ مرید شیخ عبدالکریم تھے
[شکر]و کش ہوا مع ان سے اوصاف حمیدہ حضرت عبدالکریم سنکر جوش قدمبوسی پیدا ہوا۔
اور شہر رامپور پہنچا۔ اور ہمراہ حافظ عبدالرحمن مرید حضرت موصوف شرف اندوز ملازمت
حضرت شیخ ہوا۔ اور چند مدت حاضر حضور رہکر شرف بیعت و خلافت حاصل کیا مزار دہلی میں ہے

حضرت شیخ نجیب الدین

برادر حقیقی اور خلیفہ راستین حضرت گنج شکر ہیں ۷۰ سال دہلی میں رہے مگر اس عرصہ
میں کسی دنیادار کے گھر نہیں گئے۔ دولتمند اور غریب آپکے آگے یکساں تھے۔
سلسلہ قادریہ فردوسیہ سے آپکا تعلق تھا۔

برگزیدہ مؤمن نیک بیبیوں کا بیان

بی بی زلیخا

آپ والدہ ماجدہ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ کی ہیں۔ بڑی مجیب الدعوات
تھیں۔ یہانتک کہ اگر حضرت نظام الدین اولیاء کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو آپ کی دعا
سے فوراً حل ہوجایا کرتی تھی۔ چار دیواری پختہ میں آپ کا مزار ہے۔ اور یہ درگاہ بی بی
کے صحن میں چبوترہ پر ہے۔ اور اسکے برابر آپکی صاحبزادی جنت کا مزار ہے۔
چبوترہ کے نیچے آپکی نواسی آسودہ ہیں۔

درگاہ حضرت بی بی نور

یہ درگاہ بہت مشہور ہے اور اسی میں حضرت بی بی زلیخا کا مزار ہے۔ روضۃ الاقطاب میں

ہیں بی بی نور و بی بی حور کو جو آپکی حقیقی بہن تھیں ان دونوں کو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی صاحبزادیاں لکھا ہے۔ بعض اصحاب اسکو نہیں مانتے۔ مگر بڑے بڑے کاملین کے آپکے قرب وجوار میں مزارات ہونے سے اس کا انکار بھی نہیں ہوسکتا آپ کا عرس شریف بھی ہوتا ہے۔ شہر کے بہت لوگ آپکے عرس میں شامل ہوتے ہیں اور برکات دینی و دنیوی حاصل کرتے ہیں۔

بی بی صاحبہ سرخپوش

آپ اپنے بھائی کے ساتھ غزنی سے آئی تھیں۔ آپکے بھائی اور دیگر ہمراہیان لڑائی کفار میں شہید ہوئے۔ اور آپنے دعا درگاہ رب العالمین میں مانگی کہ زمین میں پردہ پوش ہوجاؤں۔ دعا قبول ہوئی۔ اور زمین میں پوشیدہ ہوگئیں۔ آپکے ہمراہیان نے آکر دیکھا کہ حضرت بی بی کا گوشہ دامن سرخ اس سے باہر نکلا ہوا تھا۔ اور زمین نے تمام وجود آپکا پوشیدہ کر لیا تھا۔

بی بی فاطمہ سام

اولیاء اللہ میں سے ہوئی ہیں شیخ فریدالدین گنجشکر علیہ الرحمۃ انکو بہن کہا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ انکے روضہ میں ذکر و شغل کیا کرتے تھے۔ اس وقت عوام ان کو بی بی شام اور بی بی صاحبہ کہتے ہیں۔ بعض لوگ حضرت سلطان المشائخ کی پیر بہن بھی بتاتے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ حضرت شکر گنج سے بیعت بھی ہونگی۔

۱۸ شعبان المعظم کو آپکا عرس ہوتا ہے۔ پرانے قلعہ کے متصل جنوب کی جانب سیدھا کچا راستہ نومحلہ کو جاتا ہے۔ اس ہی طرف چلنے سے پہلے ریل کی پٹری بھی اس

طرف واقع تھی۔ اب نہیں ہے۔ آپکے مزار پُر عظیم الشان درختوں نے سایہ ڈال رکھا ہے۔

جہاں آرا بیگم صاحبہ

آپ شاہ جہاں کی بیٹی ہیں۔ رات دن یادِ الٰہی میں بیچین رہتی تھیں۔ یادِ الٰہی سے انکو کام تھا۔ اور آپ کو خواجگان چشت سے نہایت اعتقاد تھا۔ اور تین کروڑ کا اپنا تمام مال و اسباب یہاں کے خادموں کو دیکر یہ زمین اپنے مدفن کو مول لی تھی۔ لیکن عالمگیر نے دو کروڑ روپیہ اس میں سے لے لیا۔ اور کہا کہ تہائی سے زیادہ میں وصیت جائز نہیں اور یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ اس مجحر کو جہاں آرا بیگم نے اپنے سامنے بنایا تھا اور اُنکے لوحِ مزار پر یہ عبارت بخط نسخ کندہ ہے ؎

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا	کہ قبر پوش غریباں ہمیں گیاہ بس ست

آپ کا مجحر سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کا ہے۔ اور جالیاں بھی سنگِ مرمر کی ہیں نور کا بقعہ یا ایک موتی کا ٹکڑہ معلوم ہوتا ہے۔ چاندنی رات میں عجب کیفیت معلوم ہوتی ہے فردوسِ بریں کا سماں دیکھائی دیتا ہے۔ سنہ ۱۰۹۳ھ میں تعمیر ہوا ہے جہاں آرا بیگم بنت حضرت شاہجہاں نہایت خوش اعتقاد و عالمہ و فاضلہ تھیں۔ پیران عظام چشت سے انکو کامل اعتقاد تھا۔ زیارت اجمیر شریف کا حال کتاب معین الارواح میں آپنے تحریر فرمایا ہے اُسکے دیکھنے سے آپکی خوش اعتقادی کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ نور ایمان زیادہ ہوتا ہے۔ روح تازہ ہوتی ہے۔ طالب کو چاہیئے کہ اُسکو دیکھے اور بصیرت حاصل کرے۔

خانم صاحبہ

آپ باعتبار صفائی باطن کے ہزار مردوں سے بہتر تھیں۔ آپ کا مسکن بلی ماروں میں

قریب حویلی شیر افگن خان کے تھا۔ خاص و عام آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حاجات ضرورت کے متعلق سوال کرتے تھے۔ جواب میں جو آپ کی زبان سے نکلتا وہی اکثر ہوتا تھا۔ نہایت بزرگ تھیں۔ جذب مزاج پر غالب تھا۔ مگر نہ اس قدر کہ از خود رفتگی کی حالت ہو جائے۔ جائے مدفن معلوم نہیں۔

رائے پتھورا کی صاحبزادی

ازلی سعادت کیش مومنہ تھیں۔ جب حضرت حاجی بابا روزبہ ہندوستان میں تشریف لائے تو یہ زمانہ رائے پتھورا کا تھا اور ہندوستان خصوصاً نواح دہلی میں مسلمانوں کا نام و نشان نہ تھا۔ آپ نے زیر قلعہ رائے پتھورا ایک جھونپڑی ڈال کر قیام کیا۔ اس وقت کے پنڈتوں اور نجومیوں نے آپ کے آنے کو فال بد سمجھا۔ اور راجہ سے کہا کہ اس شخص کا یہاں آنا اچھا شگون نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب یہاں عملداری مسلمانوں کی ہونے والی ہے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ حاجی روزبہ اوش کے رہنے والے اور کامل ولی اللہ تھے۔ رانی آپکے نورانی چہرے اور طریق عبادت کو غور سے دیکھا کرتی تھی۔ آخر بتائید ایزدی و توفیق ربانی آپکے دست حق پرست پر ایمان لائی اور مومنین صالحات میں سے ہو گئی۔ حاجی روزبہ کا مزار اب تک زیر قلعہ رائے پتھورا۔ بالائے خندق زیارت گاہ عوام و خواص ہے اور اسی کے قریب رائے پتھورا کی صاحبزادی کی قبر ہے۔ جب تک حاجی روزبہ زندہ رہے ہزاروں ہندوؤں نے آپکے فیض سے اسلام قبول کیا۔ روز بروز شوکت اسلام کی زیادہ ہوتی گئی۔ یہ روایت بھی زبان زد خاص و عوام ہے اور متواتر چلی آتی ہے کہ جب رائے پتھورا کی بیٹی نے اسلام قبول کیا تو اسکی سہیلیاں اور خواصیں نہایت متردد اور پریشان ہوئیں اور راجہ کے پاس جانا اور اسکو منہ دکھانا پسند نہ کیا وہ سب کی سب ایک کنوئیں میں ڈوب کر مر گئیں یہ کنواں اب تک منار جو کھایہ میں موجود ہے جو قلعہ کی حدود میں ہے۔

بائی جی

یہ ایک باکمال عورت تھیں شہر شاہجہاں آباد میں قریب عیدگاہ ایک جھونپڑی میں آپ کا قیام تھا۔ تمام عمر اسی میں بسر کردی۔ معلوم نہیں آپ کا اصلی نام کیا تھا۔ لیکن لوگ بائی جی کے نام سے مشہور کرتے تھے۔ اثنائے کلام میں اکثر آیات قرآنی آپکی زبان پر جاری ہوتی تھیں۔ خصوصاً اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر دیکھا گیا کہ جب کوئی اپنے مطلب کیواسطے انکے پاس گیا تو ستر کو زبان اُس مال میں سے جو اُنکے پاس پہنچا تا علیحدہ کرکے ستر دفعہ زمین پر رکھ کے زمین سے اُٹھاتیں اور ہر دفعہ آیت انا اعطینا کی پڑھتی جاتیں۔ جو کچھ دل میں آتا سائل کو کہدیتیں۔ لیکن قدرت الٰہی کو دیکھئے کہ جو اُس وقت اُنکی زبان سے نکلتا بعینہٖ وہی امر وقوع میں آتا۔

والدہ صاحبہ مولانا شوکت علی و محمد علی

بڑی پارسا و پاکباز صاحب دل ضعیفہ خاتون تھیں۔ خاندان نقشبندیہ میں ارادت رکھتی تھیں۔ مولانا ابوالخیر صاحب نقشبندی مجددی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ مولانا کی صاحبزادوں کو وصیت کرگئی تھیں کہ مرنے کے بعد مجکو خانقاہ شریف میں جگہ دینا چنانچہ انتقال کے بعد دونوں صاحبزادوں نے مولانا محمد علی سے تذکرہ کیا۔ اور وہ حسب وصیت خانقاہ حضرت شاہ غلام علی شاہ میں مدفون ہوئیں۔ مہاتما گاندھی بھی اُن کی تجہیز و تدفین میں شریک تھے۔ اور کثیر آدمیوں کا مجمع تھا۔

حصہ دوم

مساجد و مقابر

اس میں دہلی کی ذیشان مسجدوں اور مقبروں کا حال درج ہے

مؤلفہ

مولوی احمد سعید صاحب یومیہ دار سرکار نظام خلد اللہ ملکہ

سنہ ۱۳۵۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ونصلی علی رسولہ الکریم

بزرگان دین کا حال لکھنے کے بعد یہ ضروری معلوم ہوا کہ دہلی کی مساجد کا بھی کچھ حال درج کیا جائے۔ کیونکہ یہ مسجدیں تعمیر اور تاریخ کے لحاظ سے یادگار زمانہ ہیں۔ اور دنیا میں بے نظیر ہیں۔ انکی خوشنمائی اور استحکام اس پر نفاست اور نزاکت سیاحان روئے زمین کو محو حیرت بنا دیتی ہے۔ اور وہ انگشت بدنداں رہجاتے ہیں۔

اس حصہ کو ہم نے تین باب پر تقسیم کیا ہے۔

پہلے باب میں مساجد کا بیان ہے۔

دوسرے میں بادشاہوں کے مقبروں کا حال ہے۔ یہ وہ اسلامی بادشاہ ہیں جو کہ اپنی عظمت وشان کے لحاظ سے دنیا میں بے مثال گذرے ہیں۔

تیسرے باب میں قلعہ معلی کی مشہور اور دلچسپ عمارتوں کا بیان ہے۔ مساجد کا بیان ہم جامع مسجد سے شروع کرتے ہیں۔

دہلی کی جامع مسجد

کتبہ میں اس جامع مسجد کو مسجد جہاں نما لکھا ہے۔ قلعہ سے ہزار گز کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ مسجد اس انداز سے بنائی گئی ہے کہ وہ پہاڑی اس میں چھپ گئی ہے۔ اور ایک اور پہاڑی اس پہاڑی کے مقابل واقع تھی جس پر

اب مکان بنے ہوئے ہیں اور بھوجلا پہاڑی کہلاتی ہے) بنانے والے اِس مسجد کے **شاہجہاں بادشاہ** رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ایسی خوش وضع مسجد روئے زمین پر نہیں۔ تمام ایک رنگ سنگ سرخ کی ہے۔ اور جابجا سنگ سرخ میں دھاریاں سنگ مرمر کی ہیں۔ اور برج اور فرش مسجد میں سنگ مرمر میں جدول سنگ موسی کی ہے۔ دیوار طاق کنگورہ ایک سیاہ حصے سے خالی نہیں سب جگہ سے ایک سی اونچائی ہے۔ ہاں مغرب کی جانب جو موذن اذان دیتے ہیں وہ دراس صفت سے خالی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں یہ اذان دینے کو بنا لئے ہیں جس میں مسجد کی صنعت کا خیال نہیں کیا ہے بعد کے لوگوں نے) دسویں شوال ۱۰۶۰ھ میں اس مسجد کی بنیاد باہتمام سعد اللہ خان دیوان اعلیٰ اور فاضل خان کارکن کے پڑنی شروع ہوئی۔ اور ہر روز پانچہزار مزدور راج بیلدار سنگ تراش کام کرتے تھے۔ باوجود اس اہتمام وسعی کارکنان کے چھ برس میں دس لاکھ روپیہ خرچ ہوکر مسجد تمام ہوئی۔ اسکے تین گنبد ہیں نہایت خوشنما بیضوی نوے گز کے طول اور تیس گز کے عرض میں اندر کو سات محرابیں اور باہر صحن کیطرف گیارہ در بڑا در جسکو پیش طاق کہتے ہیں نہایت بلند ہے اس جیسا بنانا نہایت مشکل کا سامنا ہے۔ اور باہر صحن کی طرف پانچ پانچ در ادھر اُدھر ہیں۔ بڑے در پر دونوں جانب بطور طغرا یا ہادی لکھا ہوا ہے۔ اور باقی دروں پر کتبہ نام نامی شاہجہاں اور تاریخ تعمیر اور زر مصارف کھدا ہوا ہے۔ بعینہ ان کتبوں کو لکھا جاتا ہے وہ خط نسخ میں ہیں۔ گو خط نستعلیق کی ایجاد اُن دنوں میں ہوئی ہے مگر شاید اس کہ مذہبی عمارت میں عربی خط ہی موزوں ہو بخط عربی لکھے گئے ہیں گو زبان اُسکی فارسی ہے۔ ہم صاف خط عربی رائج الوقت میں اُن کو درج کراتے ہیں تاکہ پڑھنے میں سہولت رہے۔ اور بالمقابل اس کا ترجمہ اردو بھی درج کرتے ہیں۔

کتبہ در اول از طرف شمال

شاہنشاہ جہاں بادشاہ زمین وزمان کے	بفرمان شہنشاہ جہان بادشاہ زمین و زمان

گیہان خدیو کشورستان خداوند گردون
توان موسس قوانین عدل و سیاست
مشید ارکان ملک و دولت بسیار دان
عالی فطرت قضا فرمان قدر قدرت
فرخندہ رائے خجستہ منظر فرخ طالع
بلند اختر آسمان حشمت انجم سپاہ
خورشید عظمت فلک بارگاہ

کتبہ در دوم

مظہر قدرت الٰہی۔ مورد کرامت نامتناہی
مظہر کلمۃ اللہ العلیا۔ مروج الملۃ الحنفیۃ
البیضا۔ ملجاء الملوک والسلاطین۔ خلیفۃ
اللہ فی الارضین الخاقان الاعدل الاعظم
والقاان الاجل الاکرم ابو المظفر شہاب الدین
محمد صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ
غازی لازالت رایات دولتہ منصورۃ و
اعداء حضرتہ مقہورۃ۔ کہ دیدۂ بصیرت
حق ببینش از شعشعۂ انوار ہدایت انما
یعمر مساجد اللہ

کتبہ در سوم

ومن امن باللہ والیوم الاخر مستنیر است
آئینۂ ضمیر صدق گزینش از شعشعۂ

حکم ہے۔ جو کہ ساری دنیا کا بادشاہ ہے ملکوں کا
فتح کرنے والا ہے۔ صاحب آسمان کی سی قوت والا
انصاف اور سیاست کے قانون کو مضبوط کرنیوالا ہے
ملک اور سلطنت کا مستحکم کرنیوالا ذی علم بلند فطرت والا
قضا جیسا حکم رکھنے والا۔ بڑی قدرت والا مبارک رائے والا
مبارک صورت مبارک نصیبہ والا۔ بلند ستارہ آسمان کا دبدبہ
رکھنے والا۔ ستاروں جیسی سپاہ کا مالک سورج جیسی بزرگی اور آسمان کی جیسی
خیمہ والا۔

کتبہ دوسرے در کا

وہ اللہ تعالی کی قدرت کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے بے انتہا
کرامتوں کا منبع ہے۔ اللہ کے بلند کلمہ کا ظاہر کرنیوالا اور روشن ملت
حنفیہ کا رواج دینے والا ہے۔ بادشاہوں اور سلطانوں کی
جائے پناہ ہے زمینوں پر خدا کا خلیفہ ہے بڑا بادشاہ عدل کرنیوالا
اور بہت بڑا سلطان عزت والا ابو المظفر شہاب الدین محمد
صاحبقران ثانی شاہ جہان بادشاہ غازی اس کا
جھنڈا ہمیشہ فتحیاب رہے۔ اور آپکے دشمن ہمیشہ ذلیل
رہیں۔ کہ اسکی حق دیکھنے والی آنکھیں ہدایت کے
نوروں کی روشنی (یعنی کلام الٰہی کی اس آیت جس نے
اللہ کی مسجدوں کو تعمیر کیا

تیسرے در کا کتبہ

اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔ اس سے
روشنی حاصل کرنیوالی ہیں جسکے سچائی قبول کرنیوالے دل کا آئینہ

مشکوٰۃ روایت اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ
مَسَاجِدُھَا، فروغ بِدِیْر این مَسْجِد
کوہ آساس گردوں مماس کہ کریمۂ
لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی، بیان بُنْیَانِ
پائدار اوست وبیّنۂ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ
رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ کنایۂ ایوان
استوار او، وقبّۂ قُبّۂ فلک شانش از
طبقات آسمان گذشتہ، وشرفۂ طاق
سپہر نشانش باوج کیوان پیوستہ

کتبۂ در چہارم

گر ز طاق وقبّہ ومقصورہ اش جوئی نشان
ہیچ نتوان گفت غیر از کہکشان وآسمان
فرد بودی قبّہ گر گردوں نبودی ثانیش
طاق بودی طاق گر جفتش نبودی کہکشان
فروغ شمسۂ پیش طاق جہان نمایش
روشنی بخش مصابیح سمٰوات پرتو کلس
گنبد عالم آرایش نور افزای قنادیل
جنّات بعنبر سنگ مرمریش چون صخرۂ
مسجد اقصیٰ مرقات

حدیث "اللہ کے نزدیک پسندیدہ مکان مسجدیں ہیں" کہ
چراغ کی روشنی سے منور ہے۔ یہ مسجد پہاڑ جیسی آسمان سے
سر لگانے والی کہ آیت شریفہ "یہ مسجد ہے جسکی بنیاد تقوے
پر رکھی گئی ہے" اسکی بنیادوں کی پائداری کے بیان میں ہے
اور (دوسری) آیت شریفہ "اور ہمنے زمین میں پہاڑ ڈالے
تاکہ وہ نہ جھک جائے" کنایہ اسکے مضبوط ایوان کا ہے
اسکے گنبد کا آسمان کی شان والا کلس آسمان کے
طبقوں سے گذر گیا ہے۔ اور اسکے قبہ کا کنگرہ جسکی شان
آسمان جیسی ہے زحل ستارہ کی بلندی سے جاملا ہے۔

چوتھے در کا کتبہ

اگر تو اسکے طاق اور قبہ اور مقصورہ کا نشان ڈھونڈے
تو (بلندی میں) سوائے کہکشاں اور آسمان کے اور کچھ نہیں کہسکے
اگر آسمان اسکے گنبد کا ثانی نہ ہوتا تو وہ یکتا ہوتا
اور اگر اسکے طاق کی جوڑی کہکشاں نہ ہوتی تو وہ فرد ہوتا
اسکے پیش طاق کے کنگرہ کا چمکارہ آسمانوں کے چراغوں
کو روشنی بخشنے والا ہے۔ اور اسکے گنبد عالم آرا کے کلس کا
سایہ جنات کی قندیلوں کے نور کی افزایش کرنے والا ہے
اس کا سبز سنگ مرمر مسجد اقصیٰ کے پتھر کی طرح

کتبۂ در پنجم مقام قاب قوسین او ادنیٰ

پانچویں در کا کتبہ

مقام قاب قوسین او ادنیٰ کا زینہ ہے

محراب فیض گسترش مانند صبح صادق
کشادہ پیشانی بشارت رسان و لقد
جاءهم من ربهم الهدی، ابواب رحمت
آمایش صلاۃ و الله یدعوا الی دار
السلام بمسامع خاص و عام رسانیده
و منار سپهر مدارش ندای و یجزی
الذین احسنوا بالحسنی از رواق گنبد
فیروزه فام گذرانیده، سقف رفیعه
با صفایش تماشاگاه روحانیان کرهٔ
افلاک
بر در ششم کتبه با هادی بخط طغرا نوشته

کتبہ در ہفتم

صحن وسیع دلکشایش سجده گاه پاک
نژادان معمورهٔ خاک روح فضا فیض انتما
و طیب هوای روح افزایش از روضهٔ
رضوان حکایت کرده و عذوبت مای
معین حوض دلنشین لطافت آمایش
از چشمهٔ سلسبیل خبر داده در روز
جمعهٔ دهم شهر شوال سال هزار و شصت
هجری موافق سال چهارم از دور سوم جلوس
میمنت مانوس بساعت خجسته

اسکی فیض پہنچانے والی محراب صبح صادق کی طرح کشادہ پیشانی
سے ولقد جاءهم من ربهم الهدی (اور البتہ آئی تمہارے رب
کی طرف سے ہدایت) کی بشارت پہنچانے والی ہے۔ اس کے
رحمت سے بھرے ہوئے دروازے۔ واللہ یدعوا الی دار السلام
(اور اللہ بلاتا ہے تمکو سلامتی کے گھر کی طرف) کی ندا خاص و عام
کے کانوں میں پہنچاتے ہیں۔ اسکے آسمان مدار مینار سے
آواز و یجزی الذین احسنوا بالحسنی (اور احسان کرنیوالوں
کو جزا احسان کی دیجاویگی) کی آسمان نیلے رنگت والے سے
پرے پہنچاتے ہیں۔ اسکی صاف بلند چھت آسمان کے
کرہ کے فرشتوں کی تماشاگاہ ہے
چھٹے در پر ہادی کا طغری لکھا ہوا ہے۔

ساتویں در کا کتبہ

اس کا بڑا کشادہ صحن معمورہ خاک (دنیا) کے پاک خصلت لوگوں
کی روح کا زیادہ کرنیوالا فیض سے بھرنیوالا اور سجدہ گاہ ہے
اور اسکی خوشبودار ہوا روح کی زیادہ کرنیوالی روضہ رضوان (جنت)
کی یاد دلاتی ہے۔ اور اسکے دلنشین حوض لطافت سے بھرے
ہوئے کا میٹھا پانی چشمہ سلسبیل کی خبر دیتا ہے۔ جمعہ کا دن
دسویں ماہ شوال کی ۱۰۶۰ھ مطابق چوتھے سال تیسرے دور کے
(ایک دور شاہی حساب سے دس برس کا ہوتا ہے تو دو دور چار
برس کے ۲۴ سال ہوئے یعنی) سنہ ۲۴ جلوس شاہجہانی ایسا
جو کہ مبارکی سے ملا ہوا تھا۔ اور مبارک گھڑی ہیں۔

کتبۂ درِ ہشتم

وطالع شایستۂ سرمایۂ ابتنا و پیرایۂ ناسپاس یافت و در عہد شش سال بحسن سعی کارپردازان کاردان و فرط اعتنا و اہتمام کارفرمایان صاحب اقتدار و بذل جہد آشنایان ماہر دانشور و فور کوشش پیشہ کاران چابکدست صاحب ہنر و انفاق مبلغ دہ لک روپیہ صورت انجام و طراز اختتام پذیرفت و مقارن اتمام در روز عید فطر

آٹھویں درکا کتبہ

اور نیک وقت میں بنیاد رکھنے کے رو سے آراستہ ہوئی اور چھ سال کی مدت میں کام پردازوں کی نیک کارگزاری اور صاحب اقتدار کام لینے والوں کی بڑی کوشش سے اور جاننے والوں استادوں اور عقلمند کام کرنیوالوں کی جانفشانی - اور چابکدست ہنروروں کی سعی سے اور دس لاکھ روپیہ کے خرچ سے صورت انجام کی اور نقش ختم ہونے کا حاصل ہوا - اور فوراہی تعمیر ختم ہونے کے بعد عید فطر کے دن -

کتبۂ درِ نہم

بقدوم اقدس بادشاہ ظل اللہ صافی نیت عدل آگاہ زیب و زینت گرفت و اقامت نماز عید و ادای وظائف اسلام چون مسجد الحرام در روز عید الاضحی مرجع طوائف انام گردید و مبانی اسلام و ایمان را متانت و رصانت کرامت کرد - سیاحان ربع مسکون و مسالک نوردان کوہ و ہامون از السنۂ عمارتی باین رفعت و متانت در آئینۂ بصر

نویں درکا کتبہ

بادشاہ سایۂ خدا اصاف نیت - خدا کے پہچاننے والے کے قدموں کے دبدبے سے زیب و زینت پکڑی - اور نماز عید اور اسلام کے وظیفوں کے ادا کرنے سے مسجد حرام کی مانند عید قربان کے دن عوام الناس کے لئے مرجع بن گئی - اور اسلام اور ایمان کی بنیادوں کو استحکام اور مضبوطی حاصل ہوئی - دنیا جہان کے سیاح - اور جنگلوں اور پہاڑوں کی منزلیں طے کرنے والوں کے نگاہ کے شیشہ اور خیال کے آئینہ میں ایسی بلند اور استوار عمارت

کتبہ در دہم

وصورت خیال مرتسم نگشتہ و حقائق
نگاران وقائع دہر و فکرت پردازان
نظم و نثر را کہ سوانح نگاران بدائع
ارباب ملک و دولت و صنائع شناسان
اصحاب مکنت و قدرت اند آفرازندہ
بنای این شکوہ و عظمت بر زبان
قلم و قلم بر زبان نگذشتہ، فرازندۂ کاخ
ہستی و طرازندۂ بلندی و پستی این
بنیان رفیع را کہ قرۃ العین بلندی و زینت
بخش کاشانۂ آفرینش است

کتبہ در یازدہم

پایندہ داشتہ صدای تسبیح مسبحان را
ہنگامہ آرای ذاکران مجامع ملکوت و
زمزمۂ تہلیل مہللان را نشاط افزای
بزم معتکفان جوامع جبروت و دوس منابر
جہان را بخطبۂ دولت جاوید طراز این
دادگر دین پرور کہ بمیامن ذات مقدس
مبارکش ابواب امن و امان بروی
روزگار گشادہ است آراستہ دارد
بحق الحق و اہلہ (کتبہ نور اللہ احمد)

دسویں در کا کتبہ

اور خیال کے آئینہ میں رونما نہیں ہوئی۔ زمانے کے
حالات لکھنے والے مورخوں کی — اور نظم و نثر کو اپنے
فکر سے آراستہ کرنے والے شاعروں کی۔ اور ملک و دولت
کے لائق سوانح نگاروں کی — اور وہ صاحب قدرت
لوگ جو صنعت کی خوبیوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اُن
لوگوں کی۔ یہی بلند عمارت اس شکوہ و عظمت کے ساتھ
قلم کی زبان یا زبان کی قلم پر نہیں گزری۔ بلند کرنیوالے
قصر ہستی کا اور آراستہ کرنیوالا بلندی و پستی کا (یعنی
خداوند فردوس) اس بلند عمارت کو کہ پتلی نگاہ کی
اور زینت دینے والی دنیا کی ہے۔

گیارھویں در کا کتبہ

ہمیشہ قائم رکھ کر اس کے تسبیح پڑھنے والوں کی آواز
کو فرشتوں کی محفلوں کا آراستہ کرنے والا اور ذرا سا بھی
لا الہ الا اللہ کہنے والوں کے زمزمہ کو عالم جبروت کے
اعتکاف کرنیوالوں کی بزم کا خوشی زیادہ کرنیوالا کر کے
اور جہاں کے منبروں کو اس انصاف کرنیوالے اور ہمیشہ
دولت کے ساتھ رہنے والے بادشاہ کے خطبہ سے کہ اسکی ذات
مقدس کی برکت سے دروازے امن وامان کے زمانہ کے منہ
پر کھلے ہوئے ہیں آراستہ رکھے۔ بطفیل سورۃ الحوامیم اور
اور اسکے اہل کے (کاتب الحروف نور احمد)

مسجد کی تعریف کا حق تو کتبوں میں ادا ہو گیا ہے۔ اب ہم ناظرین کتاب کے لئے عمارت کا مختصر بیان کرتے ہیں۔ اِن دروں کے دونوں طرف مینارے ہیں نہایت بلند اور بہت خوشنما اور اُن میں زینہ بنے ہوئے ہیں کہ اُس راستے سے مینار کے اوپر چلے جاتے ہیں اور اُس مسجد کے تین دروازے بڑے عالیشان ہیں اور اُن دروازوں صحنچیاں اور زینہ بنے ہوئے ہیں کہ اُن سے صحنچیوں میں اور پھر میناروں میں چلے جاتے ہیں یعنی میناروں پر جانے کے لئے ہر سہ دروازوں میں سے جا سکتے ہیں۔ پہلے دالانوں کی چھت پر جا کر پھر فرش مسجد کی چھت پر جا کر جا کر جانا ہوتا ہے۔ میناروں کے اوپر بارہ دری کی برجیاں سنگ مرمر سے نہایت دلکشا دلربا بنی ہوئی ہیں۔ اِن میناروں پر چڑھنے سے شہر کی عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ گویا دھوبی کے کپڑے ہیں کہ دھوپ میں سکھائے جا رہے ہیں۔ بڑے بڑے مکان چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہیں پہلے شہر کی آبادی جب فصیل کے اندر تھی تو شہر مثل کٹورے کے معلوم ہوتا تھا۔ اب جو نئی دہلی انگریزوں نے بسائی ہے وہ یکایک یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوسوں کپڑے سوکھ رہے ہیں۔

پہلے شمالی مینارہ پر بجلی گری تھی بعہد حضرت معین الدین محمد اکبر بادشاہ وہ اسیوقت درست کرا دی گئی تھی۔ اُس کو اب قریب سوا سو برس کا عرصہ ہو گیا ہو گا۔ اور اب میرے ہوش میں اسکو قریب ۱۵ برس کا زمانہ ہوا ہو گا۔ جانب جنوب کے مینارہ پر بجلی گری تھی و مینار ٹوٹ گیا تھا اُسکو والئے ریاست بھاگلپور نے بنوا دیا ہے اللہ تعالیٰ اُنکو غریق رحمت کرے اور جزائے خیر دے۔ اب میناروں پر بجلی کی روک کے لئے تانبے کے مثلث رہنمائے بجلی لگا دیئے گئے ہیں اور اُنکے تاروں کے سروں کو مسجد کے نیچے مغربی کنوئیں میں ڈال دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس مسجد کو ارضی و سماوی بلاؤں سے محفوظ رکھے اور نواب صاحب رامپور کے روپے سے جو آپ نے مرض الموت میں ایک لاکھ روپیہ اس مسجد کی مرمت کے لئے دیا تھا مسجد کے فرش کی مرمت کر دی گئی ہے اور مسجد کے چاروں

طرف کا محراب دار شہ تیر جو بالکل بوسیدہ ہو گیا تھا از سر نو بن گیا ہے جس سے مسجد میں جان تازہ آگئی ہے۔ فرش صحن کئی مرتبہ بن چکا ہے اور اب بھی مرمت ہوتی رہتی ہے۔

لارڈ کرزن بہادر نے اس مسجد کا معائنہ کیا تو اس کے حوض کے کناروں پر چار ستونوں کی کمی اور روشنی محسوس کی اور صاحب موصوف نے اپنے صرف خاص سے چار ستون سنگ مرمر کے نہایت خوشنما و نازک حوض کے چاروں کونوں پر بنوا دیئے۔ اور ان پر چار برنجی برجیاں بجائے لالٹین یا قندیل لگوا دی اب ان برجیوں میں برقی روشنی ہوتی ہے اور حوض پر عالم نور نظر آتا ہے۔ یہ سنہ ۱۹۰۱ء میں بنے ہیں۔

اس مسجد کے صحن کے مشرقی حصہ میں تین دھوپ گھڑیاں بنی ہوئی ہیں ان سے اوقات نماز معلوم ہوتے تھے۔ یہ مشرقی صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہیں پہلی دھوپ گھڑی تو اکبر شاہ ثانی کے عہد میں شاہزادہ محمد سلیم بہادر نے سنہ ۱۲۴۸ھ میں بنوائی تھی۔ اس کو قاضی شجاع الدین علیخان نے ایجاد کیا تھا۔

دوسری دھوپ گھڑی سید احمد صاحب امام جامع مسجد نے سنہ ۱۳۲۵ھ میں بنوائی ہے۔ ایجاد کرنے والے کا نام انور علی رہتکی ہے۔

تیسری دھوپ گھڑی منشی تراب علی صاحب نے جو بعد غدر متولی مسجد جامع مقرر ہوئے تھے بنوائی ہے یہ سنہ ۱۲۸۱ھ میں بنی تھی۔

یہ دھوپ گھڑیاں چھوٹے چھوٹے چبوتروں پر بنی ہوئی ہیں اور اب حفاظت کے لئے ان پر جالیدار ڈھکنے لگا دیئے ہیں سب بیچ میں انکے ایک میخ لگی ہوئی تھی جس کے سایہ سے وقت معلوم ہوتا تھا۔ اب یہ میخ نکل گئی ہے۔

امام صاحب مسجد جامع اسکی مرمت میں بہت سعی فرماتے ہیں انکا دم بہت غنیمت ہے ایک بات تعجب خیز شاہجہانی معماروں نے اسکے میناروں کے بنانے میں یہ رکھی ہے کہ بجلی کے صدمہ سے جو پتھر گرتا ہے وہ صحن مسجد میں آتا ہے۔ اس کا تجربہ دو دفعہ ہو چکا ہے۔

انشاء اللہ کثرت نمازیوں کی مسجد میں مورو ملخ سے زیادہ ہوتی ہے اور امام کی آواز سب
نمازیوں کو نہیں پہنچ سکتی۔ اس واسطے شہزادہ مرزا سلیم الدین مغفور ابن معین الدین
اکبر بادشاہ ثانی نے بڑے درکے بیچ میں ایک تکبر سنگ باسی کا بہت خوشنما بنوایا
تھا۔ جو اب کئی سال سے حوض کے پیچھے لگا گیا ہے اور بجائے اسکے سید محمد احمد
امام مسجد ہٰذا نے بہت خوشنما آبدار سنگ مرمر کا تکبر بنوا کر لگوایا ہے۔ اس تکبر میں
یہ صفت ہے کہ ہرن پاؤں ہے یعنی نیچے سے کم چکلا ہے اور اوپر جا کر کشادہ ہو گیا
ہے۔ دیکھنے میں ایک نازنین کی مانند ہے۔ نماز جمعہ اور عیدین کو کئی مؤذن مل کر اس پر
چڑھ جاتے ہیں اور آواز اللہ اکبر اور ربنا لک الحمد کی پیچھے چلا کر زور سے کہتے
ہیں تاکہ سب نمازی سن لیں۔

ستون اندر کے سنگ سرخ کے ہیں اور باہر یعنی جانب صحن کے سنگ مرمر
کے۔ اور مصلے سنگ مرمر کے تعداد میں یکہزار چھپن صف ہیں۔ اس میں سنگ موسی کی
محرابیں دھاری دار بنی ہوئی ہیں۔ منبر جس پر جمعہ اور عیدین میں خطبہ اور وعظ ہوتا ہے
سنگ مرمر کا ہے اور ایسا خوشنما بنا ہے کہ جسکی خوبی قلم و زبان سے بیان نہیں
ہو سکتی۔ اور سب ایک پتھر کا تراش کر بنایا ہے۔ یا جوڑ ایسے ملائے ہیں کہ دوسرا پتھر
نہیں معلوم ہوتا۔ اس مسجد میں پہلے چھوٹے دالان غربی میں آثار شریف جناب رسول
مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھے ہوئے تھے اور اسکے آگے حضرت اورنگ زیب
عالمگیر کے وقت میں الماس علی خاں خواجہ سرا نے پتھر سنگ سرخ کا جالیدار بنوا دیا تھا
اُس پر یہ تاریخ کندہ تھی ؎

پیش آثار مبارک سرور آخر زمان	در زمان شاہ عالمگیر خاقان جہان
اسپاوت ساخت دیوار حجر از سنگ سرخ	بنا بہ با اعتقاد از صدق دل الماس خان
سال تاریخ بنا چون جستم از عقل و ہوش	گفت ہاتف سرخرو کرد ابواب جنان

مگر ایک دفعہ آندھی تیرہ و تار آئی تھی بہت زور و شور سے اُسکے صدمہ سے وہ مجمر گر پڑا حضرت ابوالظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ خلد آرامگاہ نے از سر نو مرتب کیا۔ بعد ازاں کہتے ہیں کہ مولوی نذیر حسین صاحب غفرلہ نے سخت اعتراض کیا کہ خانہ خدا میں قبلہ کے رخ انکو رکھنا درست نہیں ہے۔ اِس میں ایک طرح کی بوئے شرک پائی جاتی ہے۔ اِس وجہ سے اِن تبرکات کو اُٹھا کر شمالی دالان کے حجرہ میں رکھ دیا گیا ہے۔ اور ایک مجمر چوبی کہ رنگ و روغن سے مزین کیا ہے کہ سرسری نظر سے دیکھنے والوں کو سنگ مرمر کا معلوم ہوتا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل تبرکات ہیں۔

(۱) موئے مبارک سرور عالم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۲) نعلین مبارک حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۳) قرآن شریف محررہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ نصف کلام مجید۔

(۴) قرآن شریف محررہ حضرت امام حسن علیہ السلام پورا قرآن مجید۔

(۵) نقش قدم پاک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

(۶) غلاف کعبہ مبارک کا ٹکڑہ۔

صحن مسجد کا نہایت دلکشا اور بغایت فرحت بخش ہے۔ ایک سو چھتیس گز کے عرض و طول سے سنگ سرخ کا تمام فرش ہے۔ اور اُسکے بیچوں بیچ میں ایک حوض ہے فرحت بخش روح افزا۔ دلکش دلربا۔ پندرہ گز سے بارہ گز کا سنگ مرمر کا اور اُسکے بیچ میں فوارہ لگا ہوا ہے۔ اور جمعہ کو۔ اور موسم گرما میں۔ اور عیدین۔ اور الوداع کو چھوٹا کرتا ہے اُسکی کیفیت دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے۔ گویا فوارہ نور ہے کہ جا نگاہ تک پہنچتا ہے اور پنجہ آفتاب سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور اس کا آبِ صفا چھلکتا رہتا ہے۔ اور دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ کٹورا پانی کا لبالب بھرا ہوا ہے۔

ز چشمش فیض دیگر میتوان یافت	ز حوضش آب کوثر میتوان یافت
ز رفعت آسمان یک پایهٔ او	سپهر خورشید زیر سایهٔ او
رواقش قبلهٔ اہل یقین است	نظیر مسجد اقصیٰ ہمین است

اس حوض کے غربی گوشہ پر ایک چھوٹا سا کٹہرہ سنگ مرمر کا محمد حسین عطی نے بنوا دیا ہے اس واسطے اس مقام پر علی الروایت العوام جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیٹھے ہوئے وضو کرتے دیکھا تھا۔ اور اس کٹہرہ پر یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے ؎

کوثر محمد رسول اللہ ۱۱۸۰ھ

رسول دیدہ اند اینجا ولی اہل اللہ	بجاست گر شود این سنگ ہم زیارتگاہ
بنا سے سال تحسین وہ آفرین ہاتف	بگفت احاطہ جائے نشست رسول اللہ

یہ کیفیت شاید مبالغہ کے ساتھ ہو۔ سننے میں آیا ہے کہ ایک دفعہ مرمت فوارہ حوض کی ہوئی تھی جب سے فوارہ میں پانی اس زور سے نہیں آتا جیسا سابق میں آتا تھا۔ مگر یہ بات کچھ اصلیت نہیں رکھتی کیونکہ فوارہ کی مرمت اندر سے کبھی نہیں ہوئی وہ شاہجہانی عہد سے اسیطرح چلا آتا ہے اور کبھی رکاوٹ اس میں نہیں پیدا ہوئی۔ جائے غور ہے عرصہ تین سو برس سے زیادہ کا ہو گیا ہے آج پانی برابر ویسا ہی آتا ہے سر مو فرق نہیں ہوا۔ نہ پانی کے نکلنے کی موری میں کوئی رکاؤ پیدا ہوا ہے۔

سنتے ہیں کہ ایک دفعہ صاحبان انگلش نے چاہا تھا کہ اسکو کھولکر دیکھیں۔ مگر ایک مانع آئی اور کھولنے نہ دیا کہ کہیں کام نہ بگڑ جائے۔ جیسے قلعہ کے حمام کا کام خراب ہو گیا ہے جس میں ہر وقت گرم پانی ملتا تھا۔ اور اسکو کھولکر دیکھنے سے کام بگڑ گیا۔

جامع مسجد میں پانی حوض میں چاہ رہٹ سے آتا ہے یہ ایک کنواں ہے جو مسجد کے شمال میں اسی لئے بنایا گیا ہے پہلے اس پر رہٹ چلتا تھا اور اس سے پانی حوض میں آتا تھا۔ اس کنوئیں کا پانی کھاری تھا۔ اس لئے اس کنوئیں میں سعادتخاں کی نہر ڈالی گئی تھی

اب چونکہ وہ نہر بند کر دیگئی ہے۔ اور واٹر ورکس جاری کر دیا گیا ہے۔ ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت فی الحال پانی نل کا خزانہ چاہ رہٹ میں ڈالا جاتا ہے اور وہی پرانے خزانہ چاہ رہٹ سے پانی حوض جامع مسجد میں آتا ہے۔ اور حوض زیادہ گہرا نہیں ہے۔ آدمی کی کمر کمر تک کا گہرا ہے۔ اِس سے یہ بات بھی حاصل ہے کہ اگر کوئی بچہ اتفاقاً گر پڑتا ہے تو فوراً ہی نکال لیا جاتا ہے۔

مسجد میں چار عدد نظر بجلی کے قمقمے اب لگ گئے ہیں۔ شب کو برقی روشنی ہو جاتی ہے اور چاروں جانب دریائے نور لہرانے لگتا ہے۔ جس سے وضو کرنے والوں اور نمازیوں کو بہت آسایش ملتی ہے۔ اور لطف حاصل ہوتا ہے۔

پہلے زمانہ میں دہوپ سے بچنے کے لئے ایک ٹوبرہ نواب بخش صاحب نے بنوا دیا تھا جسکے قلابے ابتک یادگاری اس امر کی کر رہے ہیں۔ وہ شامیانہ ہوا سے اُڑ گیا۔ اب امام صاحب موصوف الصدر نے ایسے آہنی کھمبے لگائے ہیں کہ ہم انکو موسم سرما میں نکال لیتے ہیں اور موسم گرما لگا دیتے ہیں۔ اُن پر تار موٹے لبطور الگنی لگا دیتے ہیں اور اُن تاروں پر تھان بیر ڈبل زین کے ڈال دیتے ہیں جس سے تپش دہوپ سے بہت کچھ بچاؤ ہو کر نمازیوں کو آرام ملتا ہے۔ یہ سب امام صاحب موصوف نے نمازیوں کے آرام کی تدبیر نکالی ہے۔ اور رمضان شریف میں افطار کے وقت اور سحری کے وقت گولے چھٹنے کی بھی ترکیب امام صاحب ہی نے نکالی ہے جس سے اوقات افطار و سحری عام مسلمانوں کو معلوم ہو جاتے ہیں۔

امام صاحب بہت سنجیدہ اور برگزیدہ آدمی ہیں۔ آسایش خلق اللہ کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ اللہ پاک انکی عمر میں برکت دے۔ سرکار انگلس سے شمس العلماء کا آپکو خطاب ہے

سردی میں وضو کرنے کے لئے جنوبی دالان میں سقایہ بنا یا گیا ہے اس میں پانی گرم ہوتا ہے۔ استنجے کے لئے مسجد سے نیچے جنوبی و شمالی دروازوں کے پہلو میں جگہ بنی ہوئی ہے۔ پانی کا نل موجود ہے جس میں ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ ہر وقت پانی ملتا ہے

اور شمالی دروازے کے نیچے جائے ضرور بھی ہے۔ اور الوداع کے موقعہ پر جب بیرونجات سے آدمی نماز کے لئے بکثرت آتے ہیں اس وقت مردانہ و زنانہ پاخانہ زیادہ بنا دیئے جاتے ہیں۔ اس مسجد کے صحن کے چاروں طرف ایوانہائے خوشنما اور دالانہائے فرحت افزا۔ اور حجرہ ہائے دلکش کہ وہ کھلے ہوئے ہیں صحن کی جانب سے تو ہونا ہی چاہیئے تھا۔ باہر کی جانب سے بھی کھلے ہوئے ہیں۔ ان سے ہر وقت تازی ہوا آتی ہے۔ مگر آندھی کے دنوں میں گرد بھی آتی ہے۔ اور مکانات فرحت بخش بنے ہوئے ہیں۔ اور چاروں کونوں پر چار برج ہیں۔ بارہ دری کے بہت دلچسپ کہ اُس سے ایک عجیب رونق اور بہار حاصل ہوگئی ہے۔ بڑے دالان کہ بلندی انکی بلندی عالم پر فوق رکھتی ہے۔ اس بلندی کی وجہ سے برسات میں مینہ کی بوچھاڑ اندر دالانوں تک پہنچتی ہے۔ کیونکہ انکا چھجہ نہیں ہے ہر خوبی کے ساتھ مضرت بھی قدرت نے ساتھ ساتھ پیدا کی ہے۔

اس مسجد کے تین دروازے ہیں بہت عالی۔ ایک جانب جنوب بطرف بازار چتلی قبر دوسرا جانب شرق بطرف "قلعۂ شاہی" تیسرا جانب شمال بطرف ہسپتال و بازار دریبہ کلاں دروازوں پر پنجی کواڑ محکم لگے ہوئے ہیں۔ مگر انکی صفائی نہیں کرائی جاتی۔ اگر صاف ہوں تو سونے کی طرح دمکنے لگیں۔

مسجد فتحپوری

یہ مسجد بازار چاندنی چوک کے انتہا پر واقع ہے۔ بہت تحفہ اور نہایت نفیس۔ اور ایسی نیک نیتی سے بنائی گئی ہے کہ ابتک اسکی آمدنی سے بہت سے کار خیر ہوتے ہیں۔ اور تا قیامت انشاءاللہ ہوتے رہیں گے۔ اس مسجد میں ہزاروں حافظ قرآن مجید ہوئے۔ اور ہر سال دس بیس ہوتے رہتے ہیں۔ اسکے علاوہ ہر سال سو سو کے قریب طلبا فارغ التحصیل ہو کر اسکے دینی درس سے کامل تعلیم حاصل کر کے اپنے اپنے وطن کو جاتے ہیں اور سند مولویت کی حاصل

کرتے ہیں اور یہ تمام ہندوستان میں مستثنا سمجھی جاتی ہے۔ دہلی کے مدرسوں میں
یہ مدرسہ سب پر فوقیت رکھتا ہے اور اسکے ناظم ممبران نہایت نیک دل۔ ایماندار کارخیر میں
کوشش کرنے والے ہیں۔ مدرسہ میں خوشخط لکھنا بھی سکھایا جاتا ہے۔ فارسی کی کتابیں بھی
پڑھائی جاتی ہیں۔ دینی اور دنیاوی تعلیم ہوتی ہے۔ صرف ونحو سے لیکر بخاری ومسلم تک
تمام عربی کورس تعلیم میں داخل ہے۔ اب انگریزی تعلیم بھی داخل کر لی گئی ہے الحمدللہ
علی ذالک۔ چونکہ اسکی موقوفہ جائداد کی آمدنی زیادہ ہے اس لئے کارہائے خیر میں یہ مسجد
جامع مسجد پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔ ماشاءاللہ دہلی کی تمام مساجدوں سے اس کے ذخیرہ
رقم بہت زیادہ جمع ہے باوجودیکہ کار تعمیر میں بہت بڑی رقمیں خرچ ہو چکی ہیں اور ہوتی
رہتی ہیں۔ مدرسوں کی تنخواہیں بھی معقول ہیں۔ طلبا کو وظیفہ بھی دیئے جاتے ہیں۔

طول اس مسجد کا پینتالیس گز کا ہے اور عرض بائیس گز کا۔ اور یہ صرف دالوں کی
عمارت کا ہے اگر صحن کو شامل کیا جائے تو بہت زیادہ ہے۔ سر سے پاتک سنگ سرخ کی بنی
ہوئی ہے۔ گنبد کے دونوں طرف ایوان در ایوان ہیں تین تین در کے۔ اور کرسی واجا
میں تمام بت کاری ہوئی ہے۔ اور فرش پہلے سنگ مرمر کا تھا اب وہ بدلکر سنگ سہ
کا کر دیا گیا ہے۔ اس مسجد کے حوض میں پہلے پانی سعادت خاں کی نہر سے آتا تھا۔
اب حوض اور شکل کا لگایا گیا ہے اور پانی نل سے آتا ہے۔ یہ حوض موجودہ دہلی کے
ایک خاندانی رئیس کے باغ کی بارہ دری کے آگے لگا ہوا تھا۔ باغ امتداد زمانہ سے ویرا
ہو گیا۔ یہ حوض انہوں نے مسجد فتحپوری کو دیدیا۔ وہاں علیحدہ کرا کر مسجد میں لگایا ہے۔ تم
سنگ مرمر کا ہے۔ بیچ میں ہشت پہلو حوض ہے اور دو جانب نہر ہے نہایت خوشنما
اور بے نظیر ہے۔ صحن نہایت وسیع ہے۔ کئی کنوئیں بھی ہیں۔ سقاوے مسجد کے
پاس بنے ہوئے ہیں اور پانی گرم ملتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ مسجد میں روز بروز
نئی نئی چیزیں بنتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یا بنی ہوئی تیار ملتی ہیں۔ میں اب حقیقت

توصیف نہیں لکھہ سکتا۔ اِس مسجد کی بانی شاہجہاں کی بیوی تھیں۔ اِس مسجد کو شاہجہانی مسجدوں میں کار خیر کے اعتبار سے سب پر فوقیت ہے۔ زائرین کو چاہیئے کہ پہلے اِن چھوٹی چھوٹی مسجدوں کی زیارت کریں۔ بعد میں جامع مسجد دہلی کی۔

زینت المساجد

یہ مسجد دریا گنج میں واقع ہے۔ پہلے دریا اسکے متصل بہتا تھا۔ یہ نہایت بلند مسجد ہے اسکے منارے دور دور سے دکھائی دیتے ہیں اور کوسوں سے نظر آتی ہے۔ اِدھر مسجد کی فضا اُدھر سبزہ زار کا دکھائی دینا۔ دریا کی روانی عجب عالم دکھاتی تھی۔ واقع میں جیسی کیفیت اور لطف اِس مسجد میں تھی۔ بہت کم کسی مسجد میں ہوگی سر سے پاؤں تک سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے اور تینوں برج سنگ مرمر کے ہیں۔ اور اُس میں سنگ موسیٰ کی دھاریاں بنائی ہیں۔ گویا چشم بد سے محفوظ رہنے کے لئے کالا ٹیکہ ہے۔ اور برجوں پر نہایت ہی خوشنما سنہری کلس ہیں کہ اُنکی دمک آفتاب کی چمک کو مات کرتی ہے۔ مینار اس کے آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ اِس مسجد کے سات در ہیں بہت خوشنما بیچ کا بہت بڑا ہے اور اِدھر اُدھر کے چھوٹے۔ صحن کے بیچ میں ایک حوض ہے دلربا۔ مانند چشمۂ آفتاب کے اور پُر نور مثل ماہتاب کے اور اس مسجد کے پاس ایک کنواں تھا کہ اُس سے پانی اِس حوض میں آیا کرتا تھا۔ مگر اب وہ کنواں بند ہو گیا ہے۔

اِس مسجد کو زیب النسا بیگم بنت شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی بیٹی نے بنایا ہے اور اُنکا دفن بھی اس ہی مسجد کے صحن میں شمال کی جانب گوشہ میں ہے۔ چنانچہ اُسکی قبر کے پاس ایک چھوٹا برج تھا تبرکات رکھنے کا۔ اور اُسکے نیچے دو محجر سنگ باسی کے تھے۔ اور اُسکے اندر ایک محجر تھا سنگ مرمر کا اور اُس میں فرش بھی سنگ مرمر ہی کا تھا اور تعویذ بھی سنگ مرمر ہی کا تھا۔ اور قبر کے سرہانے آیت کریمہ قُل یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ

کندہ تھی اور نثر یہ عبارت کندہ تھی۔ کتبہ

مونس ما در لحد فضل خدا تنہا بس است　　سایہ از ابر رحمت قبر پوش ما بس است

یہ قبر اور محجر وغیرہ سب شکستہ ہوگئے تھے۔ حضور نظام میر عثمان علیخاں دام ملکہ نے یہ حال سنکر قبر کو سنگین سچنہ از سر نو بنوا دیا ہے اور محجر وغیرہ کا اب پتہ نہیں۔ یہ مسجد سنہ ۱۱۲۳ عہد عالمگیر ہی ہے۔ اور مسجد کرسی دیکر بنائی ہے۔ اب اس میں نیچے گھوڑے بندھتے ہیں اور تانگے والے رہتے ہیں۔ اور وہ کرایہ دیتے ہیں جو غالباً روشنی تنخواہ معلم میں صرف ہوتا ہوگا۔ انتظام کمیٹی انجمن مؤید الاسلام دہلی کے متعلق ہے جناب حاجی محمد یوسف صاحب ہائی والے اونریری مجسٹریٹ رئیس دہلی منتظم ہیں۔ چونکہ اس علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے اس لئے مسجد غیر آباد ہے۔ نمازی پانچ چار ہوتے ہیں اتنی بڑی شاندار مسجد مسلمانوں کی توجہ کی محتاج ہے۔ انتظام اتنا بھی غنیمت ہے سابق میں ایسا بھی نہ تھا مسجد بہت مرمت طلب ہوگئی ہے۔ صحن کا فرش شکستہ ہوگیا ہے پتھروں کی درازوں میں گھانس اُگ آئی ہے۔ مسجد میں ولایتی اور غیر آباد مسجدوں کے طلبا افغانی رہتے ہیں۔ غالباً جو کرایہ تانگے والوں سے ملتا ہوگا ان طلبہ کے نان و نفقہ میں خرچ ہوتا ہوگا۔ انتظام قابل تعریف نہیں ہے پبلک متوجہ ہو۔

سنہری مسجد میدان پریڈ

یہ قلعہ کے متصل سنہری مسجد ہے۔ لطافت اسکی بیان سے باہر ہے۔ خوبی اور خوشنمائی حد سے زیادہ ہے قطع اسکی بہت خوب اور وضع اسکی نہایت مرغوب۔ سر سے پاؤں تک سنگ ہاسی کی بنی ہوئی ہے اور اسکے دونوں مینار بھی سنگ ہاسی کے بنے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ کاٹ کے گنبد بنا کر ان گنبدوں پر تانبے کے پترے چڑھے ہوئے تھے اور ان تانبے کے پتروں پر سونے کے پترے جڑے ہوئے تھے۔ اور اسی طرح تمام برجیاں اور

اور کلس یاں اس مسجد کی سنہری تھیں۔ اب پترے نہیں رہے ہیں۔ سنگ ہاسی بھی اس کا بہت سنہری ہے اور تمام در و دیوار اسکے گویا سونے سے لپے ہوئے تھے سنہری نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ مگر کاٹھ اسکے برجوں کا گل گیا تھا۔ اور برج ٹیڑھے پڑ گئے تھے وہ اتار لئے گئے۔ اِس مسجد کی بائیں طرف ایک کاٹھ کا والان بنا ہوا تھا اور اُس تبرکات رکھے ہوئے تھے اور سال کے سال اُنکی زیارت کرائی جاتی تھی۔ اور دہنی طرف بہت خوبصورت حوض اور اُس میں فوارہ لگا ہوا تھا۔ اور اس حوض میں اُس کنوئیں سے جو اس مسجد سے ملحق ہے پانی آتا تھا۔ اب کنواں بند ہو گیا ہے صرف گھاٹ کا اوپر کا حصہ ہے۔ حوض کو بھی ملبہ ڈالکر جرنیلی والوں نے بند کر دیا ہے۔ چند مسلمانوں نے جو وہاں نماز پڑھتے ہیں اس حوض کو کھول لیا تھا اور پانی بھر لیا تھا مگر قلعہ کے جرنیل صاحب نے ملبہ ڈلوا کر بند کرا دیا اب تک زیر ملبہ ثابت ہے۔ چار دیواری سنہ ۵۷ء میں گرا دی حقیقت تو یہ ہے کہ اس مسجد کی خوبصورتی نے اِس کو بچا لیا اور منتظم انگریز کے دل میں رحم آگیا کہ یہ بچ گئی ورنہ جہاں اور سینکڑوں ٹوٹ کر میدان کر دیا گیا ہے یہ بھی شہید ہو جاتی۔ مگر خدا کو بچانا تھا۔ مسجد کے بیچ کے در پر یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے ؎

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ — خلق پرور داد گر شاہان عالم را پناہ

مسجدے کردہ بنا نواب قدسی منزلت — باد دائم فیض عامش آن ملائک سجدہ گاہ

سعی نواب بہادر صاحب لطف و کرم — ساخت تعمیر چنین جاوید عالی دستگاہ

چاہ و حوض و صافی صحنش آبروی زمزم است — ہر کہ از آبش طہارت کرد شد پاک از گناہ

سالِ تاریخش چو جُستم ہاتف از الہام غیب — مسجد بیت مقدس مطلعِ نور اِلٰہ

اِس مسجد کے عقب میں ایک قبر ہے اِس میں بگو اہیلم مدفون ہیں۔ یہ سنگ مرمر کی ہے اور تعویذ پر کچھ آیتیں کندہ ہیں۔ مسجد کے چاروں طرف کی عالیشان فلک فرسا عمارتیں ڈھا کر میدان پڑ پٹ چٹیل بنا دیا ہے موسم گرما میں صبح کی نماز کے وقت اِس مسجد میں عجب کیفیت ہوتی ہے

فخر المساجد

یہ مسجد دلربا جانفزا کشمیری دروازے کے پاس واقع ہے۔ اگرچہ یہ مسجد بہت بڑی نہیں ہے۔ لیکن ایسی خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ اپنا نظیر نہیں رکھتی خصوصاً اس مسجد کے برج ایسے خوبصورت ہیں کہ روے زمین پر ایسے نہونگے۔ گنبد فلک صرف اس مسجد عالی کے گنبدوں کے رشک سے سرگرداں ہے۔ اس مسجد کو سر بازار کرسی دیکر بنایا ہے اور کرسی میں دکانیں نکالی ہیں۔ روکار اس مسجد کی تمام سنگ مرمر کی ہے اور جابجا سنگ سرخ کی دھاریاں لگی ہوئی ہیں مسجد کے اندر اجارہ تک سنگ مرمر بہت نفیس لگا ہوا ہے۔ برج اس مسجد کے نرے سنگ مرمر کے ہیں۔ اور سنگ موسیٰ کی اس میں دھاریاں بنائی ہیں۔ کلس اس مسجد کے بالکل طلائی ہیں۔ مسجد کے اندر کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور باہر کا سنگ سرخ کا۔ اس مسجد کے ضلع جنوبی میں دالان سنگین نہایت عمدہ بنایا ہے۔ اور اسکے جواب میں ایک دالان ضلع شمالی میں ہے۔ مگر اسکے دونوں طرف دربنے ہوئے تھے اور جانب دالان شمالی ایک حوض تھا نہایت خوش قطع اور پاکیزہ اور اس میں فوارہ بھی لگا ہوا تھا۔ مگر اب وہ حوض موقوف کر کے اس پر ایک عالیشان بلڈنگ بنا دی گئی ہے۔ اب نل جو کہ اس وقت کی ایجاد ہے اس سے سقابہ پانی سے بھرا جاتا ہے اور ایک سقابہ تھا جس میں موسم سرما میں پانی گرم ہوتا تھا۔ اس مسجد کو کنیز فاطمہ فخر النسا بیگم زوجہ نواب شجاعت خاں نے سنہ ۱۱۴۱ھ میں بنایا ہے۔ جبکہ نواب شجاعت خان نے اس جہان سے رحلت کی تو انکی بیوی نے اپنی عالی ہمتی سے یہ مسجد اپنے خاوند کی روح کو ایصال ثواب کی غرض سے بنائی ہے تاکہ حسنات اسکے نامۂ اعمال نواب مرحوم میں لکھے جاویں اور تا ابد الآباد اس کا ثواب انکی روح کو پہنچے۔

عورتوں میں ایسی ہمت والی بہت کم ہوتی ہیں۔ یہ بی بی ایک فرد زمانہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ

دونوں کو ثواب ملےگا جس کے دام سے بنوایا ہے اور جس نے بنوایا ہے مسجد کے دروازے پر سنگ مرمر کی تختی میں فخر المساجد لکھا ہوا ہے اور مسجد کی محراب کی پیشانی پر یہ دو شعر کندہ ہیں نہایت خوشخط بخط نستعلیق ؎

خانِ دیں پرور شجاعت خاں کہ بنت یافت جا ۔۔۔ بارضائے حق تعالےٰ از طفیل مرتضےٰ

صدر خاتوناں کنیز فاطمۂ خیرِ جہاں ۔۔۔ یادگارش ساخت ایں مسجد بفضل مصطفےٰ

یہ جو کچھ تحریر ہوا سابقہ حالت وصورت کا بیان تھا۔ اب مسجد کی شان کچھ اور ہی ہوگئی ہے مسجد کے برابر کچھ [illegible] کھیت زمین پڑی ہوئی تھی جس پر دوسرے لوگوں نے قبضہ کرلیا تھا۔ حاجی محمد اسحٰق صاحب تاجر کو خدا نے توفیق دی اور انہوں بذریعہ عدالت اُس زمین کو حاصل کیا۔ اور حوض مسجد کو موقوف کرکے زمین مذکورہ کے ساتھ ملحق کرکے ایک اچھا قطعہ زمین کا نکال لیا اور اس میں دو بلڈنگ نہایت شاندار دو منزلہ تعمیر کرا دی ہیں جس سے بازار کی رونق بڑھ گئی ہے اور مسجد کی آمدنی بہت زیادہ ہوگئی ہے مسجد کی مرمت اچھی طرح ہوگئی ہے۔ دکانیں جو نیچی ہوگئی تھیں از سر نو اونچی کرکے بنادی گئی ہیں اور اُنکے کرایہ میں افزونی ہوگئی۔ مسجد کا سامان سب درست ہوگیا ہے۔ جمعہ و عیدین کی نمازیں ہونے لگی ہیں۔ مسجد کے سامنے جو میدان پڑا تھا اور منجانب سرکار اسکی حدبندی کرکے سبز گھاس کے تختے لگادیئے گئے ہیں کثرت نمازیاں سے وہاں جمعہ و عیدین کو نمازیوں کی صف بندی ہوجاتی ہے۔ مسجد میں مسلمانوں کے لئے ہر طرح کے آرام کا سامان موجود ہے۔ حاجی محمد اسحٰق صاحب کا دم بھی اہل خیر میں بہت غنیمت ہے۔ بہت سے کام مسلمانوں کی فائدہ رسانی کے اُنکے دم سے وابستہ ہیں۔

مسجد و مدرسۂ امینیہ

کشمیری دروازہ فخر المساجد کے قریب میں واقع ہے۔ پہلے یہ لطف اللہ خان صادق کی

مسجد تھی جو عالمگیری ارکان سلطنت میں سے تھے بنوائی وسیع تھی مگر لوگوں [illegible] مسمار ہو گئی تھی
اور اہل غرض نے صحن مسجد میں کچے مکان بنا لئے تھے مولوی کفایت اللہ صاحب صدر
جمعیت علماء صوبہ دہلی نے اپنے مدرسہ امینیہ کو جو سابق میں سنہری مسجد میں تھا یہاں
منتقل کر لیا۔ تمام مسجد کو اہل غرض کی مداخلت بیجا سے پاک و صاف کیا اور رفتہ رفتہ مسجد کو
از سر نو عظیم الشان پیمانہ پر بنا لیا اور مدرسہ کے لئے وسیع کمرے تعمیر کر لئے۔ دینیات کا درس
و تدریس نہایت خوبی سے جاری ہے حق تو یہ ہے کہ تمام شہر میں تعلیم کے لحاظ سے اسکے مقابل دوسری
دینی درسگاہ نظر نہیں آتی۔ اللھم زد فزد۔ مولوی صاحب موصوف فتووں کے جواب کا کام بھی
اپنی ذات سے بڑے پیمانہ پر کرتے ہیں۔ گویا یہ تمام ہند کے لئے دار الافتا بھی ہے۔ سلمہ

مسجد و مدرسہ مولوی عبد الرب

پرانا مدرسہ و مسجد ہے اور مولوی صاحب موصوف الصدر کی یادگار ہے۔ کشمیری دروازے
کے علاقہ میں واقعہ ہے۔ دینی تعلیم بخوبی ہوتی ہے ہر سال ماہ شعبان میں فارغ التحصیل طلباء
کی دستار بندی کیجاتی ہے۔ اور یہاں کے سند یافتہ اطراف ہند میں پھیل کر دینی
خدمات باحسن وجوہ انجام دیتے ہیں۔ بڑے بڑے نامور علماء اس مدرسہ میں تعلیم دے چکے
ہیں۔ مولوی عبد الرب صاحب شہر دہلی کے خاندانی مولوی تھے۔ واعظ شیریں بیان بھی
تھے انکے وعظ میں خاص اثر تھا۔ مسجد کی عمارت پہلے سے دوچند کر دی گئی ہے۔

سنہری مسجد کوتوالی

یہ مسجد نہایت دلچسپ و دلکشا اور چاندنی چوک میں سر بازار واقع ہے۔ منظر اس کا نہایت
دیدہ زیب ہے۔ اہل بازار کی چہل پہل۔ اور رونق۔ سامنے فوارہ کا چھوٹنا۔ فوارے
کے گرد دلکشا فضا کا ہونا ایک عجیب منظر پیش کرتا ہے۔ برج اس مسجد کے سنہری ہیں

اور شاید سنہری پتھر سے جڑے ہوئے ہیں کہ اب تک آب و تاب میں فرق نہیں آیا صبح کے وقت جبکہ آفتاب نکلتا ہے تو ان برجوں کا جگمگانا خاص لطف دیتا ہے۔ اسکی وجہ سے سنہری مسجد کہلاتی ہے۔ اس مسجد کو نواب روشن الدولہ ظفر خان وزیر محمد شاہ بادشاہ نے بنایا ہے ۱۱۳۴ھ میں تعمیر ہوئی ہے۔ شاہ بھیکہ روشن الدولہ کے پیر تھے۔ یہ مسجد انکے نام نامی پر بنائی گئی ہے۔ محراب مسجد پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

بعہد بادشاہ ہفت کشور	سلیمان فر محمد شاہ و اور
بنذر شاہ بھیکہ آن قطب آفاق	شد این مسجد بہ زینت در جہان طاق
خدایا نیست لیک از روئے احسان	بنام روشن الدولہ ظفر خان
بتاریخش ز ہجرت تا شمارست	ہزار و یکصد سی و چہارست

یہ وہی مسجد ہے جس میں بیٹھکر نادر شاہ نے شہر کے قتل عام کا حکم دیا تھا۔ اور اپنے ہاتھ خون آلودہ کئے تھے۔ اس تاریخی مسجد کی دکانیں ۱۸۵۷ء میں انگریزی گورنمنٹ نے نیلام کردی تھیں اور مسجد کی کچھ آمدنی نہ رہی تھی۔ بڑی مشکل سے کسی مسلمان نے ایک دکان خرید کر مسجد کو دی۔ اور اب باقیماندہ دوکانیں بھی خرید کر کسی اہل خیر مسلمان صاحب نے مسجد کے متعلق کردی ہیں انکا نام نامی مؤلف کو معلوم نہیں ہے۔ مسجد میں رونق تازہ آگئی ہے۔ اسنرکاری مسجد کی پرانی ہوکر جھڑ گئی تھی۔ اب اسکی بجائے سنگ مرمر کی سلیں چڑھا کر مسجد کو بقعۂ نور بنا دیا ہے۔ فرش بھی اندر دالان میں سنگ مرمر کا بنایا گیا ہے اور اس میں سنگ موسی کے مصلے بنائے ہیں۔ باہر بھی سائبان میں سنگ مرمر اور سنگ موسی کے شکر پارے کا فرش بنایا گیا ہے۔ آگے سائبان نہایت خوبصورت بنایا گیا ہے۔ ہر چیز بیش قیمت ہے مسجد کو عروس نو کی طرح آراستہ کردیا ہے۔ ہر طرح کے آرام و آسایش کا سامان موجود ہے آمدنی کو بہت وسیع کرلیا ہے۔ خداوند قدوس منتظم صاحب کو جزائے خیر دے۔ برقی روشنی سے رات کو مسجد بقعۂ نور بن جاتی ہے۔

مسجد اکبر آبادی

یہ مسجد تمام سنگ سرخ کی بنی ہوئی تھی - اور گرد اسکے مکانات اور حجرے طلبا کے
رہنے کے لئے بنے ہوئے تھے - ضلع غربی سے ملحق کرسی دیکر مسجد بنائی تھی جسکی
رفعت وشان کے آگے گنبد اخضر پست تھا - اور جسکی عظمت وجلال کے آگے ملا اعلی گرد
تھے - اس مسجد فیض بنیاد کو اعز النسا بیگم بیوی شہاب الدین محمد شاہجہاں نے سنہ ۱۰۶۰ھ
میں بنایا تھا - ان بیگم کا خطاب اکبر آبادی محل تھا - اس سبب سے یہ مسجد بھی اکبر آبادی
کے نام سے موسوم ہو گئی تھی - اس مسجد کے تین برج اور سات در تھے - مسجد کی عمارت
ترپٹھ گز طول میں اور سترہ گز عرض میں نرے سنگ سرخ سے بنی ہوئی تھی - اور اس کا
پیش طاق سنگ مرمر کا تھا - اس کا مفصل حال جسکو دیکھنا ہو وہ آثار الصنادید میں دیکھے
اب اس مقام پر یادگار ایڈورڈ ہے اور مسجد کی نمود قائم رکھنے کو محمد علی مرحوم نے اسکی
بنیاد پر پاڑ درختوں کی جو مثل مہندی کے ہیں لگوائی ہے جس میں اب ادب کے سبب سے
کوئی جا نہیں سکتا نیز اس سبب سے کہ کوئی جا کر غیر مہذب کام نکرے -

کالی مسجد

شاید اصل میں کلان مسجد ہے - یہ مسجد بلند کرسی دار بنائی ہے کہ بتیس سیڑھیاں چڑھ کر
اسکے صحن میں جاتے ہیں - جونانشہ المخاطب بخان جہاں ابن خان جہاں وزیر فیروز شاہ
بادشاہ نے بنائی ہے ۷۸۹ھ سال بنا ہے - اور اسکے دروازے کی پیشانی پر یہ کتبہ
لکھا ہوا ہے - بسم اللہ الرحمن الرحیم بفضل وعنایت آفریدگار در عہد دولت بادشاہ
دیندار الواثق بتائید الرحمن ابو المظفر فیروز شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ این مسجد بنا کردہ

بندہ زادہ درگاہ جونانشہ مقبول المخاطب خان جہاں۔ خدا بریں بندہ رحمت کناد۔ ہر کہ
درین مسجد بیاید بدعائے خیر بادشاہ مسلمانان و این بندہ بفاتحہ و اخلاص یاد کند۔
حق تعالیٰ این بندہ را بیامرزد بحرمۃ النبی وآلہ۔ مسجد مرتب شد بتاریخ دہم ماہ جمادی الآخر
سنہ تسع وثمانین وسبعمأتہ ہجری۔

یہ مسجد فیروز شاہ تغلق کے زمانہ کی ہے مسجد کے پانچ پانچ در ہیں۔ تین درجہ کا
دالان ہے۔ پہلے اسکے صحن میں کئی قبریں تھیں۔ اب وہاں حوض بنا دیا گیا ہے۔ اس
مسجد میں بڑے بڑے ٹول لگے ہوئے ہیں اور نیچے مسجد کے حجرے بنے ہوئے ہیں۔
جن میں کرایہ دار رہتے ہیں۔ اِس پیسہ سے مسجد میں مدرسہ ہے قرآن شریف پڑھایا جاتا
ہے اُس میں خرچ ہوتا ہے۔ شاید جب سے بنی ہے اسکی مرمت نہیں ہوئی اور نہ ضرورت
لاحق ہوئی ہے۔ نہایت سنگین پتھر اور بڑے وزنی لگے ہوئے ہیں۔ یہ پتھر سنگ
خارا کے ہیں جو بہت ہی مضبوط ہوتا ہے۔ نہ پانی اسپر اثر کرتا ہے اور نہ دھوپ اس
پتھر کی عمر بہت بڑی ہوتی ہے سوا آگ کے کسی چیز سے ضائع نہیں ہوتا ہے ہاں آگ
سے چٹخ جاتا ہے۔ یہ پتھر سستا بھی ہے اور مضبوط بھی۔ گویا کم خرچ اور بالانشین ہے
جیسے اسکے بانی مضبوط تھے ویسے ہی انکی مسجد ہے۔ اب یہ مسجد دفتر فتح پوری کے تحت
میں ہے اور باقاعدہ آمد و خرچ کا انتظام ہے۔ پہلے بغلی کے دالانوں میں فرش نہ تھا۔
اب سنگ سرخ کے چوکوں کا فرش ہو گیا ہے۔ برجوں میں شگاف پڑ گئے تھے وہ درست
کرا دیئے گئے۔ اور ضروری مرمت ہو گئی ہے۔ پہلے حوض نہ تھا۔ عبد الغفور صاحب نے
جنکا مکان اسی مسجد کے نیچے ہے بنوا دیا ہے اور نل کا پانی پہنچا دیا ہے۔ مگر چونکہ مسجد بہت
بلندی پر ہے پانی کافی نہیں پہنچتا۔ خشک رہتا ہے۔ پہلے مولانا عبد القادر صاحب شاگرد
رشید مولانا قطب الدین صاحب اِس میں رہتے تھے پھر اُنکے صاحبزادے رہے اُن دونوں
صاحبوں کا انتقال ہو گیا۔ فی الحال امام صاحب مہاجرین بخارا میں سے ہیں۔

مسجد قوۃ الاسلام

اندرون شہر شاہجہان آباد کی چار بڑی بڑی مسجدوں کا حال لکھکر اب ہم پرانی دہلی کی چند مسجدوں کا مختصر حال لکھتے ہیں اور مسجد قوۃ الاسلام سے شروع کرتے ہیں۔

یہ مسجد وہ ہے جس کا ایک مینار قطب صاحب کی لاٹھ مشہور ہے۔ یہ مسجد نہایت ہی عجیب و غریب ہے کہ ایسی بڑی مسجد روئے زمین پر ہو گی اور چشم فلک نے بھی نہ دیکھی ہو گی حقیقت میں اپنا مثال روئے زمین پر نہیں رکھتی۔ باوجود اسقدر بلندی اور بڑائی کے ایسی خوبصورت اور خوش قطع و خوش وضع ہے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ ایک ایک پتھر پر وہ منبت کاری اور گلکاری ہے کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے۔ اسکی ایک ایک بیل مسلسل پر سے ہزاروں معشوقان طناز کی زلف دوتا قربان ہیں۔ اور اسکی اونچی اونچی پھول اور پنکھڑی پر سے سینکڑوں گلرخوں کے لب جاں بخش نثار ہیں۔

آیات قرآنی ہر ہر جگہ اس خوبصورتی سے کندہ ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا خط کوفی بہت خوشخط ہے۔ مگر افسوس یہ فلک کجرفتار جو اسکی پرچھائیں ہونے کی بھی لیاقت نہیں رکھتا تھا ایسے عالی مکان کو نہ دیکھ سکا ؎

اول عشق ہیں انگشت نما مجھ کو کیا		یہ نہ جانا کہ یہ نوخیز شجر جلتا ہے

پہلے تو اسکو بننے نہ دیا۔ اور پوری ہونے نہیں پائی۔ کہ بنانے والے کی عمر پوری ہو گئی اور یہ عمارت ادھوری رہ گئی۔ جسقدر کہ بن چکی تھی اسکو بھی نہ دیکھ سکا کہ جابجا سے ٹوٹ گئی۔ اور بے مرمتی کے سبب بالکل خراب ہو گئی۔ اب یہانتک نوبت پہنچی ہے کہ اس عمارت عالی کا ایک ایک پتھر بڑھیا کے دانتوں کی طرح گرتا جاتا ہے اور جو باقی ہے وہ ٹلملل ہلتا ہے۔ اس مسجد کے بننے کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے اس مقام پر جہاں اب مسجد ہے راۓ پتھورا کا بت خانہ تھا اور یہ بتخانہ بھی ایسا نامی گرامی تھا کہ سومنات کے بتخانہ کو اور دلی کے بتخانہ کو برابر سمجھا کرتے

تھے۔ آخر کار سلطان معز الدین بن سام نے جو سلطان شہاب الدین کر کے مشہور ہے ۵۸۸ھ
میں رائے پتھورا کو شکست دی اور اس بتخانہ کو فتح کر کے تمام بت توڑ ڈالے اور اس مسجد
عالی کی بنیاد رکھی کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

بہیں کرامت بتخانہ مرا اے شیخ — کہ چوں خراب شود خانہ خدا گردد

جب سے اس مسجد کے بننے کی بنیاد پڑی۔ اور کئی بادشاہوں کے وقت میں یہ مسجد بنی اور
اس پر بھی ناتمام رہ گئی۔ کہ اس کا بیان آگے آتا ہے۔ لیکن اب یہ مسجد بسبب شکستہ
ہو جانے کے اور بسبب ناتمام رہجانے کے دیکھنے والوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ عمارت کیونکر
بنی ہے۔ اور کس قطع پر تھی۔ اس واسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حال اسکی وضع کا تحریر
کیا جائے۔ جاننا چاہیئے کہ جب رائے پتھورا کا بتخانہ فتح ہوا اور اس جگہ مسجد کا بننا تجویز ہوا تو یہ بات
ٹھہری کہ اس بتخانہ کی عمارت بھی نہایت عمدہ اور بے نظیر ہے یہ عمارت بھی قائم رہے اور مسجد
بنجاوے کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک باقی رہنا عمارت کا۔ دوسرے پایا جانا شان و شوکت
اسلام کا کہ ایسا بڑا بتخانہ اسلام کے زور و قوت سے ٹوٹ کر خانہ خدا بن گیا۔ اس خیال سے
اس مسجد کے بنانے والوں نے اسکے پانچ حصہ کر دیئے اور اسکو پانچ چوک پر تقسیم کر کے
ہر ایک چوک کے جدا جدا مکان بانٹ دیئے۔ اور بت خانہ کی عمارت اس خوبی سے بٹ
گئی کہ گویا اس مسجد ہی کے لیئے بنی تھی۔ مگر کچھ کچھ بتخانے کے مکان جو بیڑول آن پڑے تھے
اُن کو وہاں سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ لگا دیا۔ اس بتخانہ کی عمارت میں ہزارہا ستون لگے ہوئے
تھے اور کچھ عمارت نہ تھی۔ مگر ان ستونوں پر بت تکاری کی ہوئی تھی۔ اور بیل بوٹے پھولوں
کی جگہ بتوں کی مورتیں بنی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کے عہد میں اتنا تصرف ہوا کہ جس جس جگہ
ستون اور داسوں اور کونوں اور محرابوں وغیرہ میں بتوں کی صورتیں بنی ہوئی تھیں اُن کو
بگاڑ دیا گیا کسی کا کان کسی کا گلا کاٹ ڈالا اور کسی کی ناک اُڑا دی اور کسیکی آنکھ اندھی کر دی غرض کہ
مورت تو قائم رکھی مگر صورت بگاڑ دی۔ ستونوں میں ابتک یہ بگڑی بگڑائی صورتیں موجود

ہیں۔ اور چونکہ راے پتھورا کے بتخانہ کی عمارت کے یہ ستون موجود ہیں اور گویا بہت قدیم عمارت کی نشانی ہیں اس واسطے ہمنے اسکا بیان لکھا ہے اب اِس مسجد کے ورجوں کا حال لکھتے ہیں اور اول اُسکے مینار کا جسکو قطب صاحب کی لاٹھ کہتے ہیں بیان کرنا شروع کرتے ہیں۔

قطب صاحب کی لاٹھ

اسکی رفعت اور شان اور بلندی اور خوشنمائی کا بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ لاٹھ اسقدر بلند ہے کہ سارا جہان روے زمین بجز ایک آدھ جگہ کے ایسی بلند کوئی عمارت روے زمین پر نشان نہیں دیتے۔ نقل مشہور ہے اگر اسکے نیچے کھڑے ہوکر اوپر دیکھو تو ٹوپی والے کو ٹوپی اور پگڑی والے کو پگڑی تھام کر دیکھنا پڑتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ ساون بھادوں کے مہینے میں اس لاٹھ پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور نیچے اُترے تو دیکھا کہ خوب مینہ برس گیا ہے۔ اللہ اکبر۔ ابر اس لاٹھ سے نیچا تھا۔

اس لاٹھ کے اوپر سے دیکھو تو بڑے آدمی چھوٹے چھوٹے بچے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح نیچے والوں کو اوپر کے آدمی ذرا ذرا سے معلوم ہوتے ہیں غرضکہ یہ لاٹھ عجائب روزگار سے ہے۔ اپنا مثل نہیں رکھتی۔ باوجود اسقدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوبصورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ بے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔

اس لاٹھ میں اندر کیجانب سنگ خارا لگا ہوا ہے۔ اوپر روکار کی جانب سنگ سرخ ہے اور ہر ہر درجہ پر آیات قرآنی کھدی ہوئی ہیں۔ اور جابجا بت کاری بنی ہوئی ہے۔ اس لاٹھ کو سلطان شمس الدین التمش نے اپنے عہد میں بنایا ہے۔ لاٹھ کو بنے ہوئے قریب سات سو برس کے عرصہ ہوا۔ یہ نشانی اُس ہی بادشاہ کی بلند ہمتی کی ہے۔ پیچھے جو بادشاہ ہوا ہے اس عمارت کی مرمت کرتا رہا ہے۔ اس لاٹھ پر کئی دفعہ بجلی گری ہے۔ ہر بادشاہ نے بقدر

مرمت کرائی ہے اور سلطان سکندر بن سلطان لودھی نے اور حکام انگریزی نے بھی اپنی عالی ہمتی اور ناموری سے مرمت کی۔ کہتے ہیں کہ اس لاٹھ کے ہر ہر درجہ پر کٹہرا نہیں تھا بلکہ کٹہرہ کی جگہ کنگورے بنے ہوئے تھے۔ یہ کٹہرا اسمتھ صاحب نے بنایا ہے۔ اس واسطے کہ کنگرے بالکل ٹوٹ گئے تھے۔

بعض کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ یہ منارہ ہفت منظری تھا یعنی سات کھنڈ کا۔ اس لاٹھ کے سات کھنڈ مشہور بھی ہیں۔ لیکن اب پانچ باقی ہیں۔ جب اس بات کی پرانے پرانے آدمیوں سے تحقیقات کی گئی تو اسقدر معلوم ہوا کہ یہ لاٹ جسقدر اب ہے یعنے پانچویں کھنڈ پر ایک اور چھوٹا سا کھنڈ تھا اور اس میں چاروں طرف چار دروازے تھے لوگ اس میں جاکر بیٹھا کرتے تھے اور اس میں بھی ایک طرف سے چھوٹی چھوٹی سیڑہیاں اوپر جانے کو بنی ہوئی تھیں اور شاید اس پر بھی کچھ مکان ہو کہ اب وہ کسی کو یاد نہیں۔ غرض جو بات پرانے لوگوں سے مشہور چلی آتی ہے وہ درست معلوم ہوتی ہے کہ اس لاٹھ کے سات کھنڈ تھے۔ انگریزوں کی عملداری سے پہلے دو کھنڈ تو اسکے بالکل ٹوٹ گئے تھے اور تیسرے میں بھی جواب سب سے اوپر ہے قلم تراش کے طور پر شکست آگئی تھی۔ کہ حکام والامقام انگریزی نے اسکی مرمت کی اور جسقدر اس لاٹھ کا چھٹا کھنڈ تھا اتنی بلند سنگین اٹھ دری برجی بنا کر لگائی کہ وہ چھٹا کھنڈ ہوا۔ اور اسکے اوپر ایک کاٹھ کی برجی لگائی تھی کہ وہ ساتویں کھنڈ کی جگہ پر تھی اور اس طرح کرکے اس لاٹھ کی اونچائی پوری کردی تھی۔ مگر اس طرح پر لاٹ بنجانے کے بعد پھر بجلی اور ہوا کے صدمہ سے وہ سنگین برجی جو چھٹے کھنڈ کے قائم مقام تھی اور وہ کاٹ کی برجی جو ساتویں کھنڈ کی جگہ تھی نہ ٹھہر سکی اور شکستہ ہوگئی۔ اس واسطے انکو لاچار لاٹھ پر سے اتار لیا کاٹھ کی برجی کا تو نام و نشان نہیں رہا مگر سنگین برجی کو یادگار کے طور پر لاٹھ کے پاس کھڑا کر دیا ہے۔ اس لاٹھ کی پیمایش اس طرح پر ہے کہ پہلا کھنڈ چھیانوے فٹ کئی انچ کا ہے اور جسکے بتیس گز کئی انچ ہوئے۔ دوسرا کھنڈ پچاس فٹ کئی انچ کا ہے جسکے سترہ گز کے قریب ہوئے

اور تیسرا کھنڈ چالیس فٹ کئی انچ کا ہے جسکے کچھ اوپر تیرہ گز ہوتے اور چوتھا کھنڈ پچیس فٹ کا ہے جسکے سوا آٹھ گز ہوئے اور پانچواں کھنڈ معہ برنجی کٹہرہ پچیس فٹ کا ہے اسکے بھی سوا آٹھ گز ہوئے۔ یہ لاٹھ نیچے سے پچاس گز دور ہے اور اوپر پانچویں کھنڈ تک جا کر دس گز رہ گئی ہے۔ یہ مینار اندر سے خالی ہے اور اس میں پیچدار سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں کہ ان سے اس لاٹھ پر چڑھ جاتے ہیں۔ اگلے زمانہ کا حال تو معلوم نہیں مگر فی الحال اس میں اس حساب سے سیڑھیاں ہیں۔ پہلے درجہ میں ایکسو چھپن۔ دوسرے میں اٹھتر۔ تیسرے میں باسٹھ اور چوتھے درجے میں پانچ اور پانچویں میں بھی پانچ صرف سیڑھیاں ہیں۔ اس لاٹھ پر آیات قرآنی کندہ ہیں اور جگہ جگہ کتبے ہیں جن میں بنانے والے اور مرمت کرنے والوں اور معمار کا نام کندہ ہے۔ ان کتبوں میں سے چوتھے درجے کے گرد پٹکہ میں کتبہ لکھا ہوا ہے اور باقی کتبے دروازوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ اب درجہ اول کا حال تحریر ہوتا ہے۔

درجہ اوّل مسجد قوت الاسلام

جنوب کی طرف لاٹھ کے سامنے جو تین در ہیں یہ اس مسجد کا پہلا درجہ ہے۔ اس درجہ میں قبلہ کیجانب تین در ہیں بیچ کا بڑا اور ادھر ادھر کے چھوٹے یہ سب سنگ سرخ کے بنے ہوئے ہیں اور اس پر نسخ اور خط کوفی میں آیات قرآنی کندہ ہیں اور بدستور بیل بوٹے کندہ ہیں۔ اس درجہ کے جنوبی ضلع میں رائے پتھورا کے بتخانہ کی عمارت موجود ہے۔ اس درجہ کے جنوبی در کے بازو پر سنہ ۶۲۷ھ کندہ ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ درجہ بھی سلطان شمس الدین کے سامنے تعمیر ہوا تھا۔ اسکے در اتنے بلند ہیں کہ اور کہیں دیکھنے میں نہیں آئے۔ اسکی بلندی اڑتالیس فٹ کی ہے اور بغلی کے در اٹھائیس فٹ بلند ہیں اس حساب سے اس مسجد کی رفعت و شان خیال کرنی چاہیئے۔

درجہ دوم مسجد قوت الاسلام

یہ درجہ بہت بڑا ہے اور اب اسکے برابر اور کوئی درجہ نہیں سبب یہ ہے کہ اس مسجد کے تین درجہ تیار ہوئے تھے اور دو درجے بن سکے رہ گئے اس درجہ سے یہ درجہ گویا اب بیچ کا درجہ ہوگیا ہے اور اس پر خوبی یہ ہوئی کہ یہ درجہ پہلے اور تیسرے درجہ سے بڑا بھی تھا سواسطے کہ اسکے مقابل کا چوتھا درجہ تھا۔ اس درجہ میں قبلہ کی طرف پانچ در ہیں۔ ادہر ادہر تو دو دو چھوٹے اور بیچ کا پانچواں در بہت بڑا ہے ان دروں کی بلندی بھی سابقہ درجہ اول کے برابر ہے اس درجہ کے دروں پر منبت کاری بہت نفیس اور اعلی ہے۔ ایسا تکلف کا کام اور کسی درجہ پر نہیں ہے اور بہت سی آیات قرآنی کندہ ہیں۔ اس درجہ کے بیچ کے در پر سال تعمیر ۵۹۲ھ ماہ ذیقعدہ کندہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسکو سلطان معزالدین محمد بن سام نے اپنے عہد میں بنوایا ہے اس حساب سے پایا جاتا ہے کہ قریب سات سو برس کی تعمیر ہے۔

اس درجہ کا عرض قبلہ کی طرف سے جنوبی اور شمالی ضلعوں سمیت ایک سو اڑتیس فٹ کا ہے اور اسی درجہ کے صحن میں لوہے کی لاٹ ہے کہ ہم اس کا بیان کرتے ہیں۔

لوہے کی لاٹ

یہ بہت قدیم ہے اس پر اگلے حرفوں اور اگلی زبان میں کچھ عبارت کندہ ہے کہ اب پڑھی نہیں جاتی۔ بعض لوگ اس لاٹ کی تاریخ یوں بیان کرتے ہیں کہ راجہ پتھورا کے وقت کے نجومیوں نے یہ بات کہی کہ ہم اے راجہ اس شہر میں ایسی کیلی گاڑ دیتے ہیں کہ جبتک وہ کیلی قائم رہیگی تمہارا راج قائم رہیگا۔ راجہ پتھورا نے اسکی وجہ پوچھی۔ پنڈتوں نے حرکات کواکب کو دیکھ کر بیان کیا کہ آنکی تاثیر سے ایسا ہوگا۔ مگر راجہ کی سمجھ میں نہ آیا اور چونکہ اسکی تیاری میں روپیہ زیادہ صرف ہوتا تھا اس وجہ سے وہ تامل کرتا تھا۔ ان پنڈتوں میں ایک

ایک پنڈت بڑا جہاندیدہ اور عقلمند تھا اُسنے سمجھا کہ بے صبر کہ سمجھاؤنی سے کام نہیں چلنے کا
ایسی بات بنانی چاہیئے کہ کام بنجاوے اُسنے راجہ سے کہا سنو مہاراج ساری دھرتی کے
مالک راجہ باسک ہیں۔ یعنی شاہنشاہ سانپوں کے اُنکا دورہ ساری دھرتی میں ہوتا ہے
اب کچھ دن باقی ہیں کہ وہ اس دھرتی میں آیا چاہتے ہیں۔ ہم اِس کیلی کو اُنکے سر پر گاڑ
دینگے کہ کیلی اکھڑے گی اور نہ راجہ باسک یہاں سے جاوینگے اور نہ یہاں کا راج ٹلے گا۔
یہ بات راجہ کی سمجھ میں آگئی۔ اور حکم دیا کہ کیلی بنائی جاوے۔ سب پنڈت جمع ہوئے اور نجوم
دیکھ کر وہ کیلی گاڑی گئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد راجہ کے دل میں وہم پیدا ہوا کہ یہ کیلی راجہ
باسک کے سر پر بیٹھی یا نہیں اِس خیال سے پنڈتوں کو بلا کر کہا مجھکو کیلی اُکھاڑ کر راجہ باسک کا
سر دکھاؤ۔ ہر چند پنڈتوں نے منع کیا مگر راجہ نہ مانا اور کیلی کو اُکھڑوایا پنڈت بھی آخر گرو تھے
اُس کیلی کے پیندے میں کسی ترکیب سے لہو لگوا دیا۔ راجہ کو لہو دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا۔ اور
کیلی پھر گڑوا دی۔ مگر اب کیا ہوتا تھا۔ اِسکے تھوڑے دن بعد مسلمانوں کی سلطنت ہو گئی۔
غرض یہ لاٹ عجائب روزگار سے ہے بائیس فٹ اونچی ہے اور جڑ کی موٹائی پانچ فٹ تین
انچ ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکو کیونکر ڈھالا ہوگا۔ بہت خوبصورت ڈھلی ہے۔

درجہ سوم مسجد قوت الاسلام

یہ تیسرا درجہ اس مسجد عالی کا ہے یہ درجہ بعینہٖ ایسا ہے جیسا پہلا درجہ یہ بھی سلطان شمس الدین
کے عہد میں بنا ہے اور اسی سنہ میں بنا ہے اسکے بھی تین در ہیں بیچ کا بڑا اور دو چھوٹے
پہلا درشاہت ہے بیچ کے در کی محراب ٹوٹ گئی ہے تیسرے در کا صرف ایک بازو باقی ہے
اور ایک بازو اور در کا نام و نشان باقی نہیں شاید سڑک میں آگیا۔ کہ اسی در کے بیچ میں سے
وہ سڑک جو لاڈو سرائے سے نکلی ہے قطب صاحب کو جاتی ہے یہ درجہ قبلہ کی طرف سے اکیسو
آٹھ فٹ کا چوڑا ہے اب قیاس سے یہ پایا جاتا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش نے اِس مسجد کو

اسی قدر اونچا بنانا چاہا تھا اور یہ ارادہ کیا ہوگا کہ اس درجہ کے مقابل دوسری لاٹھ بناوے۔ مگر بننے نہ پائی۔ جبکہ سلطان علاؤالدین خلجی بادشاہ ہوا اُس نے چاہا کہ اس مسجد کو اور بڑھاوے اور دوسرا مینار اس سے بھی زیادہ اونچا بناوے۔ اس نے بنیاد ڈالی اور بنانا شروع کیا مگر افسوس ہے اسکی عمر نے وفا نکی اور یہ کام ناتمام رہا۔

درجہ چہارم مسجد قوت الاسلام

اگرچہ یہ درجہ بنا ہوا نہیں ہے اور جتنا بنا ہوگا اتنا بھی نہیں رہا لیکن دروں کے پایوں کے نشان معلوم ہوتے ہیں اور بنیادیں سب بن گئی تھیں اور بنانا شروع ہو گیا تھا۔ بلکہ ابتک دو دو ڈھائی ڈھائی گز تک چنائی موجود ہے۔ پتھر تو لوگ اُکھیڑ کر لے گئے چونے کے ڈھیم باقی ہیں۔ اسکی قطع بالکل دوسرے درجہ کی ہے یعنے اسکے بھی پانچ در بننے شروع ہوئے تھے تاریخ کی کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ یہ درجہ بھی سلطان علاؤالدین خلجی نے ۷۱۱ھ میں بنا شروع کیا تھا مگر عمر نے وفا نکی اور ناتمام رہا

درجہ پنجم مسجد قوت الاسلام

اس درجہ کو بھی سلطان علاؤالدین خلجی نے ۷۱۱ھ میں بنانا شروع کیا تھا مگر ناتمام رہگیا اسکی قطع بالکل پہلے درجہ کی سی ہے یعنی تین در کا یہ درجہ بھی ہے۔ اِن دونوں درجوں کی چوڑائی قبلہ کی طرف سے اٹھاون فٹ ہے کہ اس حساب سے اس مسجد کے پانچوں درجوں کی چوران ملاکر اور بتیس فٹ آثاروں کا حق بڑھا کر چھ سو چھیالیس فٹ کی ہوتی ہے۔

لوٹی لاٹ

اس لاٹ کو بھی سلطان علاؤالدین خلجی نے ۷۱۱ھ میں بنانا شروع کیا تھا جس طرح کہ یہ

درجے ناتمام رہ گئے یہ مینار بھی ناتمام رہ گیا۔ سلطان کا ارادہ تھا کہ اس لاٹ کو پہلی لاٹ سے بھی اونچا بناوے۔ اس لئے اس لاٹ کا دور پہلی لاٹ سے بڑا رکھا تھا۔ اب اس کا پتھر اکھڑ گیا ہے اور چونہ کا ڈھانچہ رہ گیا ہے لیکن ایک نامی چیز ہے اور یادگار بادشاہ اولوالعزم ہے اس لئے موجودہ حالت لکھی گئی۔ سنا ہے بزرگوں سے کہ اس کا سنگ سرخ حسب الحکم نواب شجاع الدولہ نواب لکھنؤ نکالکر مقبرہ صفدر جنگ میں لگایا گیا ہے۔

خیر المنازل

دہلی کی مشہور مسجد ہے پرانے قلعہ کے سامنے واقعہ ہے عالی شان عمارت ہے دروازہ سنگ سرخ کا بہت بڑا بنا ہوا ہے اندر کے مکانات شکستہ ہو گئے ہیں جس میں مدرسہ تھا۔ مگر مسجد کی عمارت سالم ہے۔ یہ مسجد و مدرسہ ماہم بیگم کا تعمیر کردہ ہے۔ انہوں نے شہنشاہ اکبر کو دودھ پلایا تھا۔ اور انکا صاحبزادہ ادہم خان تھا جو شہنشاہ اکبر کا کوکہ ہوا۔ اس نے شمس الدین خان کوکہ وہ بھی اکبر کے کوکہ ہوتے تھے اور جنکی ماں نے بھی ماہم بیگم کے بعد اکبر بادشاہ کو دودھ پلایا تھا بوجہ رقابت عین قلعہ میں قتل کر دیا۔ اکبر کو اطلاع ہوئی تو حکم دیا کہ ادہم خاں کو قلعہ کے کنگورہ پر سے خندق میں پھینکدیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور اس طرح یہ مارے گئے۔ انکا مقبرہ قطب صاحب میں ہے جو بھول بھلیاں کے نام سے مشہور ہے اور شمس الدین خان اتکہ کا مقبرہ نظام الدین میں ہے جو چونسٹھ کھنبہ کے نام مشہور ہے اس واقعہ کی تاریخ ہے "دو خون شد بیک" غرض یہ مدرسہ و مسجد ماہم بیگم کی تعمیر ہے اب بجانب سرکار انگریزی اسکی صفائی ہو گئی ہے اور کچھ مرمت کر دی گئی ہے محکمہ آثار قدیمہ میں لے لیا گیا ہے اور حفاظت کے لئے منجانب محکمہ ایک آدمی مقرر ہو گیا ہے۔ گرد و نواح کے آدمی اس میں نماز عید پڑھنے لگے ہیں۔ اسکے گرد کوارٹر اور کوٹھیاں بن گئی ہیں۔ اور اب اس میں زیادہ رونق ہوجانے کی امید ہے۔ نئی دہلی نے قدمبوسی کی ہے۔

اسکی محراب کی پیشانی پر یہ تاریخ تقیر کندہ ہے۔

بدوران جلال الدین محمد | کہ باشد اکبر شاہان عادل
چو ماہم بیگم عصمت پناہی | بنا کرد این بنا بہر افاضل
دوے شد ساعی این بقعۂ خیر | شہاب الدین احمد خان باذل
زہے خیریت این بقعۂ خیر | کہ شد تاریخ او خیر المنازل

مسجد قلعہ کہنہ

یہ مسجد نصیر الدین ہمایوں بادشاہ نے قلعہ کہنہ کی مرمت کے ساتھ بنائی ہے۔ اس زمانہ کی عمارات میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ پانچ در ہیں اور عجیب دلکش وضع کے ہیں۔ اگرچہ یہ مسجد سنگ خارا کی ہے لیکن روکار میں سنگ سرخ اور سنگ مرمر اس خوبی سے لگا ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ ہر ہر محراب اور گوشہ پر آیات قرآنی بخط نسخ اور کہیں کہیں بخط تعلیق ہے کہ جس کا پڑھنا اس وقت والوں کو مشکل کا سامنا ہے۔

صحن میں بہت اچھا مثمن حوض ہے۔ اگرچہ بے مرمتی سے سابقہ حالت پر نہیں۔ مگر اُس زمانہ کے عالی ہمتوں کا یادگار ہے۔ اس مسجد کی چھت پر جانے کا رستہ بھی عجیب طرز سے بنایا ہے اور اسکی دیوار کے آثاروں میں عجب عمدہ عمدہ نشیمن بنائے ہیں۔ چھت کے اوپر اب صرف گنبد ہے۔ کہتے ہیں کہ گنبد کے اوپر دو چھتریاں تھیں کہ اب وہ ٹوٹ گئی ہیں۔ اس مسجد کا لداؤ اس خوبصورتی سے بنایا ہے کہ آنکھ اٹھانے کو دل نہیں چاہتا بلکہ دل یہی چاہتا ہے کہ دیکھا ہی کیجیے۔ اور اس مسجد کے پاس ایک مکان ہے بطور منارہ بہت بلند۔ اسکو شیر شاہ نے اپنے عہد سلطنت میں بنایا تھا کہ اسکو تقریباً عرصہ ۴۰۰ برس کا ہوا ہے اور اس عمارت کا نام شیر منڈل رکھا تھا۔ بلکہ اس عمارت کے بننے کے بعد

اِس سارے قلعہ کو شیر منڈل کہنے لگے تھے اور یہ عمارت تمام سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے
بیچ میں تو ایک کمرہ سا ہے اور چاروں طرف بہت پتلی سی غلام گردش ہے۔ اور سب سے
اُوپر ایک بُرجی ہے۔ اور مقصود اس عمارت کے بنانے سے صرف سیرگاہ تھی۔ اِس ہی میں
ہمایوں نے کتب خانہ کیا تھا۔ اِس ہی پر سے ہمایوں نے گر کر انتقال کیا تھا۔ تاریخ وفات
یہ ہے "ہمایوں بادشاہ از بام افتاد"

اِس قلعہ میں ایک باؤلی اب نمودار ہوئی ہے اِس میں اسی سیڑھیاں ہیں۔
پُرانے قلعہ میں پانی بہت نیچا ہے اور کھاری ہے۔ اب اِس قلعہ کو سرکار انگریزی نے
رعایا سے خالی کرا کر دار الضرب بنانے کا منشا ظاہر کیا تھا۔ اور جا بجا سے مرمت بھی کرائی
ہے اور تمام قلعہ میں گھاس کے تختے بھی لگا دیئے ہیں جس سے نظارہ دلکش ہو گیا ہے۔
اور سرکار دولتمدار کو اچھی آمدنی ہو گئی ہے۔

اِس قلعہ کے تین دروازے ہیں۔ ایک دروازہ کو عوام طلاقیہ کہتے ہیں اور کہتے
ہیں اِس میں خزانہ ہے۔

ایک موٹھ کی مسجد

یہ ایک مسجد ہے بہت نامی اور نہایت عالی۔ اِسکی عمارت پٹھانوں کے وقت کی معلوم ہوتی
ہے۔ مگر اِس پر کوئی کتبہ نہیں۔ جس سے سال بنا معلوم ہو۔ اس مسجد کے پانچ در ہیں۔ اِدھر
اُدھر دو چھوٹے بیچ میں بڑا۔ اِس میں جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ اور دروازہ
بہت عمدہ بنا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے رستہ چلتے ہوئے ایک موٹھ کا دانہ زمین
پر پڑا دیکھا۔ اُٹھا لیا اور وزیر ساتھ تھا اسکو دیدیا۔ وزیر خوش تدبیر نے آداب بجالا کر لے لیا
اور اسکو بوایا۔ ہر سال اسکی افزونی ہوتی گئی۔ یہانتک کہ کئی سال میں اسکی آمدنی
بہت سا روپیہ جمع ہو گیا۔ اس روپیہ سے یہ مسجد بنوا کر بادشاہ کی نذر کی۔ اور اسی وجہ

ایک موٹھ کی کہلاتی ہے۔ اِس مسجد کی عمارت عمدہ ہونے میں شک نہیں اور اس مسجد ہی کے نام سے یہ جگہ مشہور ہوگئی ہے یہ مقام ایک گانو ہوگیا ہے بہت سے ہندو مسلمان زمیندار یہاں آباد ہیں۔ آریوں کا یہاں زور ہے۔

مسجد سرہندی

یہ ایک مسجد ہے لاہوری دروازے کے باہر۔ اب فصیل توڑدی گئی ہے تو شہر کے اندر آگئی ہے۔ یہاں کھاری باؤلی کا بازار ختم ہوتا ہے اور اب بوجہ ریلوے کا پل بننے کے سڑک اونچی ہوگئی ہے اور یہ مسجد نشیب میں آگئی ہے۔ اِس مسجد کے تین گنبد ہیں تمام و کمال سنگ سرخ کے اور یہ مسجد بھی تمام سنگ سرخ کی ہے صحن وسیع اور دلکشا اور خوشنما۔ اِس وقت بکثرت نمازیاں اس میں آتے ہیں۔ اور خاص کر مغرب کے وقت۔ جو فتح پوری کی مسجد سے آگے بڑھ جاتے ہیں راہگیر وہ اس مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اِس وقت میں اسکی چاردیواری منہدم ہوگئی ہے۔ اگرچہ یہ مسجد کہنہ ہے مگر اس طرح کی مضبوط بنائی گئی ہے گویا عجب کہ قیامت کی خبر لاوے۔ یہ سرہندی بیگم کی تعمیر ہے جو شاہی بیگمات میں سے تھیں اور علاقہ سرہند انکی جاگیر میں تھا۔ لاہوری دروازہ تک اس کا صحن تھا سنہ ۵۷ء کے بعد اسکے صحن کا بڑا حصہ سڑک میں آگیا اور اطراف کی زمین بھی اس مسجد کے احاطے سے اب باہر ہوگئی اسکی وہ شان وہ شوکت نہیں رہی جو شاہی مسجدوں کی ہے۔

موتی مسجد

یہ قلعہ معلی میں ایک مسجد ہے حمام کے قریب مشرف بباغ حیات بخش سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کی۔ فرش اس کا اور در و دیوار۔ محراب و مرغول اور چھت و منڈیر سب کی سب سنگ مرمر کی ہیں اور اس پر وہ منبت کاری ہوئی ہے اور ایسے گل بوٹے پتے بنائے ہیں

کر دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حقیقت میں ایسی پنچی کاری تمام قلعہ میں کسی مکان پر نہیں ہوئی۔ بلکہ قلعہ کیا روے زمین پر بھی سنگ مرمر پر نہ ہوگی۔ اس مسجد کے تین در ہیں۔ بہت خوشنما اور چھوٹے چھوٹے دو مینار ہیں۔ اور تین گنبد ہیں سنہری۔ اس مسجد کے صحن میں ایک حوض ہے جو بہت چھوٹا۔ اور بسبب اسکے کہ وہ دہ در دہ نہیں ہے پاک رہنا اُس کا مشکل معلوم ہوا۔ اسواسطے اُس میں ایسی ترکیب رکھی ہے کہ بھادوں میں سے اس حوض میں پانی آتا تھا اور اُبل کر ہروقت بہتا رہتا تھا۔ گویا یہ حوض بھی چشمۂ جاری کا حکم رکھتا تھا۔ اور اس مسجد کے جانب شمال کو ایک حجرہ بنا ہوا ہے۔ واسطے عبادت اور وظیفہ و وظائف کے۔ اس میں بھی ایک مختصر کم عمیق بہت نفیس حوض ہے اور اُسکے گرد آئینہ بندی کی ہوئی ہے۔

اس مسجد کو حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے ۵ جلوس میں بنایا ہے۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ اس پر خرچ ہوئے ہیں اور عاقل خان نے یہ تاریخ اسکی پائی ہے۔ اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْ مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا غرض یہ مسجد بھی عجائب روزگار سے ہے۔

مسجد شرف الدولہ

یہ مسجد سر راہ دریبہ کلاں میں واقع ہے۔ اونچی کرسی دیکر بنائی گئی ہے اسکے نیچے دوکانیں بنی ہوئی ہیں۔ خوبصورت خوش منظر مسجد ہے۔ چونہ اور اینٹ سے بنی ہوئی ہے۔ مگر برج سنگین ہیں۔ سنگ مرمر یا کسی اور پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ کناری بازار کی طرف کا برج شکستہ ہو گیا تھا۔ اب بنوا دیا گیا ہے۔ غدر سے پہلے اسکے متعلق ایک بڑا مدرسہ سلامیہ تھا۔ فی الحال وہ جگہ بھی موجود ہے علاوہ اسکی اور بھی جائداد ہے مگر اہل غرض لوگوں نے سب کا صفایا کر دیا۔ نہ مدرسہ رہا نہ جائداد۔ فرضی مالک بن کر سب کو برباد کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بہت دنوں سے اس مسجد کا مقدمہ سرکار میں پیش ہے

مسجد درگاہ نظام الدین

یہ مسجد خضر خان ابن علاء الدین خلجی کی تعمیر کردہ ہے جو آپ کا مرید با اعتقاد تھا اتنا بڑا گنبد اور اتنا بلند دیکھنے میں نہیں آیا۔ اسکی عمارت عجائبات روزگار میں سے ہے۔ اور اسکے دائیں بائیں دو گنبد اور ہیں۔ بعض مورخ اس کا بانی خضر خاں ہی کو بتاتے ہیں اور بعض اوروں کو بتاتے ہیں۔ بڑے بیچ کے بیچ میں سونے کا کٹورہ آویزاں ہے یہ بہت بڑا اونچی ہے کہتے ہیں یہ سرپوش باقی ہے نیچے کا کٹورہ جاتا رہا۔ جاٹوں نے اپنے آوارہ گردی کے زمانہ میں اس میں گولیاں ماری تھیں جس سے اس میں سوراخ پڑ گئے ہیں۔ یہ عمارت قابل دید اور عدیم النظیر ہے۔

مسجد عیسیٰ خان

اس مسجد کو سنہ ۹۵۴ھ میں سلیم شاہ کے عہد میں عیسیٰ خاں حجاب نے بنایا ہے جو شیر شاہی امیروں میں سے تھے چونے اور سنگ خارا سے بنی ہوئی ہے اور محراب میں سنگ سرخ لگا ہوا ہے اور جا بجا ٹائیل ہندوستانی محراب میں لگا ہوا ہے اسکی یہ تعریف ہے کہ نہایت مضبوط ہے اور جو مینہ سے دھلتا جاتا ہے خوش رنگ نکلتا آتا ہے۔ مینہ برسنے کے بعد اسکی محراب قابل دید ہوتی ہے۔ اس میں ایک کنواں بھی ہے۔

مسجد مولانا جمالی

سنہ ۹۳۸ھ میں یہ عالیشان مسجد چونہ گچ کی بنی ہوئی ہے حضرت مولانا جمالی صاحب کی بنائی ہوئی ہے یہ مسجد آپکے مقبرہ کے برابر بنی ہوئی ہے جسکو مسٹر کلاک صاحب نے مرمت

کرایا تھا۔ پاس ہی اسکے مقبرہ مولانا جمالی بڑی صنعت کا بنا ہوا یادگار روزگار ہے۔

مسجد و مدرسہ حسین بخش

جو جامع مسجد کے جنوبی دروازے سے اُترکے تھوڑے فاصلہ پر دائیں جانب واقع ہے۔
یہ مدرسہ ۱۲۶۸ھ میں تعمیر ہوا۔ سنگ سرخ سے تمام بنا ہوا ہے۔ اگرچہ بُرج اس کا نہیں ہے
مگر چھت بہت مضبوط ہے۔ کاٹ کی چھت گیری لگی ہوئی ہے۔ اور حوض مصفا ہے اور چاہ
پختہ ہے اور غسل خانے تین ہیں۔ آجکل کے رواج کے بموجب نل بھی ہے۔ اِس مدرسہ میں
قرآن شریف ہمیشہ سے پڑھایا جاتا رہا ہے۔ اور فقہ و حدیث کی تعلیم دی جاتی رہی ہے۔
ہرسال پچاس کے قریب طلبا فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ دور دراز کے طلبار کا بہائی کے
ساتھ زاد راہ اور فضیلت کی دستار بندی سے مزین ہو کر اپنے اپنے وطن کو دلشاد جاتے ہیں
مختلف علما کے وعظوں سے مخلوقِ خدا کو راہ ہدایت دیتا رہا ہے۔ مدرسہ میں آجکل مولوی نعیم الحسن
صاحب دیوبندی گیارہ ماہ تک وعظ فرماتے ہیں۔ ماہ رمضان میں مولوی احمد سعید صاحب
وعظ فرماتے ہیں۔ بانی مدرسہ کا نام حسین بخش تھا۔ اِس سبب سے مدرسہ حسین بخش کے نام
سے نامزد ہے۔ اِس مدرسہ کی جائداد سے ہر صاحب استعداد کو چاہیئے کہ کارِ خیر میں
شریک ہوں۔ اس مدرسہ کے صحن میں حجرے ہیں اُس میں طلبا رہتے ہیں۔ اور جانب مغرب
چاہ و غسلخانہ ہیں۔ اور ایک مکان مدرس کے رہنے کو ہے اور چھت پر کمرہ ہے

مسجد و مدرسہ حسینیہ

کٹرہ گوکل شاہ میں واقع ہے۔ یہ مدرسہ مولوی محمد حسین صاحب تخلص خنجر کا بنایا ہوا ہے
جبکہ مدرسہ حسین بخش سے آپنے علیٰحدگی اختیار کی تو اس میں سلسلہ درس و تدریس جاری

کہا۔ اور نیز ہر جمعہ کی نماز کے بعد مولوی محمد حسین صاحب کی اولاد وعظ کہتی رہی ہے۔ آپکے
فرزند مولوی ابراہیم صاحب اور کبھی مولوی حبیب الرحمن صاحب گاہ گاہ مولوی عبدالرحمن
صاحب راسخ اور اب مولوی اسحق صاحب وعظ فرماتے ہیں خدا انکو سلامت رکھے اور
چراغ سے چراغ جلاتے۔ یہ مدرسہ بھی چونہ گچی سے نہایت کشادہ بنا ہوا ہے۔ مع ویسٹلورات
کے وعظ سننے کو سہ دریاں بنی ہوئی ہیں۔ حوض مصفا۔ چاہ پختہ بنا ہوا ہے۔ زمانہ حال کی
ایجاد جو نل ہے وہ بھی ہے۔ طلبار کے رہنے کو حجرہ بھی ہیں۔ کام مدرسہ کا چندہ سے
چلتا ہے۔ ہر صاحب مقدور کو چاہیئے کہ اس چشمہ فیض کے جاری رکھنے میں مدد کرے
خواہ کہیں ہو۔ کیونکہ یہ قومی کام ہے۔

مسجد محلہ مچھلی والاں

یہ مسجد قدیم زمانہ سے چلی آتی ہے۔ ہمیشہ قرآن شریف یہاں پڑھایا گیا ہے۔ اسکی تین حالتیں
بندہ کی نظر سے گذری ہیں۔ پہلے چھوٹی سی مسجد تھی اور اس میں مولانا عبد الرب صاحب نے وعظ
کہنا شروع کیا۔ بعد انکے انکے صاحبزادے مولانا محمد ادریس صاحب وعظ فرماتے رہے۔
ازاں بعد انکے منشی صاحب فرماتے رہے یہ بھی قدم بقدم ان دونوں بزرگوں کے تھے
بعد ازاں مولانا راسخ نے شروع کیا اور انکے بعد مولوی احمد سعید صاحب نے وعظ کہنا
شروع کیا اور مسجد کو پھر کرسے بنوایا۔ تو اس کی بنیادوں میں سے تین ستون دبے ہوئے نکلے جو
اس وقت میں قبلہ کی جانب لگے ہوئے ہیں۔ اور حوض بنا۔ اور بعد میں وعظ سننے والوں
کی اسقدر کثرت ہوئی کہ مسجد دوبارہ اور وسیع کی گئی۔ اور حوض بند کر دیا گیا۔ ازاں بعد مسجد میں
ذراسی دراڑ آگئی تو پھر کرسے سے بنیاد کو پختہ کر کے مسجد کی تعمیر کی گئی۔ اب حوض نہیں رہا ہے
اور کنواں جو پہلے سر سے پر تھا اب مسجد کے صحن میں واقع ہو گیا ہے۔ اب مسجد ارباب خیر کی

توڑا اور لاگت سے بہت مضبوط اور وسیع ہو گئی ہے اور سہ دریوں میں چھت کے نیچے عورات کے وعظ سننے کی جگہ ہے۔ افسوس کہ بوجہ عدیم الفرصتی اب مولانا احمد سعید صاحب کا وعظ برابر نہیں ہوتا ہے۔ سلسلہ وار کبھی کبھی ہوتا ہے۔ مولوی صاحب کا وعظ ایک لڑی بندھا ہوتا ہے اور ہر بات کے ثبوت کو قرآن شریف کی آیت سے ثابت کیا جاتا ہے اللہ انکو سلامت رکھے یہ وعظ میں عجیب سما باندھ دیتے ہیں اور شائقینوں کا شوق وعظ سننے کا بڑھتا جاتا ہے مگر یہ عدیم الفرصتی سے ناغہ بہت کرتے ہیں جو باعث دل شکنی ہوتا ہے مصلے[1] سنگ گرانیکے خوبصورت بنائے گئے ہیں

مسجد و مدرسہ نواب غازی الدین

اجمیری دروازہ کے باہر نہایت لطیف و نفیس مسجد و مدرسہ بنا ہوا ہے۔ مسجد ساری سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے اور ایسی خوبصورت اور مستحکم ہے کہ جواب نہیں رکھتی۔ اس کا دروازہ خود ایک عالیشان عمارت ہے ۷ء میں اسکے بھی ٹوٹنے کا حکم ہو گیا تھا۔ مگر بڑی محنتوں سے صرف دروازے کی محراب ٹوٹی تھی کہ آخر اسکا توڑا جانا ملتوی کر دیا اور یہ عظیم الشان عمارت اتفاق زمانہ سے بچ گئی۔ یہ وہی عمارت ہے جس میں دہلی کالج تھا اور بڑے بڑے نامور ادیب اس سے تعلیم پاکر نکلے۔ آخر میں بوجہ کمی آمدنی اسکی حالت بہت خراب ہو گئی تو کچھ لوگ لکھنو گئے اور نواب فیض علیخان اعتماد الدولہ سے جو وہاں اسوقت وزیر تھے۔ اور رہنے والے دہلی کے تھے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ سرکار کمپنی میں داخل کر کے اس کا وثیقہ مدرسہ کے نام جاری کرا دیا۔ اب اس میں عربک کالج جاری ہے مدرسہ کے احاطہ میں اور ضروری مکانات بن گئے ہیں۔ جنوب کی طرف ایک حجرہ ہے جس میں نواب غازی الدینخان کے خاندان کی قبریں ہیں۔ صحن میں ایک بہت بڑا حوض تھا جس کو بند کر دیا گیا ہے اور اب وہاں چمن لگا ہوا ہے۔ یہ مدرسہ احمد شاہ بادشاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد میں تیار ہوا تھا نواب غازی الدین نظام الملک آصفجاہ والی دکن کے صاحبزادے تھے۔

[1] جو از قسم سنگ مرمر ہیں اور مکرانہ کی کان سے نکالے گئے ہیں۔

باب دوم

مشاہیر بادشاہوں اور بزرگوں کے مقابر

مقبرہ سلطان شمس الدین التمش ؒ

یہ وہ بلند ہمت شہنشاہ ہے جسنے مسجد قوۃ الاسلام اور اس کا مینار تعمیر کرایا۔ اور پھر آخر کو زمانہ کی گردش نے اسے بھی خاک میں ملا دیا۔ بہت عبرت کا مقام ہے کہ یہ زمانہ کسی کو نہیں چھوڑتا کیسے کیسے نامور لوگ زمین کے پیوند ہو گئے۔ یہ بادشاہ بہت نیک نیت اور نیک سرشت تھا۔ اسکے عہد میں سب لوگ چین چان امن و امان سے رہتے تھے اس بادشاہ کو وفات کے بعد اسی مسجد قوۃ الاسلام کے عقب میں رکھا تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقبرہ سلطان رکن الدین فیروز شاہ اور سلطانہ رضیہ بیگم کے عہد میں بنا ہوگا۔ اگرچہ اسکے بننے کی تاریخ کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ لیکن ۶۳۳ھ میں سلطان نے انتقال کیا ہے اسی حساب سے اسکی تعمیر کو بھی خیال کرلو۔ اس مقبرہ کی عمارت باہر سے تو سنگ خارا کی ہے اور اندر سے سنگ سرخ کی اور تمام دیواروں پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ برج اس کا نہیں بنا کیونکہ یہ خلاف شریعت ہے اسکے نیچے سے لاڈو سرائے کو سڑک جاتی ہے۔

مقبرہ سلطان علاؤ الدین خلجی

سلطان علاؤ الدین خلجی کتنا بڑا شہنشاہ تھا کہ بڑے بڑے راجاؤں کے زہرے اسکے نام سے پانی ہوتے تھے۔ خداوند قدوس ایک دم میں جو چاہتا ہے کر دیتا ہے آج یہ اسکی قبر ہے جس کا اکثر تو نام و نشان بھی نہیں جانتے۔ لوگ قبر کا تعویذ بھی اکھاڑ کر لے گئے مسجد قوۃ

الاسلام کے پہلے درجے کے پیچھے ایک اور دسجد کے سے دکھائی دیتے ہیں اُسکے جنوبی ضلع میں ایک ٹوٹا سا کھنڈر ہے وہاں اِس سلطان السلاطین کی قبر ہے۔ اگرچہ مقبرہ عمارت کے لحاظ سے اِس قابل نہیں کہ اس کا حال تحریر کیا جاتا۔ مگر چونکہ ایک عالیشان دنیا کے نامور شہنشاہ کی آرام گاہ ہے اِس لیئے لکھا گیا۔

مقبرہ سلطان غیاث الدین بلبن

پرانی دلی کی آبادی حویلیوں کے کھنڈروں میں یہ مقبرہ ہے بالکل شکستہ وخراب نہایت ٹوٹا پھوٹا۔ اِس مقبرہ کا پتھر اُکھڑ کر لکھنؤ گیا اور کچھ دلی کے بادشاہوں کے وقت میں مکانات میں لگا اب اس مقبرہ کا وہی حال ہے جو سلطان علاؤ الدین خلجی کے مقبرہ کا ہو گیا ہے صرف ایک ٹوٹا کھنڈر چونہ کا ڈھیر باقی ہے مگر چونکہ ایک نامور بادشاہ کی قبر ہے اسکے لئے لکھا جاتا ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن ۶۸۶ھ میں فوت ہوا ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت سلطان معز الدین کیقباد بن سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین بلبن نے جو اُسکے بعد بادشاہ ہوا بنائی ہو گی اِس حساب سے آجتک پانسو ستر برس کے قریب عرصہ گذرا۔ اسی مقبرہ سے ملا ہوا۔ ایک چھوٹا سا مقبرہ اُسی طرح سے اُجڑا ہوا ٹوٹا پڑا ہے وہ مقبرہ ہے خان شہید کا جو ملتان کے صوبہ دار تھے اور حاروولاہور پر ہلاکو خاں کے مغلوں سے لڑکر شہید ہوئے تھے جنکے ماتم میں میر حسن دہلوی نے مرثیہ نثر فارسی لکھا تھا اور حضرت امیر خسرو کا دل ہلا دینے والا مرثیہ موجود ہے۔ یہ اُنھیں خان شہید کا مقبرہ ہے تواریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر خسرو اور حسن دہلوی خان شہید کے ہمراہ تھے جب وہ شہید ہوئے تو مغل ان دونوں کو گرفتار کر کے لیگئے اور بڑی مشکل سے بلخ لیجاکر چھوڑا دونوں دہلی واپس آئے امیر خسرو نے راہ میں جو مرثیہ لکھا تھا وہ دربار بلبن میں آکر سنایا جسے اُسکو روتے روتے بخار ہو گیا اور اُسی بخار میں انتقال کیا۔

مقبرہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح

آپ بڑے اولیاے کبار اور محدثوں میں سے ہیں۔ کمالات آپکے آفتاب سے سوا روشن ہیں کہ غایت شہرت سے حاجت مجھ خاکسار کے بیان کی نہیں رکھتے۔ آپ کا مزار حوض شمسی کے کنارے پر واقع ہے اور بہت پر فضا اور دلچسپ مکان ہے۔ یہ مقبرہ آپکے انتقال کے بعد بنا ہے اور برج کے ایک دیوار پر یہ عبارت لکھی جس سے آپکا مختصر احوال تا بہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے ہم یہاں اسکو معہ ترجمہ درج کرتے ہیں۔

مجمل احوال کرامت منوال مقتدائے وقت
صاحب المفاخر ابو المجد عبد الحق رحمۃ اللہ رحمۃً
سبقت آنکہ از مبادی شعور بطلب حق و طلب
علم کمر بستہ نزدیک باوان بلوغ اکثر علوم دینیہ
تحصیل کرد و در سن بست و دو سالگی از ہمہ آن
فارغ شدہ و کلام مجید از بر گرفتہ بر مسند نشست
و ہم در عنفوان جوانی جاذبۂ الہی در رسیدہ یکبار
دل از یار و دیار بر کندہ متوجہ حرمین محترمین گشتہ
مدت مدید بآن مقامات شریفہ اقامت ورزید
بانقلاب زمان و اولیاے کبار صحبتہا داشتہ
بود از ایشان اجتہد و رخصت ارشاد طالبان اختصاص
یافت و علاوہ آن تکمیل فن حدیث نمودہ بیرکات
فراوان بوطن مالوف مراجعت فرمودہ و مدت پنجاہ
و دو سال بجمعیت ظاہر و باطن تمکن یافتہ تکمیل
فرزندان و طالبان بجا آوردہ و ہمیشہ بتعلیم سرگرم

مختصر احوال۔ پیشوائے وقت صاحب فخر کرامت کا طور
و طریق رکھنے والے صاحب بزرگی عبد الحق رحمۃ
اللہ کی سابق یا [illegible]
حق کی تابعداری اور طلب علم پر کمر باندھی تھی۔ جب
حد بلوغ کو پہنچے تو اکثر علوم دینیہ تحصیل کر چکے
تھے اور بائیس سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے
تھے اور کلام مجید حفظ کر لیا تھا مسند ارشاد پر بیٹھ گئے تھے
اور ابھی شروع جوانی تھی کہ جذبہ الٰہی [illegible] ایکبار
ہی دل وطن اور متعلقین سے اٹھا کر متوجہ حرمین شریفین
کے ہوئے مدت تک ان مقامات شریفہ میں رہے۔
اس زمانہ کے قطبوں اور بڑے بڑے ولیوں کی صحبت
میں رہکر ان سے استاد اور تبرکات حاصل کر کے رخصت
ہوئے اور اجازت طالبان حق کی [illegible] حاصل کی اسکے
علاوہ آپ فن حدیث کی تکمیل کر کے بہت سے تبرکات کے ساتھ وطن
مالوف کو مراجعت کی باون برس ظاہری و باطنی جمعیت [illegible]

علم شریف حدیث پرداختہ بنہجے کہ در دیار عجم
احدے از علماے متقدمین و متاخرین دست
نداده است ممتاز و مستثنی گردیدند۔ و فنون علمیہ
خاصۃً فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد چنانچہ
علماء زمان اختیار کردند و زبدۂ دستور العمل
خود دارند و اہل درس در خواص و عوام بجان
خریداری می نمایند۔ تصانیف این فیاض والا
از صغیر و کبیر لب مدعا و بحسب شمار ابیات پانصد
ہزار رسیده است در محرم ۹۵۸ھ این نور
اتم پرتو ظہور بعالم عنصری داده و در ۱۰۵۲ھ بتمام
آگہی و کشاده پیشانی بعالم قدس خرامید۔
تاریخ ولادت ۔ شیخ اولیا۔
و تاریخ وفات ۔ فخر العالم است۔

اپنے فرزندوں و طالبوں کی تکمیل کی۔ زیادہ تر علوم خصوصاً
فن شریف حدیث میں مشغول رہے اور اسکو ایسا حاصل کیا
کہ کسی نے علماء متقدمین و متاخرین سے دیار عجم میں حاصل
نہیں کیا آپ ان سے مستثنیٰ اور ممتاز ہو گئے۔ اور فنون
علمیہ خاصکر فن حدیث میں آپنے کتب معتبرہ تصنیف کی ہیں
چنانچہ زمانہ کے عالموں نے انکو اختیار کر کے اپنا دستور العمل
بنایا ہے اور اہل درس اور خاص و عام انکو جان سے خریدتے
ہیں۔ آپکی تصانیف عالی چھوٹی بڑی سو کتابوں کے
قریب ہیں اور سطروں کے حساب سے پانسو ہزار انکی تعداد
ہے۔ اس کامل نور نے ماہ محرم ۹۵۸ھ عالم عنصری میں
اپنا پرتو ڈالا یعنی پیدا ہوئے اور ۱۰۵۲ھ میں کشادہ پیشانی
اور علمیت کیساتھ عالم قدس کو رخصت ہوئے تاریخ پیدائش
شیخ اولیا۔ اور تاریخ وفات ۔ فخر العالم ہے۔

درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ

آپکا حال تحریر ہو چکا ہے یہاں صرف درگاہ کی عمارت کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے۔
آپکا مزار مبارک خام ہے اور قبر شریف مٹی کا ڈھیر ہے۔ سبحان اللہ کیا خاکساری ہے
کہ کھلے آسمان کے نیچے آپکا مزار ہے اسپر وہ نور اور شان و شوکت ہے کہ دیکھنے سے تعلق
رکھتی ہے۔ وفات آپکی شب دوشنبہ چودھویں ربیع الاول ۶۳۳ھ میں ہوئی ہے۔ ایک
دفعہ شیر شاہ بادشاہ اس طرف شکار کو آیا۔ زیارت مزار مبارک سے مشرف ہوا۔ دیکھا کہ آپ
مبارک پر کوئی تکلف کا سامان نہیں ہے خیال کیا کہ اسکے گرد چار دیواری بنوا دینی چاہیے
اور ایک سہ دری مقرر کر دینی چاہیئے کہ وہاں سے لوگ جوتیاں اتار کر حاضر ہوا کریں۔ یہ خیال کیا کہ

کرکے اُسنے چار تیر چاروں طرف پھینکے اور جہاں جہاں تیر گرے وہاں وہاں ایک ایک دروازہ بنواکر چار دیواری بنوادی وہ چار دیواری بہت بڑی تھی اب اُسکا پتہ نہیں رہی مگر کچھ کچھ ٹوٹا پھوٹا نشان باقی ہے۔ پھر اور بادشاہوں کے عہد میں چار دیواری کو مختصر کرکے دروازے بنے کہ ہم اس مقام پر ہر دروازے کے اشعار لکھ دیتے ہیں۔

اشعار دروازہ غزنی

خلقے کہ درین گنج سعادت معرفت	آخر گہر شمار شناگر جان سفت
گفتم چہ بود اسم رفت تاریخش	رضوان بدر سرا در جنت گفت

اشعار دروازہ جانب حاطہ ملا صبح

دران شہ جہاں اسلام	گشت دروازہ بلند جناب
گرچہ ہشت است باب جنت را	لیس باب مثل ہذا الباب
کرد شخصے بنا کہ در بابش	یوسف ثانی از حق است خطاب
چوں و تاریخ نام کردم عرض	گفت درگاہ خواجہ اقطاب

اشعار دروازہ متصل مجلس خانہ

در زمان آفتاب چرخ دولت شہ شاہ	شاہ راہ باب کوکب مرکب گردون غلام
این عظیم القدر درگاہے کہ اندر باب او	صادق آمد قول ہذا الباب من دارالسلام
بود بست و چار و ہفتصد سال از ہجرت کہ شد	از اہتمام شیخ دیں پرور خلیل الحق تمام

اب ۱۲۵۲ھ میں شاہنشاہ زمان ابوالظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ نے آپکے مزار مبارک کے گرد صندل کا کٹہرہ لگا دیا تھا اور اس کار خیر سے مفاخرت سرمدی حاصل کی تھی۔ اب درگاہ شریف میں اہل دل صاحبان نے سنگ مرمر و موسیٰ کا فرش بنوا دیا ہے۔ مسجد سنگ مرمر شاہ فرخ سیر کے زمانہ میں پہلے ہی بن گیا تھا درگاہ شریف بقعۂ نور بن گئی ہے۔ مسجد متعلقہ درگاہ میں بھی فرش سنگ مرمر کا پھول دار ہو گیا ہے اور روز بروز ترقی ہے۔

مقبرہ حضرت سلطان غازیؒ

یہ مقبرہ بہت نفیس اور لطیف اور دلچسپ و دلکشا فرحت بخش و دلربا قطب صاحب سے دو کوس کے فاصلہ پر مغرب کی طرف ہے۔ اس مقبرہ کو سلطان شمس الدین التمش نے ۶۲۶ھ ؁ میں بنایا تھا۔ اس مقبرہ میں چاروں طرف مکان اور جانب غرب ایک چھوٹی سی مسجد سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اور بیچوں بیچ ایک غار ہے کہ پندرہ سیڑھیاں اتر کر اس غار میں جاتے ہیں۔ اور اس غار میں ستون کھڑے کر کے اسکی چھت پاٹ دی ہے اور اس میں حضرت کی قبر ہے اور اس پر ایک مثمن چبوترہ بنا دیا ہے کہ کرسی اس چبوترہ کی سنگ مرمر کی ہے۔ اور تہ چونہ کی۔ ارتفاع اس چبوترہ کا چار فٹ ساڑھے سات انچ ہے۔ اور ہر ضلع اس کا پندرہ فٹ ڈیڑھ انچ کا ہے کہ کل دور چبوترہ کا ایک سو اکیس فٹ ہوا۔ اس چبوترہ میں جانب مشرق کو سات سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور جنوب کی طرف غار میں جانے کا دروازہ ہے مشہور ہے کہ پہلے یہ دروازہ بند تھا۔ اور لوگ چبوترہ ہی کی زیارت کیا کرتے تھے اتفاق شاہ کے وقت میں یہ دروازہ کھول دیا ہے اور لوگ اسکے اندر جا کر زیارت کیا کرتے ہیں۔ غار کا دروازہ بھی بہت چھوٹا ہے۔ ایک فٹ گیارہ انچ کا عرض اور تین فٹ نو انچ کا ارتفاع ہے۔ اس مقام پر پانی کی بہت تکلیف ہے اور وہاں جانے والوں کو پانی میسر نہیں آتا اور جو درستے قریب ہے دو ڈھائی کوس سے پانی آتا ہے

حوض خاص و مقبرہ فیروز شاہ

فیروز شاہ ہندوستان کے بڑے نیک نام بادشاہوں میں سے تھے حوض خاص پر جو ان ہی کا تعمیر کردہ یہ مقبرہ ہے۔ یہ ایک سیرگاہ معقول تھی حوض بالکل ٹوٹ گیا ہے یہاں تک کہ پانی بھی اس میں نہیں ٹھیرتا۔ اس حوض کے جنوبی ضلع میں مکان

اور نشستگاہ بنی ہوئی تھی۔ اور اسی طرف فیروز شاہ کا مزار ہے اور اسکے دروازے کی پیشانی پر چونہ میں کتبہ لکھا ہوا تھا مگر اب وہ جابجا سے ٹوٹ گیا ہے اور پڑھا نہیں جاتا یہ مقبرہ سلطان محمد شاہ بن سلطان فیروز شاہ نے ۷۹۴ھ میں بنوایا ہے۔

مقبرہ سلطان سکندر بہلول

کہتے ہیں کہ یہ مقبرہ نظام خان الملقب بہ علاؤ الدین سلطان سکندر شاہ بن سلطان بہلول لودھی کا ہے اور چونکہ سکندر شاہ ۱۳ ذیقعدہ ۹۱۵ھ کو مرا ہے اس سبب سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مقبرہ بھی اسی زمانہ میں بنا ہوگا۔ کہ اس بات کو چار سو برس سے زیادہ کا عرصہ ہوا۔ یہ عمارت بھی بہت اچھی ہے

قدم شریف

یہ درگاہ بہت نامی اور گرامی ہے حقیقت میں یہ قبر ہے شاہزادہ فتح خان ابن فیروز شاہ کی اور اسکے اوپر نقش قدم ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ معجزہ صادر ہوا تھا کہ پتھر پر نقش قدم ثبت ہوگیا تھا یہ نقش قدم فیروز شاہ بادشاہ کے عہد میں آیا اور مشہور یہ ہے کہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت اس کو لائے تھے اور فیروز شاہ بادشاہ کو تبرکاً دیا تھا۔ اسی زمانہ میں ولیعہد سلطنت شاہزادہ فتح خان کا انتقال ہوگیا تھا۔ بادشاہ نے یہ قدم شریف آپ نے لیکر شاہزادہ کی قبر پر نصب کرا دیا اور قبر کے تعویذ پر پاڑھ چنوا کر حوض سا بنوا دیا کہ اب اسمیں پانی بھرا رہتا ہے اور پھول پڑے رہتے ہیں۔ لوگ تبرکاً یہ پانی لے جاتے ہیں اور بیماروں کو پلاتے ہیں۔ اور آسیب والے جن پری اور بھوت وغیرہ کے لئے آبحیات ہے دور دور یہ پانی لیجاتے ہیں۔ اور یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

سارے حضر دل اسی کے پینے سے نجات ہے	پانی قدم شریف کا آب حیات ہے

ربیع الاول کی یکم سے بارہ تاریخ تک یہاں بہت دہوم دہام سے میلہ ہوا کرتا ہے خصوصاً گیارہویں اور بارہویں کو بہت دہوم ہوتی ہے۔ یہ درگاہ فیروز شاہ کی تعمیر ہے۔ ایک قلعہ ہے دروازہ نہایت شاندار اور بلند ہیں اندر فتح خاں کی قبر پر نہایت عمدہ عمارت بنی ہوئی ہے ایک مختصر مسجد ہے۔ لوگ یہاں مدفون ہونا باعث نجات خیال کرتے ہیں تمام قلعہ قبروں سے بھر گیا ہے اور گرد قلعہ کے دور تک گورستان ہے۔ بڑے بڑے نامی گرامی لوگوں کی قبریں ہیں۔ اس درگاہ کے ایک دروازے پر یہ اشعار لکھے ہیں۔

زہے گمناں رہنمائے محمدؐ ۔۔۔ ہدایت دہندہ ہمائے محمدؐ
خوش آں مدرسہ منبر و بارگاہے ۔۔۔ کہ درسے بپاشد ثنائے محمدؐ
عرش گشتہ در زیر پا او مسلم ۔۔۔ ہر آں کو شدہ خاکپائے محمدؐ
منم از سگانِ سگ کوئے او ۔۔۔ شدہ شیروان از گدائے محمدؐ

درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ

آپکا حال مفصل تحریر ہو چکا ہے۔ یہاں صرف درگاہ کا حال لکھا جاتا ہے کہ آپ کا مزار مبارک زیر آسمان چونہ کا ہے اور ایسی فیض و برکت آپکے مزار پرانوار سے عیاں ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ آپکی کرامت ہے کہ باوجود تابش آفتاب کے آپ کا مزار ہمیشہ سرد رہتا ہے۔ جنوبی دروازہ درگاہ پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ ؎

خواجہ باقیؒ آں امام الاولیا ۔۔۔ عارف باللہ سرار نہفت
نکہتِ بستان سرو انبیا ۔۔۔ از نہالِ جعفری خوش گل شگفت
چونکہ شد مشرب فنا اندر بقا ۔۔۔ محو حق گشتہ ز اسرار صفت
رخت بستہ زیں سرائے بے بقا ۔۔۔ چوں ندائے ارجعی از حق شنفت

سالِ تاریخ وصالش خسروی
باقی باللہ نقشبند وقت گفت
۱۰۱۴

مقبرہ ہمایوں

یہ مقبرہ ہے عجیب و غریب و نفیس و لطیف دہلی سے ڈہائی کوس پر جنوب کی طرف۔ اور اس میں ہمایوں بادشاہ کی قبر ہے۔ اور بہت سے شاہزادوں اور مغلیہ بادشاہوں کی قبریں ہیں۔ اس مقبرہ کی عمارت ایسی خوب ہے کہ روئے زمین پر اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ سنگ مرمر اور سنگ سرخ سے ملاکر اسکی عمارت بنائی ہے۔ سنگ مرمر تو وہ لطیف کہ موتی شاہوار اسکے آگے دریائے خجالت میں ڈوب جاتا ہے۔ اور سنگ سرخ وہ نادر کہ گلاب کی پنکھڑی پر شرف لے جاتا ہے۔ برج اس کا تمام سنگ مرمر کا۔ گویا قدرت الٰہی کے دریا کا ایک موتی ہے۔ قطع اس برج کی بہت خوب ہے۔ ایسا خوشنما برج روئے زمین پر شاید ہی دوسرا ہو چوڑا چکلا۔ اونچا۔ باوصف اس عظمت کے ایسا نازک معلوم ہوتا ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہوسکتا صحن اس کا دلکشا اور مکانات اسکے دلربا۔ وضع نہایت خوب اور قطع نہایت مرغوب سرخ سرخ پتھر میں سفید سفید دہاریاں عجیب عالم دکھاتی ہیں۔ گل بوٹے۔ رنگ برنگ کے پتھر کے پھول پنکھڑیاں نئی نئی طرح کی۔ اور ہی تماشے نظر آتے ہیں کسی زمانے میں یہ باغ بہت ہی آراستہ تھا۔ چاروں طرف نہریں جاری تھیں۔ جابجا حوض بنے تھے۔ پانی لہراتا تھا۔ فوارے چھوٹتے تھے۔ سرو کے درخت لگے ہوئے تھے۔ انبہ کے درخت تھے گل کے درخت بکھرتے تھے بلبلیں چہچہاتی تھیں۔ اور اسکی خوبیاں جنت کو یاد دلاتی تھیں۔ کسی شاعر نے اس مقبرہ کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا حقیقت میں یہ مقبرہ ایسا ہی تھا۔ جو کچھ اسکی تعریف میں کہو کم ہے ؎

گویا ایں قصر دیں باغ ہمایوں را بہیں	ہر کہ میخواہد کہ بیند شکل فردوس بریں

دروازہ ہائے مقبرہ ہمایوں۔ اس نفیس و لطیف مقبرہ کے دروازے بہت عالی شان ہیں اور نہایت خوشنما۔ ایک دروازہ تو جنوب کی طرف ہے اور ایک دروازہ مغرب کیطرف اس طرف کے دروازے میں بہت اچھے اچھے مختصر مکان بنے ہوئے ہیں کہ لطافت اور دلکشائی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ دروازہ میں ہر مکان کے جانے کا جدا جدا رستہ

ہے۔ اور خوبصورت سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جنوبی دروازہ میں اگرچہ مکان
نہیں ہے لیکن دروازہ کے گرد دروں کے بننے اور چبوترہ کے ہونے سے عجب نمود اور
شان نکل آئی ہے۔ یہ دروازے بھی گویا بہشت کے دروازے ہیں اور سنگ سرخ اور
سنگ رخام سے بنے ہوئے ہیں۔ لیکن سنگ رخام ایسا دو دیا لگایا ہے کہ دور سے بعینہ
یہی معلوم ہوتا ہے کہ سنگ سرخ میں سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ فصیل اس مقبرہ کی چونہ اور
سنگ خارا سے بنی ہوئی ہے اور فصیل کی دیوار پہ پانی نہ ٹھہرے ایسا بنا ہوا ہے۔

برج اندرون احاطہ۔ ایک چھوٹا سا مقبرہ ہے۔ ہمایوں کے مقبرہ کی فصیل
کے اندر سنگ سرخ سے بنا ہوا ہے۔ اور کہیں کہیں سنگ مرمر بھی لگا ہوا ہے۔ اس میں
دو قبریں ہیں سنگ مرمر کے تعویذوں کی۔ یہ نہیں معلوم کس کی ہیں۔ بہر حال ایک چھوٹی
سی عمارت ہے قابل دید۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کب بنی۔ کس نے بنائی۔ کوئی کتبہ نہیں ہے۔
کہتے ہیں کہ اس میں ایک باغ بھی تھا کہ جس میں ہر قسم کے میوے کے درخت لگے
تھے اور میوہ کے درخت جو قد یار پر طعنہ مارتے تھے۔ اور وہ گل جو لب دلدار کی بخشش مہ جبینوں
پر طعنہ دیتے تھے نام کو بھی نہ رہے۔ نہریں ٹوٹ گئیں۔ حوض تباہ ہو گئے۔ آبشاروں
کا نام نہ رہا۔ مگر اب بھی کچھ کچھ نشان باقی ہے۔ اور شمال کی طرف چادر گرنے کا مکان۔ اور
حوض اور نہروں کے فواروں کا خزانہ بنا ہوا ہے۔ مگر اب اس وقت سوائے سبز گھاس
کے اور نل کے ذریعہ پانی دیا جاتا ہے اور کچھ نہیں۔ شبہ پڑتا ہے کہ زوجہ ہمایوں کا مقبرہ ہے
مقبرہ کی تیاری ۹۷۳ھ میں نواب حاجی بیگم ہمایوں بادشاہ کی بیوی کی سعی
اور ہمت سے شروع ہوئی۔ اور سولہ برس کے عرصہ میں پندرہ لاکھ روپیہ لگا کر اس
بہشت کے ٹکڑے کو بنایا تھا۔ اور فردوس بریں کو زمیں پر گویا اتارا تھا۔

مدت تک یہ دستور رہا کہ بادشاہی خاندان سے جو کوئی مرتا اس مقبرہ میں دفن
ہوتا تھا۔ جتنے اس مقبرہ کی کرسی کے حجرے ہیں سب میں بادشاہوں یا شاہزادوں
کی قبریں ہیں۔ کسی میں عالمگیر ثانی۔ کسی میں فرخ سیر۔ کسی میں دارا شکوہ وغیرہ وغیرہ

مقبرہ کے بیچ کے برج میں ہمایوں بادشاہ کی قبر ہے نہایت نفیس سنگ مرمر کا
تعویذ ہے احاطہ کے اندر بانیہ اس مقبرہ کی حمیدہ بانو بیگم ملقب بہ مریم مکانی جلال الدین اکبر
بادشاہ کی ماں یعنی حاجی بیگم کا مزار ہے۔ اس برج کے چاروں طرف بھول بھلیاں ہے
اور وہ اس ترکیب سے بنائی ہے کہ بھول بھلیاں کے دروں میں سے جس جگہ سے
دیکھو یہ تعویذ نظر آتا ہے۔ جو اس عالیشان برج کے اندر ہیں۔ اور اسی مقبرہ کے اندر
سنہ غدر ۵۷ء میں ابوظفر بہادر شاہ نے لال قلعہ کو چھوڑ کر ہزاروں دقتوں سے
پیدل چلکر یہاں آکر آرام لیا تھا نہ کھانے کا انتظام اور نہ پانی کا بندوبست تھا۔ یہ اس
بھول بھلیاں میں سے تعویذ ہمایوں کا اور اپنی دادی حمیدہ بانو کی قبر کو بحیرت نگراں تھے
کہ یکایک گوروں کی فوج آگئی۔ وہ ان تک پہنچنا چاہتے تھے مگر رستہ نہ پاتے تھے۔ آخر
انھوں نے جیسے چیل گوشت پر ٹوٹ پڑتی ہے مقبرہ کی جالی کو توڑا۔ اور شاہ کو گرفتار کیا
اور کہتے ہیں کہ خاصہ (کھانے) کے بہانے انکی اولاد جگر گوشہ کے سر (جو اسی مقبرہ میں سے
گرفتار کی تھی) خوان میں لگا کر بھیجے۔ اور بعدہ دہلی دروازہ کے باہر کوٹلہ کے سامنے جو
خونی دروازہ ہے اس میں شاہزادوں کے سر لٹکائے گئے۔ یہ واقعہ شہر دہلی میں کچھ لو
یہی وہ مقبرہ ہے جسکو ہم دہلی والوں نے اپنی سیرگاہ بنا رکھا ہے اور تاش گنجفہ اور چوسر
یہاں آکر مزے سے کھیلتے ہیں۔ اور پتنگ بازی کرتے ہیں۔ جائے عبرت ہے نہ جائے عشرت

غزل بحالت انقلاب دہلی از حضرت بہادر شاہ بادشاہ تخلص ظفر

گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہیں دل کو میرے قرار ہے
کروں غم ستم کا میں کیا بیاں مرا غم سے سینہ فگار ہے
نہ تھا شہر دہلی یہ تھا چمن کہ تھا سب طرح کا یہاں امن
وہ خطاب اسکا تو مٹ گیا فقط اب تو اجڑا دیار ہے
یہ رعایا ہند تباہ ہوئی۔ کہوں کیا جو ان پہ جفا ہوئی

جسے دیکھا حاکمِ وقت نے کہا یہ تو قابلِ دار ہے

شب و روز پھولوں میں جو تُلیں کہوں نہ خارِ غم کے انھیں چبھیں

سے طوقِ قید میں جب انھیں کہا یہ گُل کے ہار ہے

جو سلوک کرتے تھے اوروں سے کہوں کیا وہ کیسے ہیں طور بے

یہ ہیں تنگ چرخ کے دوروں سے رہائش پہ لٹکے نہ تار ہے

جو ہول ہوئے تھے ہنستے ہی یہ انہیں ہیں آج ہیں پھل لگے

جیسے جیسے ہنستے گنہ گئے یہ انھیں گناہوں کا بار ہے

پڑی آگے جانوں پہ ایسی بن کہ لٹے سبھوں کے ہوئے ہرن

جسے دیکھتا ہوں پڑا ہو وہ گلے میں اشکوں کا ہار ہے

یہ وبال تن پہ ہے سر مرا نہیں جان جانے کا ڈر ذرا

نہیے غم سے نکلے ہے دم مرا مجھے اپنی زندگی بار ہے

یہاں حال تنگ جو سب کا ہے یہ کرشمہ قدرتِ رب کا ہے

یہاں بہار میں تو خزاں ہوئی واں خزاں میں آئی بہار ہے

یہ ستم کسی نے بھی ہو سنا کہ دی پھانسی لاکھوں کو بے گناہ

وے کلمہ گویوں کی طرف سے ابھی انکے دل پہ غبار ہے

نہ دبایا زیرِ چمن انہیں نہ دیا ہے گور و کفن انہیں

کیا کس نے یاروں دفن انہیں نہ نکالے جن کا مزار ہے

نہ تو دشمنائی ہے غیر میں۔ نہ یہاں ہے کوئی بھی دہر میں

چلا تیر اجل کا ہے شہر میں ہوا جس سے سب کا شکار

ہمیں غم دیا ہے جو برملا تو خوشی بھی دیوے ہمیں خدا

اسے ہر بشر تو ہے جانتا کہ خزاں کے پیچھے بہار ہے

یہ زمانہ وہ ہے بجز فلک۔ چلو ہم کے سب سے الگ الگ

نہ رفیق کوئی کسی کا یاں - نہ کوئی کسی کا بھی یار ہے

تجھے کیا ہے خوف ظفر بتا - جو خدا رکھے تجھے برملا
تجھے ہے وسیلہ رسول کا - وہ تمہارا حامی کار ہے

مقبرہ منصور

یہ مقبرہ بہت نامی منصور علی خان صفدر جنگ کا ہے جو وزیر تھے احمد شاہ بادشاہ کے -
اس عمارت کی خوبی بیان سے باہر ہے - یہ مقبرہ سر سے پاؤں تک سنگ سرخ کا ہے
اور جا بجا سنگ مرمر کی دھاریاں اور چوکے لگے ہوئے ہیں - برج اسکا تمام سنگ مرمر کا
ہے - اور اندر چارسے تک سنگ مرمر لگا ہوا ہے - اور قبر کا تعویذ نرا سنگ مرمر کا ہے -
اور اس میں ایک تہ خانہ ہے جس میں اصل قبر بنی ہوئی ہے - عمارت ایسی نازک اور
باریک ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی تقسیم مکانات کی اس خوبصورتی سے کی ہے کہ وہ
بیان میں نہیں آسکتی - گرد اسکے چار دیواری کھنچی ہے - اور اس میں بہت تحفہ باغ
تھا آراستہ - اب بھی کچھ پھولوں کے درخت ہیں - اور چاروں طرف اس مقبرہ کے
چار نہریں ہیں - بہت پاکیزہ بنائی ہیں جو اب تک ہیں - اور اس مقبرہ کے تین طرف مکانات
دلکشا بنے ہوئے ہیں - جنوبی مکان موتی محل کر کے مشہور ہے - اور مغربی مکان جنگلی محل
کر کے مشہور ہے - اور یہ بھی بہت عمدہ مکان ہے - اور شمالی مکان کو کہ بہت عمدہ بنا ہوا
ہے بادشاہ پسند کہتے ہیں - جانب شرقی میں دروازہ ہے بہت بلند اور اس دروازہ میں
طرح طرح کے مکانات اور صحنچیاں بنی ہوئی ہیں - اور اس دروازے کے اوپر ایک بارہ دری
ہے بہت بلند اور نہایت خوشنما غرضکہ یہ دروازہ بھی سیر کا معقول ہے اس دروازہ
کے متصل جانب شمال ایک مسجد ہے سنگ سرخ کی نہایت نفیس اور پاکیزہ اور اس
مقبرہ کی چار دیواری کے چاروں کونوں پر چار برج ہیں - اور ان میں سرخ پتھر کی جالیاں
لگی ہوئی ہیں - دور سے ان جالیوں میں بہت بہار معلوم ہوتی ہے اور یہ دکھائی دیتا ہے

کرایا گیا ہے۔ یہ مقبرہ سیدی ہلال محمد خاں کے اہتمام سے تین لاکھ روپیہ خرچ ہو کر تیار ہوا ہے۔ قطعہ تاریخ یہ کندہ ہے

چو آن صفدر عرصہ مردمی	ز دار فنا گشت رحلت گزین
خرد سال تاریخ گفتہ چنین	کہ بادا مقیم بہشت برین

مقبرہ خانخاناں

یہ مقبرہ بارہ پلہ کے نزدیک حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے پاس واقع ہے۔ اور یہ مقبرہ عبدالرحیم خانخاناں بیرم خاں کے صاحبزادے کا ہے یہ بڑے صاحب جود و سخا امیر تھے۔ دربار اکبری میں انکے برابر کوئی امیر نہ تھا۔ ابتک انکی عالی ہمتی اور بخشش کے فسانے مشہور زمانہ ہیں۔ ایرانی امراء کو ان سے ایک گونہ رشک و حسد تھا یہ مقبرہ انہوں نے اپنی زوجہ کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ مگر انکو اس مقبرہ میں رکھنا نصیب ہوا۔ اور ۲۱ سنہ جلوس جہانگیری مطابق ۱۰۳۶ھ کے عبدالرحیم خانخاناں کو سفر آخرت پیش آیا اور بہتر برس کی عمر پائی اور اس مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ یہ مقبرہ کسی زمانہ میں بہت نفیس اور لطیف بنا ہوا تھا۔ اس کا برج تمام سنگ مرمر کا تھا اور جا بجا سنگ سرخ میں سنگ مرمر کی دھاریاں لگی ہوئی تھیں۔ اور گل بوٹے بنے ہوئے تھے مگر افسوس ہے کہ یہ مقبرہ اب بالکل اجاڑ ہو گیا۔ اس مقبرہ کا تمام سنگ مرمر اکھاڑ کر صفدر جنگ کے مقبرہ میں لگا دیا گیا ہے اور اس عالیشان نیک ذات امیر کے مقبرہ کو برباد کر دیا گیا ہے دیکھو کیا عظمت و شان تھی خانخاناں کی اور اب کیا حال ہے۔ اس دنیا بو قلموں پر تکیہ کرنا محض نادانی ہے۔ انکے باپ کو ہمایوں کے عہد میں بڑا عروج تھا۔ اور تمام مہمات سلطنت ان سے متعلق تھے اور عبدالرحیم خان خانخاناں اکبر کے عہد میں بڑے صاحب عروج تھے انکا مقبرہ عبرت کی نشانی ہے۔ جسکے دیوان خانے میں سیکڑوں من گلاب و عطر کا جاتا تھا اب اسکے مقبرہ میں ہزاروں جانور موتتے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ کبوتر بیٹ کرتے ہیں

درگاہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا

پہلے مسجد درگاہ شریف کا حال بزمرہ مساجد لکھا جا چکا ہے اب آپکی درگاہ اور اسکی عمارت کا حال بزمرہ مقابر لکھا جاتا ہے آپ ماہ صفر ۶۳۴ھ میں قصبہ بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ۲۵ برس کی عمر میں دہلی تشریف لائے اور یہاں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ سے صحبت رہی۔ آنکی رہبری سے اجودہن گئے اور حضرت بابا صاحب سے بیعت کی اور خلافت حاصل کرکے دہلی تشریف لائے اور غیاث پور میں سکونت اختیار کی۔ ہزاروں آدمی فیضیاب ہوئے۔ چونکہ اس سرائے فانی سے سبکو چلنا ہے آپنے ربیع الثانی کی ۱۸ تاریخ ۷۲۵ھ میں جمعہ کے دن اس جہانِ فانی سے رحلت کی اور موضع غیاث پور کی سرحد میں آپ مدفون ہوئے۔ تاریخ رحلت یہ ہے

نظام دو گیتی شہ ماء و طین
چو تاریخ فوتش بجستم ز غیب
سراج دو عالم شدہ بالیقین
ندا داد ہاتف شہنشاہ دین

جب سے آپ کو دفن کیا ہے مزار مبارک پر روز بروز عمارت کی ترقی ہوتی گئی ہے۔ خلجیوں کے زمانے میں تو ایک مجمر سا تھا اب اس کا نام و نشان نہیں رہا ۹۷۰ھ میں فرید الدین خان نے اکبر بادشاہ کے عہد میں آپکے مزار کے گرد ستون لگا کر بارہ در بنائے اور اس پر گنبد بنایا اور سنگ مرمر کی جالیاں بنائیں اور گنبد کے اندر کلمہ طیبہ لکھکر یہ اشعار کندہ کر دیئے ؎

شکر کہ در روضۂ حضرت غوث الانام
مہر نسب اشرف اوج شرف را شہاب
بانی او ہاشمی داعی او ہاشمی
از پئے تاریخ آن چون متفکر شدم
روئے بدرگاہ او آرد بدون الصدق

از پئے تعمیر شد خاک فلک احتشام
سید عالی نسب میر فلک احترام
آنکہ بدوران شان ہست سخن از نظام
کلک خرد زد رقم قبلہ گہ خاص و عام
شاید از الطاف پیر کار تو گردد نظام

کاتب حسین احمد چشتی

بعد اسکے سنہ ۱۰۱۷ء میں کہ اُس زمانہ میں نورالدین جہانگیر بادشاہ تھا۔ فرید خان المخاطب بہ مرتضٰی خان جن کا فریدآباد بسایا ہوا تھا۔ آپکے مزار مبارک پر سیپ کے کام کا بہت نفیس و لطیف چھپر کھٹ چڑھایا۔ حقیقت میں ایسا باریک سیپ کا کام بہت نفیس کیا ہوا ہے کہ خیال میں نہیں آتا کہ اُسکے بنانیوالے نے کیونکر بنایا ہوگا۔ قدرت الٰہی کا یہ بھی ایک نمونہ ہے اور اسی چھپر کھٹ میں یہ شعر سیپ کی پچی کاری سے لکھے ہوئے ہیں ؎

شیخ دہلی نظام را دو فرید — کار و نیا و دیں ہمہ یا کرد
یک فریدش مقام فانی او — یک فریدش مقام احیا کرد
مرتضٰی خان فراز مرقد او — قبہ چون سپہر بر پا کرد
ابر فیروزی از جہان برخاست — در سپیدانہ در صدف جا کرد
بر جہان کعبۂ مربع او — چار در از چہار جا وا کرد
عرشہ مرقد مبارک او — بر زمیں کار عرش اعلیٰ کرد
عرش در پاے چار خانہ اش — چار تکبیر بے محابا کرد
ہر کہ سرخ از مقام او تابید — پشت بر کعبۂ معلیٰ کرد
آنکہ رو در سجود او آورد — رخ چو آئینہ مصفا کرد
خاکروب مقام او باشی — میتواں کار مسیحا کرد
سال تاریخ این بنا جستم — قبہ شیخ عقل القا کرد
قدر باقی او رفیع کشاد — آنکہ این ہفت سقف خضرا کرد

عزیزالدین عالمگیر ثانی کو آپکی جناب میں بہت اعتقاد تھا۔ اُسنے چند شعر آپ کی مدح اور اپنے درد دل کے بیان میں کہے اور سنہ ۱۱۶۶ھ میں اُن شعروں کو سنگ مرمر پر کندہ کرکے گرج کے اندر مغرب کی طرف پائینتی کی طرف لگا دیئے اور وہ شعر یہ ہیں ؎

جو کہ ہو خادم نظام الدین کا دل سے اے غریب — اُسکے تئیں ہوتا ہے تاج خسروی جگ میں نصیب
خادمی کی تھی عزیزالدیں نے با صدق و یقین — تاج شاہی ہند کا مجھکو دیا ہے عنقریب

مرض دل افگار کا میرے وہ صحت بخش ہے	بے غذا و بے دعا و بے دوا و بے طبیب
بس پریشاں حال ہوں اب خلق پر محبوب حق	فضل کر تقصیر واروں پر تم ہو حق کے حبیب

باہتمام غلام ـ ہوشیار علی خان محلی ۱۱۶۹ھ

۱۰۶۳ھ یعنی شاہجہاں کے عہد میں خلیل اللہ خان نے آپکے مزار کے گرد سنگ سرخ کی غلام گردش بنائی اور اُسکے ہر ضلع میں پانچ پانچ در رکھے۔ اور جنوب کی طرف کے دوسرے اور چوتھے در کے اوپر یہ عبارت کندہ کی ہے ـ کتبۂ در دوم

"درعہد اعلحضرت صاحبقران ثانی احقر العباد خلیل اللہ خان ابن میر میران حسینی نعمت الٰہی"

کتبۂ در چہارم

کہ حاکم شاہجہاں آباد بود این ایوان را بر در روضہ منبر کہ مرتب نمود

مدت تک یہ غلام گردش بنی رہی جب خدا کو زیادہ رونق بڑھانی منظور ہوئی جناب ملا فخر الدین کے دل میں یہ بات آئی کہ اس سنگ سرخ کی غلام گردش کیجگہ سنگ مرمر کی بنجائے ـ یہ خیال کرکے سنگ مرمر کے ستون خرید کئے ـ ہنوز یہ ارادہ پورا نہیں ہوا تھا کہ انکی عمر پوری ہوگئی ـ تو اللہ تعالیٰ نے نواب احمد بخش خاں والی لوہارو کو توفیق دی اور انھوں نے ستونوں کو سنگ سرخ کی جگہ لگادیا ـ مگر ابھی چھت سنگ سرخ کی تھی اور اُس میں لونی لگ جاتی تھی ـ نواب فیض اللہ خان بنگش نے اُسکے نیچے تانبے کی چھت لگوادی اور اُس پر سنہری کام بنوادیا جو ابتک موجود ہے ـ یہ سب آرایش تو ہوگئی مگر برج چونے کا تھا ـ اکبر بادشاہ ثانی نے اُس کا برج سنگ مرمر کا اور کلس سنہری نفیس لگوادیا کہ اب یہ عمارت کامل ہوگئی ـ اور ایسی خوش وضع بن گئی کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی ـ

ربیع الثانی کی سترھویں تاریخ آپ کا عرس ہوتا ہے اس تاریخ کو بڑا میلہ ہوتا ہے ہزار ہا آدمی آکر رات کو یہاں رہتے ہیں ـ اور صبح کو بادشاہ بھی تشریف لاتے تھے ـ اور مشائخان عالی مرتبت کی مجلس سماع ہوتی تھی اور اب بھی نہایت آب و تاب سے ہوتی ہے ایک رات اور ایک دن تو بہت ہی رونق رہتی ہے ـ

مجمر جہاں آرا بیگم

یہ ایک مجمر ہے سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کا۔ اسکے گرد سنگ مرمر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں اور اندر چار قبریں ہیں۔ تین بڑی اور ایک چھوٹی۔ اس مجمر کی تعریف نہیں کیجا سکتی سر سے پاؤں تک ایک نور کا ٹکڑا ہے۔ یہ جہاں آرا بیگم شاہجہاں بادشاہ کی بیٹی تھیں اور انکو خواجگان چشت سے کامل اعتقاد تھا۔ رسالہ مونس الارواح آپ کی تصنیف ہے جس سے آپ کی عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنا تین کروڑ روپیہ کا مال و اسباب دیکر یہ جگہ اپنے مدفن کے لئے لی تھی۔ لیکن عالمگیر نے خادموں کو صرف ایک کروڑ روپیہ دیا کہ وصیت شرعًا تہائی میں جاری ہوتی ہے۔ اس مجمر کو خود بیگم مرحومہ نے اپنے سامنے بنوایا تھا۔ تربت کے سرہانے سنگ مرمر کی تختی پر یہ شعر کندہ ہے

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا	کہ پردہ پوش غریباں ہمیں گیاہ بس است

مجمر محمد شاہ بادشاہ

یہ نہایت نفیس سنگ مرمر کا مجمر ہے اسکے دروازے کے کواڑ بھی سنگ مرمر کے ہیں اور ایسے آبدار سنگ سفید کے ہیں کہ ایسا بے داغ پتھر کم دیکھنے میں آیا ہے گل بوٹے بیل پتے منبت کاری کے ایسے بنائے ہیں کہ گویا کاریگری ختم ہے نگارخانہ چین بھی اسکے آگے ماند ہے۔ جالیاں سنگ مرمر کی ایسی تحفہ بنی ہوئی ہیں کہ بیان سے باہر ہیں بے تامل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آسمان سے تارے جگمگ جگمگ کر رہے ہیں۔ اور کبھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا چادر نور ہے کہ قبر کے گرد تان دی ہے۔ غرضکہ اس مجمر کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس مجمر میں سات قبریں ہیں۔ ایک محمد شاہ بادشاہ کی۔ دوسری نواب صاحبہ محل انکی بیوی کی۔ اور تیسری مرزا جگنو محمد شاہ کے پوتے کی اور چوتھی مرزا ماری کی اور تین قبریں اور سلاطینوں کی ہیں۔

مجر مرزا جہانگیر

یہ مجر بعینہ محمد شاہ بادشاہ کے مجر کی نقل ہے مگر اس کا پتھر ایسا صاف وشفاف وسفید نہیں ہے پھر بھی یہ مجر عجائب روزگار سے ہے اور ایک تاریخی شخص کا مزار ہے۔ ان کا واقعہ بھی ندرت سے خالی نہیں۔ مرزا جہانگیر اکبر شاہ ثانی کے بیٹے اور بہادر شاہ ظفر بھائی تھے۔ انکو سیٹن صاحب بہادر قلعہ دار انگریزی کی جا وبیجا مداخلت اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔ مزاج کے تیز اور ناعاقبت اندیش تھے۔ ایک سیٹن صاحب پالکی میں بیٹھے کہیں سے آرہے تھے اور یہ گھوڑے پر سوار کہیں کو جارہے تھے۔ جھک کر قرابین سیٹن صاحب کو ماردی۔ مگر نشانہ غلط گیا سیٹن صاحب کی ٹوپی اڑگئی۔ باقی خیریت رہی۔ یہ گھوڑا دوڑاکر قلعہ میں آگئے۔ دوسرے دن بادشاہ انکو مع دوسرے شاہزادوں کے قلعہ دار کے پاس لے گئے انھوں نے انکو روک لیا اور سب کو رخصت کردیا۔ آخر بطور نظربند الہ آباد بھیجدیئے گئے اور وہیں انکا انتقال ہوا۔ انکی ماں ممتاز محل کو ان سے بہت محبت تھی۔ نعش الہ آباد سے منگوائی اور درگاہ محبوب الٰہی میں دفن ہوئی اور یہ مجر بنادیا گیا۔ ۱۲۴۸ھ میں یہ مجر بنا ہے

درگاہ حضرت امیر خسروؒ

آپکا حال درج ہوچکا ہے یہاں صرف مزار مبارک کی کیفیت لکھی جاتی ہے۔ آپ کو اپنے پیر حضرت محبوب الٰہی سے کمال محبت تھی جبکہ حضور اقدس نے انتقال فرمایا تو آپ بنگالہ میں یہ خبر سنکر بےتابانہ دہلی میں آئے اور سب مال ومتاع لٹاکر پیر کے روضہ پر جو بیٹھے اور چھ ماہ کے بعد ۱۸ شوال ۷۲۵ھ میں آپنے وفات پائی۔ اور پائیں طرف اپنے پیر کے یارانی چبوترہ پر دفن ہوئے مدتتک قبر شریف بےعمارت رہی۔ لیکن ۱۰۱۴ھ میں بعہد سلطنت نورالدین جہانگیر طاہر بیگ نے جن کا نام عماد الدین حسن ہے آپکے مزار مبارک پر مجر اور برج سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنوادیا ہے اور برج کے اندر دیوار کے سرولا پر

یہ اشعار کندہ ہیں ۔

اے خسرو بے نظیر عالم	با روضۂ تو مرا نیاز است
تعمیر نمود طاہر آں را	فیض ازلی ہمیشہ باز است
تاریخ بنا یش عقل گفتہ	با روضہ بگو کہ جائے راز است

قائل ایں کلام و بانی ایں مقام طاہر محمد عماد الدین حسن ابن سلطان علی سبزواری فی ۹۲۱ھ
غفر ذنوبہ و ستر عیوبہ ۔ الکاتب عبد النبی بن ایوب

اے شربت عاشقی بہ جامت	ایضاً	از دوست زباں زباں پیامت
شد سلک فریاد از تو منظوم		زاں ست کہ شد لقب نظامت
جاوید بقاست بندہ خسرو		چون شد زہزار جان غلامت
مرا نام نیک ست و خواجہ عظیم		دو شین و دو قاف و دو لام و دو جیم
اگر نام یابی دریں حرفہا		بدانم کہ ہستی تو مرد فہیم

کاتب مذکور نبیرہ شیخ فرید شکر گنج

اِس گنبد کے گرد جالیاں آدمی کے گلے گلے تک لگائی ہیں اور جنوب کی طرف اِن جالیوں پر پتھر ایں لگا کر چھت پاٹ دی ہے۔ اِن جالیوں میں گنبد کے باہر شمال کی طرف بابر بادشاہ کے عہد میں مہدی خواجہ نے ایک سنگ مرمر کی لوح پر آپکے انتقال کی تاریخ کھدوا کر لگا دی ہے۔ اور وہ یہ ہے ۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

زہیں رازیں لوح شد سرفرازی	بدوران بادشہنشاہ غازی
میر خسرو خسرو ملک سخن	آن محیط فضل و دریائے کمال
نثر او دلکش تر از ماء معین	نظم او صافی تر از آب زلال
بلبل دستان سرائے بے قرین	طوطی شکر مقال بے مثال
از پئے تاریخ سال فوت او	چوں نہادم سر بزانوئے خیال

شد عدیم المثل یک تاریخ او	دیگرے شد طوطی شکر مقال
زحرف وصل جاناں سادہ آمد لوح خاک من	طریق سادہ لوحی بس نشان عشق پاک من
مہاری خواجہ سید با جاہ و جلال	شد بانی این اساس بے شبہہ و مثال
گفتم سعی جمیل مہاری خواجہ	تاریخ بنائے این چو کردید سوال

حررہ شہاب الدین المعمائی الہروی

مجمر شاہ عالم بہادر شاہ

قطب صاحب میں موتی مسجد کے اندر یہ مجمر واقع ہے سر سے پانوں تک سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے کہ اسکی آب و تاب موتی کی آب و تاب کو شرماتی ہے۔ اور اسکی نمایش قصر بہشت پر فوق لیجاتی ہے۔ یہ مجمر ۱۲۴۷ھ میں شاہ عالم بہادر شاہ کے صاحبزادے نے بنایا تھا۔ چنانچہ یہ بادشاہ عالی تبار اس میں دفن ہیں اور جالیوں کے او پر سرھانے کیطرف یہ بیت کندہ ہے ؎

در حور نیست بامر مصطفیٰ	شاہ عالم را بود جنت جزا

غلام حیات خان ۱۲۴۷ھ ہجری

اور اسکے برابر ہی سلطان عالی شاہ عالم بہادر شاہ کی قبر ہے۔ اور اُسکے سرھانے یہ اشعار کندہ ہیں ؎

شد بہ اوج تاجوری و حضیض خاک	دردا کہ از غبار کسوف اجل نہاں
یعنی کہ شاہ عالم عالم پناہ کرد	زین عالم انتقال بہ نزہت گہ جناں
سیار نوشت خامہ معجز طراز من	بینے کہ سال آن ست زہر مصرعے عیاں
شد آفتاب روے زمیں بود پیش از ایں	شد آفتاب زیر زمین آہ و زماں

سنہ ۱۲۲۱ھ الکاتب میر کلن رضوی

اور اسی قبر کے پاس معین الدین محمد اکبر بادشاہ عرش آرامگاہ کا مزار ہے کہ تاریخ وفات انکی

جواد الدولہ سر سید احمد خان نے یہ لکھی ہے ؎

چوں برفت از جہان شہ اکبر		شاہ سید آسمان زد و دو جگر
پاۓ شادی شکست آحمد گفت		سال تاریخ او غم اکبر

چونسٹھہ کھنبہ

یہ ایک عمارت ہے عجیب و غریب درگاہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا کے قریب داخل غیاث پور کہ اپنا نظیر نہیں رکھتی سر سے پاؤں تک سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے قطع اسکی ایسی خوب ہے کہ شاید کسی اور عمارت کی نہ ہو۔ اس عمارت میں چونسٹھہ ستون سنگ مرمر کے لگے ہوئے ہیں اور اسی سبب سے اسکو چونسٹھہ کھنبہ کہتے ہیں۔ اور اس میں مرزا عزیز کوکلتاش خان کی قبر ہے اور یہ مرزا عزیز شمس الدین اتگہ خاں کے بیٹے ہیں جنکو ادہم خان نے مار ڈالا تھا۔ اس میں مرزا عزیز کے اقربا کی بہت سی قبریں ہیں۔

درگاہ سید عبدالرحمن گیلانی

آپ اولاد سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اعظم الاولیا ہوئے ہیں۔ سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو پنجاب میں بڑے اولیا اللہ مشہور ہیں۔ آپکے خلیفہ اعظم تھے۔ یہ آپکا تصرف ولایت ہے کہ گورنمنٹ نے آپکی درگاہ کو سڑک ریل سے بچایا۔ بلکہ اس کا احاطہ بہت پختہ ریختہ کا بنوا دیا۔ اور جنگلہ آہنی لگوا دیا۔ اور درگاہ شریف میں جانے کا راستہ دیدیا۔ یہ درگاہ جانب صدر متصل سٹیشن دہلی ہے۔

مقبرہ روشن آرا بیگم

اندرون باغ روشن آرا بیگم کے وسط میں یہ مقبرہ بارہ دری کے طور پر چبوترہ پر بنا ہوا ہے جسکی تکمیل ۱۰۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ یہ شاہجہاں بادشاہ کی چھوٹی بیٹی تھیں۔

باب سوم

مختصر حال قلعہ معلی

یہ قلعہ زبانِ دولت اور عہدِ سلطنت شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ میں بنا ہے۔ آپکے حکم سے شب جمعہ دوازدہم ذیحجہ ۱۰۴۸ھ اچھی ساعت دیکھ کر استاد حامد اور استاد احمد معماروں نے کہ اپنے فن میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور ہندسہ و حساب سے بھی واقف تھے اس قلعہ کی بنیاد رکھی جب اس قلعہ کی بنیاد پڑی اور بننا شروع ہوا تو حضرت بادشاہ جہاں پناہ کی طرف سے نہایت تاکید ہوئی۔ چنانچہ تمام قلمرو سلطانی سے بڑے بڑے کاریگر۔ سنگ تراش اور معمار بلائے گئے۔ اور طرح طرح کے منبت کار اور پچین ساز حاضر ہوئے اور ہزاروں وہاں قلعہ بنانے میں مصروف ہوئے۔

پہلے پہل اس قلعہ کا اہتمام غزت خان کے سپرد ہوا۔ اور اُس نے اس قلعہ کی بنیادیں کھدوائیں۔ اور مصالح جمع کرنے میں ہمت مصروف کی۔ کچھ مصالحہ بھی جمع ہوا۔ اور بعض بعض جگہ سے بنیاد بھی اٹھ آئی۔ بعد ازاں الہ وردیخان کے اہتمام سے یہ قلعہ بنا۔ اور ہر طرف سے بارہ بارہ گز اونچا ہو گیا۔ بعد اُسکے یہ کام مکرمت خاں کے سپرد ہوا۔ اور اُنہی کے اہتمام سے بنکر طیار ہو گیا۔ اُس زمانہ میں شاہجہاں کابل میں رونق افزا تھے مکرمت خان نے ایک عرضی بھیجی کہ دولت خانہ بادشاہی تیار ہو گیا۔ دیوان خاص و عام۔ و حمام۔ محل و نہر سے مرتب۔ آپ قادم رنجہ فرمایئے۔ اور اس قلعہ بہشت کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشکِ فردوس بریں کیجئے۔ بادشاہ بھی بصد ذوق و شوق دیکھنے کے مشتاق تھے بفور پہنچے اور قلعہ میں چوبیسویں ربیع الاول ۱۰۵۸ھ میں داخل ہوئے۔ آراستگی باغ اور دلچسپی

مکانات سے ہر ایک کو عالم حیرت تھا۔ نہر کے بہنے اور فواروں کے چھوٹنے سے اور ہی عالم دکھائی دیتا تھا۔ یہ قلعہ آٹھ برس کے عرصہ میں باوصف اسقدر سعی و اہتمام کے بنا ہے کہتے ہیں کہ پچاس لاکھ روپیہ اس قلعہ کی عمارت۔ اور پچاس لاکھ قلعہ کے مکانات کی عمارت میں خرچ ہوا ہے۔ اور قلعہ کے چار دروازے اور دو کھڑکیاں اور اکیس برج ہیں اکیس برجوں میں سے سات برج مدور اور چودہ مثمن ہیں۔ اور چار دیواری کا محیط کہ مثمن بغدادی ہے۔ ہزار گز کا طول اور چھ سو درعہ کا عرض اور پچیس گز کا ارتفاع کنگرہ سے خاکریز تک رکھتا ہے اور بنیاد اسکی گیارہ گز کی ہے۔ اور قلعہ میں زمین چھ لاکھ گز ہے۔

اِس قلعہ کے ضلع شرقی کی بلندی جو جانب دریا ہے بارہ گز کی ہے۔ اور ازبسکہ دریائے جمن اس قلعہ کے ضلع شرقی سے متصل ہے۔ خندق پچیس گز کی چوڑی اور دس گز کی عمیق اور اضلاع میں اس قلعہ کے کھودکر نہر کا پانی اُس میں ڈالا تھا۔ اور وہ پانی دریائے جمن میں جاتا تھا۔ اور اس خندق کا تین ہزار چھ سو گز کا طول ہے۔ سب بارہ برج بلندی سے خاکریز تک سنگ سرخ سے بنے ہوئے ہیں۔ اور سب عمارتیں دولت خانہ کی مثلاً عمارت برج شمالی۔ اور باغ حیات بخش۔ اور حمام۔ اور محل شاہی مشہور بہ ایوان خاص اور آرامگاہ مقدس۔ اور برج طلائی۔ اور امتیاز محل۔ اور وہ عمارت جو قرینہ سے خوابگاہ اقدس اور آرامگاہ محل خاص اور عمارتیں جو محل ملکہ دوراں سے متعلق تھیں۔ اور وہ برج جو برج شمالی کا قرینہ اور ایک رستہ میں بترتیب واقعہ تھے۔ اِس ضلع میں ایسی طرح بنائے تھے کہ مشرق کی طرف دریا اور مغرب کی طرف سے باغ۔ اور ایک نہر مسمّی بہ نہر بہشت چار گز کے عرض کی شمال کی طرف سے آکر ان عمارات کے بیچ میں سے گذر کر جنوب کیطرف جاتی تھی۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے بسبیل اجمال ہے اب بعض چیزوں کا مفصل حال لکھا جاتا ہے

دروازہ جنوبی قلعہ معلی

یہ دروازہ ہے رفیع الشان سر سے پاؤں تک سنگ سرخ کا اور جابجا منقابت

مقامات مناسب پر سنگ مرمر کی پچی کاری ہوئی ہے۔ لداؤ اس دروازہ کا بہت اونچا ہے اور طاق نہایت خوشنما۔ اِس دروازہ کو قلعہ کا دہلی دروازہ بھی کہتے ہیں۔ اور اکبری دروازہ بھی کہتے ہیں۔ اور ہتیا پول بھی کہتے ہیں۔ مگر عالمگیر اورنگزیب نے جو ہاتھی کہ مصنوعی بنے تھے تُڑوا دیا تھا۔ اور اس دروازے کے آگے ایک چوک دیگر گھونگٹ دار کر دیا ہے۔ اور محمد اکبر ثانی کے وقت میں اس پر یہ کتبہ لگا دیا گیا ہے شعر جلوس والا سنہ ۱۲۲۶ھ مطابق سنہ ۱۸۱۱ء در عہد شاہ جم جاہ اکبر شاہ پادشاہ پل فیض منزل تغیر یافت۔

لاہوری دروازہ قلعہ معلی

یہ دروازہ بھی بہت وسیع ہے اسکے صانع نے عجب عجب طرح کے طلسمات اور انواع انواع کے عجائبات بنائے ہیں۔ یعنی اس کا لداؤ ایسا مرتفع ہے کہ سقف فلک کے مانند دکھائی دیتا ہے۔ اور اس لداؤ میں عجب عجب طرح سے لہریں اور موڑ توڑ بنائے ہیں کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اِس بلندی وارتفاع پر طولانی بہت ہے اور اس چھتہ کے دونوں طرف مکانات دلکشا اور ایوانہائے فرحت افزا بنے ہوئے ہیں اور سرتاسر دو منزلے مکان ہیں۔ اور بیچ میں ایک چوک بنا ہے اور اسکی چھت روشنی کے لئے نہیں پاٹی۔ اِس چھتہ کو شاہجہاں کے وقت میں بازار مسقف کہا کرتے تھے۔ اِس چھتہ کے آگے لاہوری دروازہ ہے اور نگزیب عالمگیر نے اس دروازے کے آگے بھی گھونگس بنا دیا ہے۔ کیونکہ اس دروازے میں سے بلکہ دیوان عام سے تمام چاندنی چوک اور فتحپوری تک نظر جاتی تھی۔ امرائے بادشاہی کو مسجد کے پاس سے اتر نا پڑتا تھا اور پیادہ دربار میں آنا ہوتا تھا۔ اسکے آگے بھی خندق تھی — اور تختہ لگا ہوا تھا۔ اور حضرت اکبر شاہ بادشاہ ثانی کے وقت میں اس کے آگے بھی پل بنا دیا ہے۔ اور اسکو بھی کتبہ سے مزین کیا ہے۔

نقار خانہ

اِس چوک کے غربی ضلع میں بہت بڑا دروازہ ہے کہ آسمان سے باتیں کرتا ہے اور اِس دروازہ میں سے دیوانِ عام میں جانے کا رستہ ہے اور اس دروازہ پر دالان دلکشا و مکانات فرحت بخش بنے ہوئے ہیں - اِن مکانوں میں نقار خانہ بادشاہی تھا اور دن رات اپنے معمول پر نوبت بجتی تھی - کہ اُسکی آواز سے غم و الم کا دنیا میں نام و نشان نہیں رہتا تھا اور فرحت و شادمانی سے وحوش و طیور - چرند و پرند و انس و جن اُسکی آواز سے مست ہوتے تھے اور خوشی و خرمی حاصل کرتے تھے - اِسکی آواز دشمنوں کی جان کا وبال تھا کہ ہیبت سے اُنکا پتا پانی ہوتا تھا اور دہشت سے اُنکا جی نکلتا تھا - یہ عمارت تمام سنگ سرخ کی تھی - بیچ میں دروازۂ کلان تھے اور ادھر اُدھر دو منزلے دو حجرے تھے کہ اُنکے آگے بھی محرابیں بنادی تھیں اور اُنکے اِدھر اُدھر سیڑھیاں اُوپر جانے کو بنی ہوئی تھیں - اُسکے اوپر پنج درہ دالان ہے کہ دونوں طرف اُس کے در نمودار ہیں - اِس دالان میں نوبت کا کارخانہ تھا اور نوبت شاہی بجتی تھی اور اسی سبب سے نقار خانہ کہلاتا تھا - اِسکے چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں بہت خوبصورت خوشنما کہ اُنکے سبب سے عجب رونق اِس مکان کو حاصل تھی -

دیوان عام

یہ ایک نقار خانہ کے آگے بڑا چوک ہے اور اس میں دیوان عام بنا ہوا ہے - یہ مکان بھی عجیب و غریب ہے - اور جب کبھی دربار عام ہوتا تھا تو بادشاہ اس مقام میں دربار فرمایا کرتے تھے - اِس مکان میں جانب مشرق تو نو در کا نوگہا دالان بنا ہوا ہے کہ سب در اُسکے ملکر ستائیس ہوئے - اور ہر ہر دالان کی بغل میں ایک در ہے کہ تین در ایک طرف کے چھ در ہے - اِس دالان عظیم الشان کا طول ستر گز کا او عرض چوبیس گز کا ہے

ہر ہر درجہ میں ستون لگائے ہیں۔ اور اُس پچہ راہیں نہایت خوبصورت بنائی ہیں۔
اگرچہ یہ سارا دالان مع چھت کے سنگ سُرخ کا بنا ہوا ہے۔ لیکن اِس پر خوب سفیدی کرکے تمام سونے کا کام کیا تھا۔ اور سنگ مرمر سا عالم بنا دیا تھا۔ اور باہر کے درون میں سنگ مرمر کا کٹہرا لگا ہوا ہے۔ اور اُس پر سنہری قبہ اور کلسیاں بنی ہوئی تہیں کہ اب اُن کلسیوں کا نام بھی نہ رہا۔ مگر کٹہرا برائے نام باقی ہے۔
یہ دالان ایک چبوترے پر واقع ہے کہ اس چبوترے کا طول ایک سو چار گز کا ہے اور اسکے گرد سنگ سرخ کا قد آدم کٹہرا لگا ہوا ہے۔ اور اس پر سنہری کلسیاں تہیں اب نہیں رہیں۔ کٹہرا بھی بالکل مسمار ہو گیا تھا۔ مگر سنہ احد جلوس بہادر شاہ میں یہ کٹہرا از سر نو مرتب ہوا۔ اور اس کٹہرے کے آگے بہت وسیع صحن ہے۔ طول اِس صحن کا دو سو چار گز کا اور عرض ساٹھ گز کا ہے۔ اور اس صحن کے گرداگرد والا نہایت دلکشا اور نشیمن جاے روح افزا بنے ہوئے تھے۔ اِسکے جانب جنوب کو ایک دروازہ تھا کہ اُس طرف سے محلات اور مکانات شاہی کو رستہ جاتا تھا۔ اور جانب شمال بھی ایک دروازہ تھا کہ جس میں سے خانسامانی اور باغ کی طرف راستہ نکلتا تھا۔ اور جانب غرب جو دروازہ تھا اس پر نقار خانہ تھا۔ اِن دالانوں میں اندر کے دالان کے بیچ میں ایک نشیمن سلطانی بنی ہوئی تھی کہ اُسکو تخت شاہی اور نشیمن ظل الٰہی کہتے تھے۔
یہ نشیمن عجیب عمارت تھی چشم فلک نے بھی اس جیسی دوسری عمارت نہ دیکھی ہوگی۔ یہ نشیمن کرسی دار بنایا ہے تمام سنگ مرمر کا بنگلہ کے طور پر چار گز مربعہ ہیں۔ اور اُس پر چار ستون۔ جس پر بنگلہ سنگ مرمر کا بنا تھا۔ اور اُسکے پیچھے ایک پیش طاق ہے۔ سات گز لنبا اور ڈہائی گز کا چوڑا تمام سنگ مرمر کا۔ اور اُس نشیمن اور پیش طاق میں طرح طرح کے رنگین اور بیش قیمت پتھر لگائے ہیں۔ اور منبت کاری اور پچی کاری سازی سے طرح طرح کے بیل بوٹے تراشے تھے دیکھنے والا حیران رہ جاتا تھا۔ اور پیش طاق میں بھی طرح طرح کے رنگین پتھر لگائے تھے اور اب خالی مصالح زنگار رنگ سے مزین کیا ہے۔ اور عجیب عجیب

جانوروں کی صورتیں اُس پر بنائی ہیں۔ اُس پیش طاق کے پیچھے مکان ہے۔ اُس میں دروازے لگے ہوئے ہیں۔ جب کبھی دربار ہوتا تھا۔ بادشاہ اُس طرف سے تشریف لاتے اور اس تختِ سنگین نشیمن پر رونق افروز ہوتے۔ اور تمام اُمرا اور وکلائے بادشاہاں ہاتھ باندھ کے تخت کے آگے حاضر رہتے۔

اِس تخت کی کُرسی آدمی کے سر سے بھی اونچی ہے۔ اِس واسطے اِس تخت کے آگے سنگ مرمر کی بہت خوبصورت ایک چوکی رکھی تھی۔ اور اس میں بھی طرح طرح کی پرچین سازی کی گئی ہے۔ جب کبھی کسی مقربِ خاص کو کچھ عرض کرنا ہوتا تھا تو اجازت حاصل کرکے اِس پر قدم رکھتا۔ اور پایہ تخت کو بوسہ دیکر اور آداب بجا لاکر کچھ عرض کرتا تھا اور سنگ مرمر اور سنگ سرخ کے کٹہرہ کے پاس جمیع امرا و افسران فوج اپنے اپنے درجے کے موافق ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے تھے۔

بارت ہوئی یہ دربار موقوف ہوگیا تھا۔ بعہد بہادر شاہ بادشاہ بھی موقوف تھا۔ اور یہ مکان جس میں بڑے بڑے بادشاہوں کے وکیلوں کو قدم رکھنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ ویران پڑا ہوا تھا۔ اور بادشاہی سپاہی پڑے رہتے تھے۔ اب اِس وقت میں عام لوگ جا سکتے ہیں۔ صرف قلعہ میں جانے کا ٹکٹ لینا ہوتا ہے جو دو آنے میں ملتا ہے۔

دیوان خاص

یہ عمارت متصل ہے خوابگاہ کے شمال کو۔ ڈیڑھ گز اونچا چبوترہ۔ اسّی گز لنبا اور چھیالیس گز چوڑا۔ اُسکے بیچوں بیچ میں دیوان خاص کی عمارت ہے۔ چونتیس گز کی لنبی اور چھیالیس گز کی چوڑی۔ سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کی ایسا سنگ مرمر کہ سپیدہ صبح اُس کے سامنے شب دیجور ہے۔ اور نہر بہشت اسکے بیچ میں چار گز کے عرض سے نہر بہشت بہتی تھی۔ اِس عمارت کے بیچوں بیچ میں پایہ نما ستون بناکر۔ اٹھارہ گز کے طول اور دس گز کے عرض سے مکان بنوا لیا ہے۔ اور اُس کے بیچوں بیچ میں ایک چبوترہ ہے اُس چبوترے پر مشہور

تخت طاؤس رکھا جاتا تھا۔ اُس پر حضور والا اجلاس کے گرد پایہ نما ستون لگا کر مکان ہوا ہے۔ در و دیوار سب سنگ مرمر کا ہے۔ اور اس میں اجارہ تک عقیق سے پچی کاری کی ہے۔ اور بیل بوٹے پھول پتے بنائے ہیں کہ اُسے الٰہی یاد آتی ہے۔ اور اب بھی جو رنگ آمیزی سے مرصع کیا ہے قدرت الٰہی کا مر معلوم ہوتا ہے۔ اور اجارہ سے چھت تک سونے کا کام کیا ہوا ہے اور اس قدر زیادتی سے سونے سے کام کیا ہے کہ گویا سونے کے پانی سے لیپ دیا ہے۔ اندر کے رخ محرابوں کے اوپر سونے کے پانی سے یہ شعر لکھا ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است ہمین است

یہ عمارت جانبِ شرق سے مشرف بدریائے جمنا ہے اور اس طرف کے دروں میں جالیاں لگا کر آئینہ بندی کی ہے۔ اور جانبِ غرب اس کا صحن ہے ستر گز سے ساٹھ گز کا اور اس صحن کے گرد مکانات اور ایوانہائے سنگ سرخ سے بنے ہوئے ہیں۔ جانبِ غرب اِس صحن کے دروازہ تھا کہ دیوان عام سے اُس میں رستہ آتا تھا اور اِس دروازے کے آگے لال پردہ تنا رہتا تھا۔ اور سب اُمرا بوقت دربار کے اِس لال پردہ کے پاس سے آداب و تسلیمات بجالاتے تھے اور جانب شمال رستہ تھا حیات بخش باغ کا اور جانبِ جنوب ڈیوڑھی محلات شاہی کی اور اُسکے بیچ کے در کے سامنے صحن کی طرف ایک کٹہرہ ہے سنگ مرمر کا اُسکو چوگھنڈی دیوان خاص کہا کرتے ہیں غرضکہ یہ عمارت بھی عجائب روزگار سے ہے۔ دیوان خاص کی چھت بھی نری چاندی کی تھی۔ مگر مرہٹوں اور جاٹ گردی میں اُکھاڑ لی گئی۔

تسبیح خانہ

یہ بھی ایک چبوترہ پر عمارت بنی ہوئی تھی جانب جنوب کہ عقب تھا خوابگاہ معلی کا

ایک والان [illegible] بنا ہوا ہے اور وہ تسبیح خانہ کرکے مشہور ہے کبھی کبھی جب خلوت کرنی منظور ہوتی تھی یا دربار اُمرائے مخصوص کا ہوتا تھا حضور والا یہاں بھی اجلاس فرمایا کرتے تھے اس دالان کی دیوار پر بیچوں بیچ میں سنگ مرمر کی میزان بنی ہوئی ہے اور اُس پر میزان عدل لکھا ہوا ہے اور بہت سا سنہری کام کیا ہوا ہے۔ کیا اچھے خیال کا وہ صناع تھا جنے اِس مقام پر میزان عدل بنائی ہے کہ بروقت عبادت کے بادشاہ اسکو دیکھے اور یاد کرے کہ قیامت کے دن میزان عدل الٰہی کھڑی ہوگی۔ وہاں بادشاہ اور غریب سب برابر ہونگے اور سب کے اعمال تولے جاوینگے۔ اسی طرح بادشاہ کو بھی لازم ہے کہ انصاف سے کام کرے اور ہر حکم کو میزان عدالت میں جانچکر حکم دے۔ اسی تسبیح خانہ میں سے خوابگاہ کا رستہ ہے کہ وہ خاصی ڈیوڑھی کہلاتی ہے۔

عقب حمام

جانب جنوب اس عمارت کے حمام ہے کہ روئے زمین پر اپنا نظیر نہیں رکھتا اور اس طرف کے جو مکانات ہیں وہ عقب حمام کہلاتے ہیں۔ چنانچہ اب ہم ان مقامات حمام کا حال لکھتے ہیں۔ اسکے تین درجہ ہیں۔

درجہ اول مسمیٰ بہ جامہ کن۔ یہ درجہ حقیقت میں کپڑے اُتارنے کی جگہ ہے کہ پہلے اِس درجہ میں گئے یا نہانے کے بعد بیٹھے اور کپڑے پہنے اور کچھ کھایا۔ اگرچہ اس درجہ کی عمارت بھی خوب ہے اور کمرے کی طرح پر اسکے درجے بنے ہوئے ہیں اور اجارہ تک نرا سنگ مرمر کا ہے اور پرچین کاری کا کام کیا ہوا ہے۔ اور جانب مشرق میں جالیاں لگاکر آئینہ بندی کی ہے کہ اُس میں سے دریا اور سبزہ اور جنگل کی کیفیت دکھائی دیتی ہے مگر یہ صرف کپڑے اُتارنے یا پہننے کی جگہ ہے۔ اور بعضے لوگ اِس درجہ ہی کو عقب حمام بولتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔

درجہ دوم مسمیٰ بہ سرد خانہ۔ یہ درجہ عجیب و غریب ہے کہ اس کا نظیر ہم نے کسی [illegible]

بھی نہ دیکھا ہوگا۔ اِس درجہ میں جانب شمال کو ایک شہ نشین ہے سر سے پانوں تک
سنگ مرمر کی نہایت منبت کار اور پرچیں ساز اور پچی کار اور اسکے آگے ایک درجہ ہے
مربعہ سنگ مرمر کا۔ اور اسکے فرش سے لیکر چھت تک عجیب عجیب رنگ کے پتھر سے
پچی کاری کی ہوئی ہے اور طرح طرح کے بیل بوٹے بنائے ہیں۔ اِس درجہ کے فرش کی
پچی کاری ایسی خوب ہے کہ اس کا بیان ممکن نہیں غور کر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
ہزارہا قالین ایرانی اس کی گلکاری کے آگے ہیچ ہیں اور بے رونق۔ اور اسکے بیچ میں
ایک حوض ہے مربعہ اِسی طرح کا پرچین کار اور اُس کے چاروں کونوں پہ چار فوارے ہیں
سنہری کہ وہ چھوٹا کرتے تھے اور اُن فواروں کو اِس طرح منحرف لگایا ہے کہ چاروں فواروں
کی دھار ملکر حوض کے بیچ میں گرتی ہے۔ اور گرد اسکے دیوار سے ملی ہوئی ایک نہر جدول کے
طور پر ایک گز کے عرض سے جاری ہے۔ غرض کہ اِس لطافت اور نفاست سے کوئی مکان
نہیں۔ علاوہ اسکے اِس درجہ میں یہ خوبی ہے کہ اگر چاہیں تو یہ درجہ سرد رہے اور نہر اور حوض
میں بھی پانی سرد جاری رہے اور چاہیں تو اسکو بھی گرم کر لیں کہ فرش سے لیکر چھت تک
گرم ہو جائے اور فوارے گرم ہی چھوٹیں۔ اور نہر بھی گرم ہی پانی کی بہے۔ اُسوقت میں بجلی نہ تھی
درجہ سوم مسمی بہ گرم خانہ۔ اسکے جانب غرب میں حوض آب گرم کے بنے ہوئے ہیں
اور بڑے سنگ مرمر کے ہیں۔ اِس حمام میں سوا سو من لکڑیوں کا لقمہ دیا جاتا تھا اور اسکے
آگے ایک مربعہ درجہ ہے اور اسکے بیچوں بیچ میں سنگ مرمر کا چبوترہ ہے کہ اُس پر بیٹھکر
نہایا کرتے تھے۔ اور جانب شمال بدستور دوسرے درجے کے شہ نشین بنی ہوئی ہے۔ اور
اُس شہ نشین پر ایک بہت بڑا مستطیل حوض ہے اور اُس میں بھی یہ خوبی ہے کہ چاہیں
اُسکو گرم پانی سے بھریں خواہ سرد پانی سے۔ اِس درجہ کا بھی فرش اور چبوترہ اور حوض اور
دیواریں اجارہ تک بالکل منبت کار ہیں۔ اور طرح بطرح کے رنگین اور بیش قیمت پتھر اس میں
جڑے ہوئے ہیں اور ایسے پھول اور بیلیں بنائی ہیں کہ اس گلکاری کے سبب باغ کا سا
عالم دکھائی دیتا ہے۔ صفائی اسکی بیان سے باہر ہے اور یہ شعر بعینہ اسی مقام پر صادق آتا ہے

رہی صفائے عمارت کہ در تماشائش بدیدہ بازنگرد و نگاہ از دیوار

جھروکہ اور پہلے درشنی اس کا نام تھا

یہ ایک مکان تھا کہ اس میں جانب دریا رہتی ہیں جو کچھ تماشا وغیرہ حضور کو دیکھنا ہوتا تھا اس میں بیٹھ کر دیکھتے تھے۔ اگرچہ یہ اس لئے نہیں بنا گیا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ جلال الدین اکبر کے وقت میں یہ جھروکہ وضع ہوئے ہیں۔ اور ان کا نام درشنی تھا۔ اور بعضے لوگ جو ہندو تھے اور بندگان خاص اکبری کہلاتے تھے ان کا یہ قاعدہ تھا کہ جبتک بادشاہ کی صورت نہ دیکھ لیتے تھے اور بادشاہ کو ڈنڈوت نہ کر لیتے تھے بات تک نہ کرتے تھے۔ اسواسطے بادشاہ ہر روز صبح کے وقت درشنی میں جاکر جلوہ افروز ہوتے تھے اور ان بندگان خاص کو اپنا درشن دکھاتے تھے۔

غالباً یہ طریقہ عالمگیر کے وقت سے موقوف ہو گیا ہوگا۔ کیونکہ وہ مطیع شریعت اسلام تھا۔ جب یہ طریقہ موقوف ہوا اس وقت سے اس کا نام جھروکہ رکھا گیا۔ اور سیر و تماشا گاہ مقرر ہوئی۔

ہیرا محل

عقب حمام کے جانب شمال یہ محل تھا وراس میں اور حمام میں صحن چھوٹا ہوا تھا۔ اور اس صحن میں چار گز کے عرض کی ایک نہر خوبصورت پیچ کے بنی ہوئی ہے یہ سب سنگ مرمر کی تھی اور یہ وہی نہر ہے جس کا نام نہر بہشت تھا اور دیوان خاص اور رنگ محل میں جاری تھی۔ اس صحن کے بیچ میں نہر کے کنارے پر ایک بارہ دری بڑی سنگ مرمر کی بنائی تھی اور اسکی چھت کے چاروں کونوں پر چار چھوٹی چھوٹی چھ کھنڈیاں بنائی تھیں۔ اور انکی برجیاں سنہری تھیں یہ محل بھی نرا سنگ مرمر کا تھا۔ اور بہت نازک اور خوبصورت بنا تھا۔ یہ محل قدیم نہیں تھا۔ بلکہ دہلی کے اخیر بادشاہ حضرت ابوظفر سراج الدین محمد

بہادر شاہ بادشاہ مرحوم نے بنایا تھا ۔ صفائی اور نفاست اسکی حد سے زیادہ اور خوبصورتی وخوشنمائی اسکی بیان سے باہر ہے ۔ اس صحن میں جو نہر جاری تھی وہ بہت خوشنما تھی اور اس طرح سے مار پیچ سے بنائی تھی کہ اس کا بیان نہیں ہو سکتا ۔ اس زمانہ میں اس نہر میں سنہری روپہلی چوبیس فوارے نصب تھے اور ہمیشہ چھوٹا کرتے تھے مگر اب نہر ٹوٹی پھوٹی باقی رہ گئی ہے لیکن فواروں کا نام نہیں رہا ۔ اپنا لہو آپ پیتے ہیں اور خاموش ہو گئے ہیں ۔

موتی محل

یہ ایک محل ہے سنگ سرخ کا اور اسکو سنگ پٹھائی سے سفید کرکے رنگا میزی اور طلا کاری کے گل بوٹے بنائے تھے ۔ اس میں ایک درجہ تھا ۔ بارہ گز کا لنبا اور آٹھ گز کا چوڑا اور ہر ایک شاہ نشین کے پیچھے ایک ایک درجہ تھا آٹھ گز کا لنبا اور پانچ گز کا چوڑا ۔ اور ایوان میں رفیع پانچ پانچ درکے کہ جانب مشرق سے مشرف بدریا تھے اور جانب غرب سے مشرف بباغ حیات بخش ۔ اور ہر ایک ایوان کا طول تیس گز کا اور عرض ساڑھے گز کا تھا ۔ اندر کی عمارت میں اجارہ تک سنگ مرمر لگا ہوا تھا ۔ اور باقی سنگ سرخ کا تھا اور اسکو سنگ پٹھائی سے سفید کیا تھا ۔ اور اس میں ایک حوض اور نہر تھی اس میں سے ایک چادر دو گز کے عرض سے جانب غرب سے جانب باغ حیات بخش ایک حوض میں پڑتی تھی کہ وہ حوض بھی عجائب روزگار سے تھا ۔ چنانچہ اب ہم اس حوض کا بیان لکھتے ہیں

بیان حوض

یہ حوض ایک ٹکڑے سنگ مرمر کا بے جوڑ ہے کہ اتنا بڑا پتھر اور ایسا بڑا بے جوڑ حوض روئے زمین پر نہو گا ۔ حقیقت اسکی یہ ہے کہ یہ پتھر اتنا بڑا بے جرم مکرانہ کی کان میں سے نکلا جو کہ صفائی اور شفافی میں بے نظیر تھا ۔ اس واسطے بموجب حکم معلی کے اس کا حوض

بنایا گیا کہ چار گز کا مربع اور ڈیڑھ گز کا عمیق پایہ دار بنا کہ تمام حوض معہ پایوں کے ایک پتھر کا ہے۔ بعد تیار ہونے اس حوض کے مکرانہ سے کہ دار الخلافہ سے دو سو کوس بادشاہی کی مسافت رکھتا ہے باحتیاط لائے اور اس مقام پر لا کر رکھا یا کہ اس موتی کے محل کے جانب جنوب اور جانب شمال بھی مکانات تھے جو رفتہ رفتہ منہدم ہو گئے اس حوض میں کچھ نقصان بھی آ گیا تھا۔ اور بہادر شاہ نے اس محل کے نیچے ایک چھوٹا سا تہ خانہ بنوایا تھا اور اکثر اس میں اور اس محل میں آرام فرمایا کرتے تھے۔

غرضکہ یہ مکان بھی بہت نامی اور بہت ہی نفیس تھا۔

باغ حیات بخش

یہ باغ خدا کی قدرت کا ایک نمونہ ہے۔ اسکے دیکھنے سے دل کو فرحت تازہ اور جان کو نشاط بے اندازہ حاصل ہوتا تھا۔ اس کے دیکھنے سے نقشۂ بہشت بریں کا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا۔ ہر درخت اس کا رشک قامت حور۔ اور ہر گل اس کا غیرت رخسار۔ اسکی سمن کے آگے بناگوش یار خجل۔ اور اسکے بنفشہ کے سامنے زلف خوبان منفعل۔ اس باغ کے بیچوں بیچ میں ایک حوض کلاں تھا اور حوض کے چاروں طرف سنگ سرخ کی نہریں چھ گز کے عرض سے جاری تھیں۔ اور ہر نہر میں تیس تیس فوارے چاندی کے چھوٹتے تھے۔ اور روشوں میں نہر ہی کا پانی آتا تھا۔ اور گلہائے معطر اور درختان گلشن کی تازگی کا باعث ہوتا تھا۔ اور حوض کے دو جانب میں دو مکان واقع تھے کہ ان کو ساون۔ بھادوں کہتے ہیں۔ ان دونوں مکانوں کا حال آگے ہم بتفصیل لکھتے ہیں۔ طول اس باغ کا دو سو پچاس گز اور عرض ایک سو پچاس گز تھا۔ الغرض ایک کیفیت سرو گل اور آب جاری اور ہوائے ملائم اور صحن دلکشا کی قابل بیان کے نہیں تھا ؂

صد ہزاران گل شگفتہ درو	سبزہ بیدار و آب خفتہ درو

غرض وہ کیفیت ہے کہ انسان وجد میں آ کر بے خود ہو جاتا ہے۔

بھادوں

اِس باغ میں جانب جنوب ایک مکان ہے سنگ مرمر کا بہت نفیس و لطیف اُس کو بھادوں کہتے ہیں۔ چہرہ اس کا یہ ہے کہ ایک چبوترہ کرسی دیکر بنایا ہے اور اُس پر سولہ ستون لگاکر ایک ایوان دلکشا تعمیر کیا ہے مشتمل او پر دو ایوان کے جانب شرق و غرب اور دو بنگلہ ہیں آگے اور پیچھے کہ ان دو ستونوں کے سبب بیچ میں ایک چوکھنڈی بن گئی ہے اور اُس میں ایک حوض سنگ مرمر کا چار گز بنا ہوا طسو کا مربع اور ڈیڑھ گز کا گہرا اس مکان میں نہر بہشت سے نہر آتی ہے اور حوض میں چادر بن کر پڑتی ہے۔ اور نہر اس میں سے نکلکر آگے جاتی ہے اور ایک اور چادر چھوٹتی ہے اور نہر میں پڑتی ہے۔ یہ عمارت بھی بہت نادر ہے اور اس میں پانی کا پڑنا اور چادر کا چھوٹنا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا بھادوں کا مینہ برستا ہے اور اسی سبب سے اِس مکان کا بھادوں نام رکھا ہے۔ اب اُس مکان میں پانی آنے کا اور چادریں چھوٹنے کا رستہ بالکل بند ہو گیا ہے۔ اس مکان کے عرض اور چادروں میں محرابی چھوٹے چھوٹے طاق بنا دیئے ہیں کہ دن کو ان میں گلدانہائے زرّیں رکھے جاتے تھے اور رات کو شمع ہائے کافوری روشن ہوا کرتی تھیں۔ کہ اس کے اوپر سے پانی کی چادریں پڑتی تھیں۔ اور اندر سے اُن پھولوں کی خوشنمائی اور چراغوں کی روشنی عجب عالم دکھاتی تھی۔ اِسکی چھت کے چاروں کونوں پر بھی چار برجیاں چوکھنڈی کی سنہری بنی ہوئی ہیں عجب دلکش مقام ہے۔

حوض باغ حیات بخش

ایسا ایک باغ تھا اسکے بیچوں بیچ میں یہ ایک حوض تھا کہ چشمۂ خضر اسکے آب زلال کا تشنہ تھا عرض و طول اس کا ساٹھ گز سے ساٹھ گز کا تھا۔ اور اسکے بیچ میں انچاس فوارے چاندی کے لگے ہوئے تھے اور ہر دم چھوٹا کرتے تھے۔ اور [illegible] فواروں کے گرد اگرد اس حوض کے

ایک سوبارہ فوارے چاندی کے مائل بحوض بنے اور وہی مدام چھوٹا کرتے تھے۔ اب ان فواروں کا نام ونشان نہیں رہا مگر ہر جگہ چھید باقی رہ گئے ہیں جو پتہ دیتے ہیں کہ یہاں فوارے تھے
دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا اب جس جگہ کہ داغ ہے یاں پہلے درد تھا

ظفر محل

اپنے عہد سلطنت میں اس حوض کے بیچوں بیچ میں حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ دہلی نے ظفر محل بنایا تھا سر سے پاؤں تک سنگ سرخ کا۔ اسکے بیچوں بیچ ایک درجہ ہے اور اسکے چاروں طرف غلام گردش کے طور پر مکان اور کونوں پر حجرہ اور چاروں طرف ملحوں میں نشیمن ہیں۔ اور ایک طرف اس مکان میں آنے جانے کا پل بنا ہوا تھا۔ غرضکہ یہ مکان جا بجا بھی بہت تحفہ ہے۔

ساون

اسی باغ میں جانب شمال یہ عمارت ہے۔ نری سنگ مرمر کی۔ نہایت نفیس اور بہت تحفہ کہ اسکی لطافت ونفاست حد بیان سے باہر ہے۔ اور چہرہ اس کا بعینہٖ مثل چہرہ بھادوں کے ہے۔ بال برابر بھی فرق نہیں۔ اور اسی طرح اس میں بھی چادر بنی ہوئی ہے۔ اور حوض بھی بنا ہے اور اسی طرح گلدان اور چراغدان رکھنے کو محرابی طاق بنائے ہیں۔ اور اس سبب سے کہ اس مکان میں پانی کی آمد اور چادر کا پڑنا۔ اور زور شور سے پانی کا بہنا ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے ساون کا مہینہ۔ اس واسطے اس عمارت کا نام ساون رکھا تھا۔

برج شمالی معروف بہ شاہ برج

یہ برج بھی عجائب روزگار تھا۔ کہ ایسا برج نہ دیکھا نہ سنا۔ قطر اس برج کا سو گز کا اور اسکی عمارت تین طبقہ پر تھی۔ پہلے طبقہ کو زمین سے بارہ گز کرسی دیکر بنایا تھا اور اسکی

چھت اندر سے گول اور اوپر سے مسطح ہے یہ عمارت تمام سنگین ہے۔ اجارہ تک تو سنگ مرمر
سے بنی ہوئی ہے اور اُس میں احجار رنگین سے پچی کاری کی ہوئی ہے۔ اور اجارہ سے چھت
تک سنگ پٹھانی سے سفیدہ کرکے سنہری بیل بوٹے گل اور پتے بنائے ہیں۔ یہ برج مثمن تھی
اور اس کا قطر آٹھ گز کا تھی اور اس میں چار طاق اور دو شہ نشین نیم مثمن مشرف بدریا بنائی تھیں
اور اسکی سوکار سنگ مرمر کی تھی۔ طول و عرض طاق شمالی اور مشرقی کا چار گز کا تھا۔
اور غربی و جنوبی طاقوں کا طول چار گز اور عرض تین گز کا ہے اور مثمن درجوں کے بیچ میں ایک
حوض ہے تین گز کے قطر کا نہایت دلربا اور بغایت خوش قطع اور اسکی منبت کاری دیکھ کر
عقل حیران رہ جاتی ہے اور صنعت الٰہی یاد آتی ہے۔ اور غربی طاق میں ایک آبشار تھا۔
اور چھوٹے چھوٹے طاق محراب دار بنائے ہیں کہ ان میں دن کو پھول اور رات کو چراغ
رکھا کرتے اس آبشار کے آگے ایک حوض تھا سنگ مرمر کا ساڑھے تین گز کے طول۔
اور ڈھائی گز کے عرض سے اور اس حوض سے مشرقی طاق کے کنارے تک ایک نہر تھی۔
ڈیڑھ گز کے عرض سے نری سنگ مرمر کی بہت تحفہ اور پرچین ساز اور منبت کار۔ اور
یہ دونوں حوض بھی نہایت پرچین ساز اور منبت کار تھے۔ اور عقیق و مرجان اور اور پتھر
بیش قیمت جڑے تھے۔ اس نہر میں سے ایک نہر نکل کر غربی طاق کے حوض میں پڑتی تھی
اور اس سے برج کی نہر میں آنکر اور مثمن حوض میں سے ہو کر مشرقی طاق کی طرف بہتی تھی
کہ اسکے نیچے دریا کی طرف ایک آبشار بنی تھی۔ سارے قلعہ میں اسی مقام سے نہر گئی تھی
اور ہر جگہ پانی جانے کے قلبہ اسی برج میں بنے ہوئے تھے۔ اور ہر ہر قلبہ پر نام لکھا تھا
کہ یہ فلانے حوض کا قلبہ ہے اور یہ فلانی نہر کا۔ اور دوسرے درجہ کی عمارت بھی مثمن تھی
نہایت صفائی کے ساتھ آٹھ گز کے قطر سے۔ اور اُسکے آٹھوں ضلعوں پر سر اسر ایوان
تھا جو بیس ستونوں کا۔ اور تیسرے درجہ کی عمارت ایک نشیمن ہے گنبدی آٹھ ستونوں
پر اور اس کا برج سنگ مرمر کا اور کلس سنہری تھا۔ غرض کہ یہ عمارت عجائب روزگار
سے تھی اور نہایت فرحت افزا تھی ‡

مہتاب باغ

حیات بخش باغ کی جانب غرب یہ باغ تھا۔ کہ کسی زمانہ میں بہت نفیس ولطیف تھا۔ مگر اب کچھ اچھا نہیں رہا۔ اس باغ کے بیچ میں ایک بہت بڑی نہر بہت خوشنمائی سے بہتی تھی اور اب حضور والا سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ نے اس نہر کے پاس جانب غرب قطب صاحب کے جھرنہ کے طور پہ جھرنہ بنایا تھا۔ نرا سنگ سرخ کا۔ اور اس سبب سے اس باغ کو اور رونق ہو گئی تھی۔ اور اسی باغ میں ایک درگاہ قائم شریف کی تھی مگر کچھ عمدہ عمارت نہیں تھی *

چوبی مسجد

اس باغ میں آگے بنگلہ دو مکان تھے۔ باورچی خانوں کے۔ اور وہ دونوں مکان چھوٹا خاصہ اور بڑا خاصہ کر کے مشہور تھیں انکے پاس ایک مسجد تھی چوبی۔ احمد شاہ بادشاہ کی وقت کی بنی ہوئی۔ مگر اب بالکل ٹوٹ گئی ہے اور مٹی کا ڈھیر ہو گئی ہے۔ مگر اسکے دروازہ پر یہ کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

بنا کرد مسجد شہ دین پناہ
کہ شد یاورش دولت سرمدی
پر از حسرت اینجا سجود و نیاز
با نوار طاعت سفو و مہتدی
خرد را چیست از سر و رفت پا
چو شد فکر تاریخ را مبتدی
بگفتا سر وش از سر برتری
بہ بیت الشرف مسجد احمدی

قلعۂ معلی کا نظارہ ریتی کی جانب سے

ریتی کی طرف سے دیکھنا اس قلعہ کا ایک کیفیت عجیب اور تماشائے غریب رکھتا تھا کہ ایک طرف تو وہ ریتی دریائے جمن اور دوڑتی ہوئی دریا اور کشتیوں کا سنسان عالم

سے چلنا۔ ملاحوں کا سرود گانا۔ کناروں پر سبزہ کا لہرانا۔ اور آنکھوں کو شادابی پہنچانا۔ اور دل کو فرحت اور مسرت بخشنا۔ فضا کا دور تک نظر آنا۔ آنکھوں کو قوت اور دماغ کو طاقت دیتا عجیب منظر پیش کرتا تھا۔ دوسری طرف فصیل اور برجوں کا ایک قطار میں نظر آنا۔ طلائی کلسوں کا جگمگانا۔ دریا میں اس کا عکس پڑنا اور موجوں سے برجوں اور فصیل کے سایوں کا تھرتھرانا۔ قدرت کی نیرنگیوں کا فرحت بخش اور پُر رعب نظارہ آنکھوں کے آگے ظاہر کرتا تھا۔ سورج کی کرنوں سے برجوں کا پانی میں عکس اور کلسوں کے چمکار سے تماشائیوں کی نظروں کو خیرہ کرتے تھے۔ اور نظروں کو تاب نہ تھی کہ اُن پر قائم ہو سکیں۔ بوقت شام پانی کے بہنے کی آواز اور درختانِ زیرِ قلعہ پر کہ بہت گھن سے واقع ہوئے ہیں طرح طرح کے پرندوں کا بسیرا لینا اور آپس میں ملکر چہچہانا اور اپنے اپنے راگ گانا۔ طرح بطرح کی آوازوں اور نغموں کا نکالنا فطرت کے دلدادہ لوگوں کو محوِ حیرت بنا دیتا تھا۔ اور ایک وجد کی روحانی کیفیت طاری کر دیتا تھا۔ ہوا کا دھیمی چال سے ملائم ملائم چلنا دلوں کو شگفتہ دماغ کو شاداب کر دیتا تھا۔ اور عارفوں کو از خود رفتہ کر دیتا تھا۔

افسوس اب یہ نظارۂ جانفزا رخصت ہوا۔ دریائے جمن زیرِ قلعہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہٹ گیا ہے۔ قلعہ کا شاہ برج کا اوپر کا حصہ مسمار کر دیا گیا ہے۔ زیرِ قلعہ سڑکیں نکالی گئی ہیں۔ شام کے وقت بجائے طائرانِ نغمہ سنج قلعہ کی خندقوں میں سے گیدڑ بولتے ہیں۔ اور اُلو پرواز کرتے ہیں۔ فاعتبروا یا اُولوالابصار۔

سلیم گڑھ عرف نور گڑھ

جس پر سے اب ریل جاتی ہے

لال قلعہ کے برابر جانب شمال سلیم گڑھ ہے۔ یہ اسلام شاہ عرف سلیم شاہ کا تعمیر کردہ سنہ جوسنہ ۹۵۳ھ میں بنا تھا۔ خاندان تیموریہ میں اس کا نام نور گڑھ رکھا گیا تھا کیونکہ اس

خاندان کو شیر شاہ اور سلیم شاہ سے ایک گونہ نفرت تھی کہ انہوں نے ہمایوں بادشاہ کو ہندوستان سے نکالکر اپنی سلطنت قائم کرلی تھی۔ اِس لئے عہد مغلیہ میں اس کا نام سلیم گڈھ بدلکر نور گڈھ رکھا گیا۔ یہ نور گڈھ کا قلعہ لال قلعہ سے ایسا متصل ہوگیا ہے کہ حقیقت میں ایک جزو لال قلعہ کا ہوگیا ہے۔

یہ عظیم الشان عمارت دریائے جمن کے بیچ میں بنی ہوئی ہے۔ اور اسلام شاہ کے عہد میں دریا سے اُترکر اس میں جایا کرتے تھے۔ اور اصلی دروازہ اس گڈھ کا جانب جنوب بطرف گھاٹ نگمبود ہے۔ عہد جہانگیر بادشاہ میں اسکے جانب شمال ایک پُل بنا اور اِس طرف بھی دروازہ بنایا گیا۔ جبکہ شاہجہاں نے یہ قلعہ بنایا وہ پل اس قلعہ میں ایسا مل گیا کہ گویا اس قلعہ ہی کے لئے بنایا تھا۔ اور اُس پر دونوں طرف کتبہ لگا ہوا ہے۔ چنانچہ اُسکو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

کتبہ جانب شرق

شد بحکم شاہ نور الدین جہانگیر عظیم		سال و تاریخش مبارک آن صراط المستقیم

کتبہ جانب غرب

بحکم بادشاہ ہفت کشور		شہنشاہ بعدل و داد و تدبیر
جہانگیر ابن شاہنشاہ اکبر		کہ شمشیرش جہان را کرد تسخیر
چو این پل گشت در دہلی مرتب		کہ وصفش را نشاید کرد تحریر
پئے تاریخ اتمامش خرد گفت		پل شاہنشہ دہلی جہانگیر

واضح ہو

کہ ہم نے اِس قلعہ کی پیمایش کا جہاں جہاں ذکر کیا ہے وہ شاہ جہانی گز سے بیان کیا ہے اِس واسطے کہ کتب تواریخ میں اسکی پیمایش شاہجہانی گز سے لکھی ہے۔

ضمیمہ

شہر دہلی اور بیرونجات کے مشہور عمارتوں اور مقاموں کا ذکر

مزار رضیہ سلطانہ بیگم

ایک محلہ بلبلی خانہ کا ہے اِس میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے اُس پر ایک سنگین احاطہ ہے اُس میں دو قبریں ہیں ایک رضیہ سلطانہ بیگم کی اور ایک سجیعہ بیگم کی۔ عوام الناس اسکو رجی سجی کی درگاہ کہتے ہیں۔ شاید یہ مکان کسی زمانہ میں اچھا بنا ہوا۔ مگر اب بالکل شکستہ و خراب ہے۔ قبروں کے تعویذ بھی ثابت نہیں۔ سلطان رضیہ بیگم اپنے وقت کی ہندوستان میں شہنشاہ ہو گئی ہے۔ اور تخت سلطنت کو اُسکی ذات سے رونق حاصل ہو چکی ہے انکا مزار اس قابل نہ تھا کہ اسکو مقابر دہلی کے ذیل میں لیا جاتا مگر چونکہ مشہور ملکہ کا مزار ہے اِس لئے ضمیمہ میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ رضیہ بیگم سلطان شمس الدین التمش کی صاحبزادی ہیں جنہوں نے مسجد قوۃ الاسلام و حوض شمسی بنایا ہے سلطان کے انتقال کے بعد اُنکا بیٹا رکن الدین فیروز تخت پر بیٹھا۔ مگر انتظام سلطنت نہ ہو سکا اسکے بعد سلطان رضیہ بیگم سنہ ۶۳۴ھ میں تخت آرا ہوئی اور سنہ ۶۳۷ھ میں سلطان معز الدین نے انکو پکڑ کر قلعہ سرہند میں قید کیا چند روز کے بعد وفات پائی اور یہاں دفن ہوئیں۔

نجگش کا کمرہ

یہ کمرہ نواب مُتقی الله خان نجگش نے ہزارہا روپیہ خرچ کرکے بنوایا ہے۔ بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا ہے۔ مشہور مقام۔ یہ بازار اسی نام سے مشہور ہے۔

حویلی مرزا خجستہ بخت بہادر

بڑا عظیم الشان مکان ہے۔ مرزا خجستہ بخت عرش آرامگاہ محمد اکبر بادشاہ کے بھائی تھے اور شاہزادوں میں ممتاز تھے۔ اِس حویلی کی تاریخ کسی نے کیا خوب کہی ہے اور وہ یہ ہے ع "مکان خجستہ بنیاد"

رہٹ کا کنواں

یہ کنواں بہت نامی اور نہایت مشہور ہے شاہجہاں کا تعمیر کردہ ہے۔ پہاڑ کاٹ کر بنایا ہے اِس پر رہٹ لگا ہوا تھا۔ اِس لئے رہٹ کا کنواں کہلاتا تھا۔ اسی کنوئیں سے مسجد جامع کے حوض میں پانی آتا تھا۔ یہاں بہت بڑے خزانے بنے ہوئے ہیں اُن سے فوارہ حوض کا چھوٹتا تھا۔ اب نل اسمیں ڈالا گیا ہے اور اس سے پانی جامع مسجد کے حوض میں آتا ہے

دریبہ

یہ ایک بازار ہے نہایت معروف و مشہور اگرچہ یہ بازار کچھ بڑا نہیں ہے لیکن بہت آباد اور بڑا بارونق ہے۔ اکثر مہاجنوں اور ہنڈوی والوں کی دکانیں یہیں ہیں۔ اور بہت اقسام کے سودے والے یہاں بیٹھتے ہیں۔

قاضی کا حوض

شہر دہلی کا بہت مشہور مقام ہے۔ یہاں ایک حوض تھا جس میں نہر کا پانی آتا تھا۔ اور ایک بڑا کنواں تھا۔ اب یہ حوض اور کنواں کمیٹی نے بند کر دیا ہے اور بجائے اُس کے سبزی فروشوں کے لئے ایک مارکیٹ بنوا دیا ہے جس میں ہر قسم کے سبزی فروش بیٹھتے ہیں۔ اور ہر طرح کے پھل یہاں سے دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ مقام چوراہہ ہے اور چار بہت بڑے بازاروں کا یہاں تقاطع ہوتا ہے۔ [illegible] کی [illegible] اس [illegible]

کھاری باؤلی

یہاں باؤلی تھی۔ اب بالکل نیست نابود ہو گئی ہے کوئی دن میں اس کا نام و نشان بھی نہیں رہنے کا کیونکہ یہ مکانوں اور دکانوں کے نیچے دب گئی ہے۔ یہ باؤلی بہت قدیم اور شاہجہان آباد کی آبادی سے پہلے کی تھی۔ یعنی سنہ ۹۵۲ھ عہد شیر شاہی میں یہ بننی شروع ہوئی اور سنہ ۹۵۸ھ میں تمام ہوئی۔ چنانچہ اس باؤلی پر جو کتبہ کندہ ہے اور اب تک باقی ہے لکھا جاتا ہے بعض لفظ اسکے پڑھے نہیں جاتے وہ بعینہ نقل کر دیئے ہیں۔ یہ مقام بہت مشہور اور قدیم ہے اس وجہ سے اسکو لکھا گیا۔ یہاں کا بازار اسی نام سے مشہور ہے

کتبہ دروازہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول للہ یا اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
کو یہ باسفتی رب بعونت تمام شد	.... تمام ہوئی
این باودی و چاہ در ماہ رمضان سنہ	یہ باؤلی اور کنواں ماہ رمضان (مبارک) سنہ
نہصد و پنجاہ و ہشت ھجری بروح	نو سو اٹھاون ہجری میں۔ خداوند تعالےٰ کی
محمد مصطفےٰ رسول درگاہ حضرت الٰہ	درگاہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
در زمان عادل سلیم شاہ بن شیر شاہ	کی روح متبرکہ کے صدقہ میں۔ اسلام شاہ بن شیر شاہ
بناکردہ کار کن ادحم لہ پیشی خواجہ	عادل کے زمانہ میں بنایا گیا۔ کارکن پیشی خواجہ عماد الملک
عماد الملک عرف عبد اللہ لاذر قریشی	عرف عبد اللہ لاذر قریشی نے بنوایا۔ ....
بندہ کان کہ باوداری امید ھا رعنایت	....
و رحمت کرو با برسا ہی بابینات۔	....

کتبہ دیوار شمالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم در عہد و زمان	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

شاہ سلطان السلاطین والمظفر سلام شاہ
بن شیر شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
بناکرد این چاہ بتوفیق اللہ و بروح رسول
اللہ ملک عماد الملک عرف خواجہ عبد اللہ
لاذر قریشی بدار الملک حضرت دہلی
فی سنۃ اثنی و خمسین و تسعمائۃ

بادشاہ سلطانوں کا سلطان فتح مند اسلام شاہ
بیٹا شیر شاہ کا ہمیشہ رہے ملک اس کا اور سلطنت
اسکی اس کے زمانے میں بنایا اس کنوئیں کو اللہ
تعالیٰ کی توفیق سے اور روح رسول اللہ کی برکت سے
ملک عماد اللہ عرف خواجہ عبد اللہ لاذر قریشی نے حضرت دہلی
کے دار السلطنت میں سنہ ۹۵۲ ہجری تھے

شمرو کی بیگم کی کوٹھی

یہ کوٹھی بھی نہایت دلکشا اور فرحت بخش ہے۔ بازار چاندنی چوک میں واقع ہے یہ ایسی کوٹھی ہے کہ چشم فلک نے بھی نہ دیکھی ہوگی۔ اسکو کرسی دیکر بنایا ہے۔ اور کرسی میں کمرے و گودام اور مکان شاگرد پیشوں کے لئے بنائے ہیں۔ اور اُن پر یہ کوٹھی ہے کہ ہر اک درجہ اس کا بہشت ارم سے بہتر ہے۔ علاوہ خوبی عمارت کے باغ کی آراستگی اور سرو کے درختوں کی خوشنمائی۔ اور نہر کے زور و شور سے بہنے سے اور ہی لطف و کیفیت تھی اس کوٹھی کو ابتدائے عملداری سرکار میں شمرو صاحب کی بیگم نے جو جاگیردار سردھنہ تھیں بنایا تھا۔ اب اسمیں بنک ہے۔

نیلی چھتری

یہ ایک گنبد ہے بنگلہ نما معروف بہ نیلی چھتری کہ اسکو ہمایوں بادشاہ نے سنہ ۹۳۹ ہجری میں بنایا گیا تھا پار دریا سے جمن کے تھی کمود گھاٹ کی طرف نیچے سلیم گڑھ کے اور ہمایوں بادشاہ اکثر اوقات وہاں بیٹھ کر سیر دریا کرتے تھے۔ بعضے اس کا نام بنگلہ جہانگیر بادشاہ کہتے ہیں۔ اور ہندو یوں مشہور کرتے ہیں کہ چھتری قدیم سے ہے کہ بادشاہ جہانگیر نے اسکی شکستگی و ریخت کی مرمت کرا کر اور چھتری کی علامتیں منہدم کرا کر بنام بنگلہ

سے مرتب کرو یا۔ اصل اس مقدمہ کی بعد تامل کے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہاں قدیم سے پٹھانوں کے وقت سے ایک چھتری ہوگی کہ ہمایوں بادشاہ نے اسکو منہدم کیا اور یہ گنبد اپنی طرف سے بنا کر نشستگاہ اور سیرگاہ مقرر کیا۔ اور جہانگیر بادشاہ نے اپنے وقت میں اسکی کچھ مرمت کر کے یہ کتبہ گنبد کے اندر لکھوا دیا۔

اللہ اکبر۔ مارشیہ جہانگیر شاہ بن اکبر شاہ

عجب پرفیض وجائے کامرانی ست		نشیمن گاہ جنت آشیانی است

اور جنت آشیانی بعد وفات کے نام ہمایوں بادشاہ کا ہوا تھا۔

بولی بھٹیاری کے محل

یہ ایک مکان پہاڑی پر واقع ہے۔ بنا یا ہوا ابوالاحان پٹھان کا کہ عوام اسکو بولی بھٹیاری کا محل کہتے ہیں۔ بسبب اونچا ہونے اس پہاڑ کے سبزہ زار کی دور تک سیر خصوصاً بموسم برسات میں جا بجا پانی کا بہنا اور سبزہ کا لہلہانا عجب ایک لطف دیتا ہے۔ بعد ایک سال کے تمام برہمن شہر کے جو کچھ علم نجوم سے واقف ہوتے ہیں وہاں ہوا دیکھنے جاتے ہیں۔ اور ایک جھنڈا ہی گاڑ کر ہوا دیکھتے ہیں۔ اور ہزاروں آدمی ہندو مسلمان جمع ہوتے ہیں اور اس میلہ کا نام پون پرچھہ کا میلہ ہے۔

جنتر منتر

جنتر کے معنے ہندی زبان میں آلہ رصد کے ہیں۔ لیکن عوام الناس میں یہ آلات جنتر منتر کر کے مشہور ہیں۔ بہرحال یہ عمارت آلات رصد ہیں جو جے سنگھ بادشاہ کے عہد میں بنے تھے اور بڑے ریاضی داں تھے۔ وہ اور مسلمان اس میں شریک تھے۔ خوبی ان آلات کے دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے کہ کیسی کیسی قوسیں اور کیسے کیسے دائرے مجسم بنائے ہیں کہ دوربینوں کو بھی اسکے آگے تاریں سے بدتر معلوم ہوتی ہے۔ یہ آلات عالمگیر کا بنوا

منقنات سے بے مرمت پڑے تھے اور بوسیدہ ہو کر شکستہ ہو گئے تھے اسکے علاوہ ملبہ کا ڈھیر ہو گیا جس میں انکا آدھا آدھا حصہ دب گیا تھا۔ اور لوگوں نے اِس کو براز خانہ بنا لیا تھا۔ آخر ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے اِس سرزمین کے بھی دن پھرے اور دہلی دار الخلافہ مقرر ہوئی اور یہ مقام عین وسط میں آگیا۔

چونکہ یہ جنتر منتر مہاراجہ جے سنگھ والئے ریاست جیپور نے تعمیر کرایا تھا۔ اور زمانہ شاہی میں یہ تمام علاقہ اُنکے متعلق تھا اور اُنکے محل کے کھنڈر اب تک اُفتادہ تھے اور عظیم الشان دروازہ بطور آثار قدیمہ فی الحال موجود ہے۔ اور اس مقام کو جے سنگھ پورہ عرف راجہ کا بازار کہتے تھے اور ریاست کی ملکیت تھا۔ اِس لئے مہاراجہ حال کو توجہ ہوئی اور انہوں نے اپنے معماروں کو بھیجدیا۔ جنہوں نے تمام جنگل کو صاف کیا اِسکی مرمت کی اور ازسرِ نو اس عمارت کو زندہ کر دیا۔ اِس کے گرد حصار کھینچکر وہ نفیس باغ لگا دیا ہے اور بہتر سے آراستہ کر دیا ہے کہ اب یہ شہر دہلی کی اول درجہ کی تفریح گاہ ہو گئی ہے چمن بندی اِس اعلیٰ درجہ کی ہے کہ جس سے ریاست کی شان اور سلیقہ شعاری ہوتی ہے اور انگریزی چمن بندی سے ہر طرح اعلیٰ ہے۔ شہر کے اکثر ہوا کھانے اور دل بہلانے یہاں آیا کرتے ہیں۔ خدا کی شان ہے جہاں کوڑے کے ڈھیر تھے اب رشکِ چمنستان ارم بنا ہوا ہے ریاست کا بہت روپیہ اسکی زینت و آرائش میں صرف ہوا ہے اور ہر سال ہوتا ہے ایک قبر بھی اس میں پرانے زمانہ کی ہے۔ جس کا چبوترہ درست کر کے چمن بندی میں لے لیا ہے۔ ہمارے موجودہ ہندو بھائیوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

بہرحال یہ عمارت رصد خانہ ہے اور حالات کواکب و گردشِ ثوابت و سیارہ و اختلاف روز و شب اور طالع بابداس سے بخوبی معلوم ہوتے ہیں اور ہر طرح کی رصد کیجا سکتی ہے اگر ہم ان آلات رصد کا مفصل بیان لکھیں تو ایک جداگانہ کتاب چاہیئے۔ یہ عمارت پرانے زمانہ کی یادگار ہے اور ہندوستانی فن نجوم کی عظمت کو یاد دلاتی ہے۔

شاہِ مردان

یہ مکان حضراتِ شیعۂ دہلی کی متبرک جگہ ہے اور یہاں چنانچہ ایک دیواریں ہیں ایک پتھر پر نشان قدم حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس مکان کو علی جی اور شاہِ مردان کہتے ہیں اس نقش پا کو سنگ مرمر کے حوض میں جمایا ہے۔ اور اُسکے کنارہ پر یہ شعر کندہ ہے ؎

برزمینے کہ نشانے کف پائے تو بود　　سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

اور اس حوض کے نیچے سنگ مرمر کا فرش کر کے گرد اُسکے سنگ مرمر کا مجمر بنایا ہے۔ ہزارہا آدمی زیارت کو جاتے ہیں ہر مہینے کی بیسویں دھوم سے ہوتی ہے اور محرم شریف کو بڑا مجمع ہوتا ہے

برج کاسہ حضرت فاطمہ اس میں مردوں کو جانے کی اجازت نہیں کہ اس میں نقش کاسہ حضرت بی بی فاطمہ زہرا کا ہے۔

جہاز یہ بڑا دالان کسی سوداگر کا بنایا ہوا ہے کہ اُسنے کسی کام کی منت مانی تھی۔ جب وہ پورا ہوا تو یہ دالان بنوادیا اور جہاز اس کا نام رکھا۔

مجلس خانہ یہ دالان در دالان ہے بنایا ہوا عشرت علیخان کا۔ اس دالان میں مجلس مرثیہ خانہ کی ہوا کرتی ہے اور اسی سبب سے مجلس خانہ اس کا نام رکھا ہے اور اس کے ایک بازو پر یہ تاریخ سنگ مرمر میں کندہ ہے۔

بدرگاہ شاہنشہِ دوسرا	علی شاہِ مرداں ولی خدا
بحکم شہِ اکبر نامور	چو عشرت علیخاں بیاراست جا
زسیارشم سائل سالِ آن	ہمیں زد رقم داد خاطر بنا

نقار خانہ صادق علیخان صاحب نے یہ دروازہ نقار خانہ کے لئے بنایا ہے یہ تاریخ اُسپر کندہ ہے

چونکہ صادق علی بنائے رفیع	ساخت بر آستانہ حیدر
سالِ تاریخ آن بنا صادق	گفت نقار خانہ حیدر

کوٹلہ فیروز شاہ کی لاٹھ

یہ عمارت فیروز شاہ کے وقت کی دلی دروازہ کے باہر جیلخانہ کے سامنے واقع ہے ان ہی کھنڈرات میں ایک لاٹھ بہت اونچی نصب ہے۔ اس کو فیروز شاہ کی لاٹھ کہا کرتے ہیں ۷۵۵ھ میں گمان غالب ہے کہ جب فیروز شاہ نے فیروز آباد بسایا ہے۔ اس ہی زمانہ میں لاٹھ بھی نصب ہوئی ہے۔ تمام فیروز شاہ کا کوٹلہ خراب وخستہ ہو گیا ہے۔ اب سرکار انگریزی نے جو دیواریں اور مکانات شکستہ بشکل ذات ضعیف کے گرنے والے تھے انکو گرا کر میدان صاف کر کے گھاس کے تختے لگا دیئے ہیں اور جو چیزیں اس لائق نہیں سمجھی گئیں کہ یہ گرائی جائیں وہ باقی ہیں۔ گھاس کے تختے عجب بہار دیرہے ہیں۔ تمام کوٹلہ سبزہ زار ہو گیا ہے۔ اسکی سبزی سے آنکھوں میں تراوت آتی ہے۔ اور یہ مقام اب سیرگاہ ہو گیا ہے۔ مدرسے کے بچے یہاں آکر اپنی تعلیم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ فٹ بول اور کرکٹ کے لئے وسیع میدان بنا دیئے گئے ہیں۔ طالب العلم کھیلتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔

یہاں ایک باؤلی بھی ہے کسی کھنڈر کی نہایت پختہ۔ پانی سے لبریز ہے اور زیادہ گہرا ہونے سے خوفناک ہے۔ اس میں دل آور لوگ ہی نہاتے ہیں۔ ورنہ عوام کو تو خوف معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ سرکار نے اسکی بہت کچھ صفائی کرا دی ہے۔ جھاڑ یاں وغیرہ کاٹ دی ہیں اور اسکی چار دیواری پر بیلیں لگا دی ہیں۔

ایک جامع مسجد یا عبادتگاہ ہے وہ کرسی دیکر بنائی گئی ہے نیچے تہ خانے ہیں چاروں طرف۔ پہلے لوگ اس میں آکر کھودتے تھے۔ خاص عورتیں۔ کوئی نہ کوئی پرانی گری پڑی چیز انگوٹھی۔ چھلا۔ نگ اور زیورات کی قسم سے انکو ملجاتا تھا۔ اب ان باتوں کا چرچا نہیں ہے۔ ورنہ یہاں جو تلاش کرتا تھا خالی نہ جاتا تھا۔

لاٹھہ - کوٹلہ فیروز شاہ میں یہ بہت نامی اور مشہور ہے - اس لاٹھ پر بہت سی عبارت اگلی زبان میں کندہ ہے وہ کسی سے پڑھی نہیں جاتی - اور کچھ عبارت زبان شاستری میں کندہ ہے وہ بھی سمجھ میں نہیں آتی - ترجمہ اس کا یہ ہے - سدھ سری بکرماجیت سمت ۱۲۲۰ بیساکھ سادی چند رس سواسون لگنی لشن واس نراین شاہ بہادر معزالدین کجو واد عمر دراز مقباس ش - ر ف - اِس سے معلوم ہوتا ہے - کہ جس زمانہ میں سلطان معزالدین محمد بن سام غوری نے کوہ سوالک کو جو شمالی ہندوستان میں ہے تاراج کیا ہے اُسی زمانہ میں اس لاٹھ پر کہ پہلے اُسی مقام پر تھی اور ہندو اسکو پوجا کرتے تھے یہ عبارت کھدوا دی ہے -

اِس لاٹھ کی یہ حقیقت معلوم ہوئی ہے کہ کوہ کماؤں کے پاس جو ہندوستان کے شمال میں واقع ہے یہ دو لاٹھیں پڑی ہوئی تھیں - اور ہندو یہ بات کہتے تھے کہ یہ دونوں لاٹھیں ہمارے دیوتاؤں کی گائیں پرائیں کی لاٹھیاں ہیں - اِس ہی اعتقاد سے ہزاروں ہندو اسکی پرستش کیا کرتے تھے - اور یہ بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ جب یہ لاٹھیں یہاں سے اُٹھیں گی یا ٹوٹیں گی - جب پرلو ہوگی - (یعنی قیامت آجائیگی)

فیروز شاہ علیہ الرحمتہ نے یہ بات سنکر ہندوؤں کا اعتقاد باطل کرنے کو ایک لاٹھ کو توڑ ڈالا - اور دوسری کو یہاں لاکر لگا دیا - جب سے فیروز شاہ کی لاٹھ مشہور ہوگئی غرض کہ لاٹھ بھی عجائب روزگار سے ہے - ایک پتھر کی ساری تراشی ہوئی ہے اور لوگ اِس کو کورنٹا کا پتھر بتاتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ حلبی اوپر سے ہے اُس سے دو چند نیچے سے ہے - بعض تاریخ کی کتابوں میں اِس لاٹھ کا طول ساٹھ گز کا لکھا ہے - مگر ناپ کے طریقہ سے ناپا گیا ہے تو اس کا طول اڑتیس فٹ ہے اور ۱۵ - انچہ - اور شمالی دس فٹ مدور -

اس لاٹھ کا سرا ایک طرف سے تھوڑا سا کسی صدمہ سے ٹوٹ گیا ہے خواہ بجلی سے یا گولہ لگنے سے - الغیب عند اللہ اور اس سے اِس میں ایک نقص پڑ گیا ہے -

فتحگڈھ کا منارہ

قابل دید عمارت ہے۔ تمام سنگ سرخ سے بنی ہوئی ہے۔ نہایت خوبصورت اور خوش منظر ہے۔ اِسکے پانچ درجے ہیں۔ چاروں طرف زینے بنے ہیں اور جانے کے لئے اندرونی زینہ قائم ہے۔ اِس کے اوپر بیٹھ کر تمام شہر کا بخوبی نظارہ ہو سکتا ہے یہ عمارت غدر کے اُن لوگوں کی یادگار میں تعمیر ہوئی جو سنہ ۵۷ء میں مئی سے ستمبر تک مارے گئے تھے۔ اِس کے زینہ میں اُجالا کثیر ہے۔ اور اُجالا اس وجہ سے ہے کہ دروازے روشندان کی جگہ بنے ہوئے ہیں۔ جس سے جانے والے کو نہایت سہولیت رہتی ہے۔ یہ بات اور مناروں میں نہیں ہے اسکی وضع طرح انگریزی ہے۔

گھنٹہ گھر

نہایت بلند اور خوبصورت منارہ ہے۔ تقریباً سنہ ۶۸ء میں پچیس ہزار پانسو روپیہ کی لاگت سے سطح زمین سے چوٹی تک ایک سو اٹھائیس فٹ بلند بنکر تیار ہوا ہے۔ اس میں بہت بڑا گھنٹہ لگا ہوا ہے جو ۴۷۱۹ روپیہ کو ولایت سے خرید کر منگایا گیا ہے محصول وغیرہ میں دوسو نناوے روپیہ تین آنے چھ پائی صرف ہوئے۔
یہ گھنٹہ چاروں طرف سے وقت بتاتا ہے اور رات کو بھی اس میں روشنی ہوتی ہے جس سے رات کو دن کے برابر وقت بتاتا ہے۔ پاؤ۔ آدھا۔ پونا تک بجاتا ہے۔ رات کو اِسکی آواز تمام شہر میں سُنائی دیتی ہے۔ اور اِسکے اوپر ایک مچھلی بنی ہوئی ہے

شہر کے دروازوں کے نام

دہلی دروازہ۔ راج گھاٹ دروازہ۔ خضری دروازہ۔ نگمبود دروازہ۔ کیلہ گھاٹ دروازہ۔ لال دروازہ کشمیری دروازہ۔ بدر رو دروازہ۔ کابلی دروازہ۔ پتھر گھٹی دروازہ مسدود۔ لاہوری دروازہ اجمیری دروازہ ترکمان دروازہ۔ تمت بالخیر بعون اللہ الملک الوہاب والیہ المرجع والمآب

تقریظ از منشی سعید الدین صاحب تسکین دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و آلہ المطہرین

بپاؤ نقش عمارات شہریاراں بیں	کہ این سپہر جفا پیشہ چوں بپست و شکست

شہر ”دہلی“ قدیم الایام سے ہندوستان کا دار السلطنت رہا ہے۔ اور اس زمین پاک میں بڑے بڑے شاہان اولوالعزم اور تاجداران ذی شوکت و حشمت اور مہاراجگان با اقتدار ہوگذرے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ پایہ تخت میں دنیا کے اہل فن، اہل ہنر صناع - اہل علم - عالم - فاضل جمع ہوجاتے ہیں۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ بادشاہ کی موجودگی سے انکی قدر دانی خوب ہوتی ہے اور انکو اپنے علم و ہنر کے اظہار کا موقعہ ملجاتا ہے اسی وجہ سے دہلی ہمیشہ سے اہل کمال کا مرجع و ماوا رہا ہے۔ اور اس سرزمین سے وہ وہ اہل کمال پیدا ہوئے ہیں جنکو زمانہ نے اپنا مقتدا تسلیم کیا ہے۔ اور جو آفتاب علم و ہنر ہوکر آسمان شہرت پر تاباں و درخشاں ہوئے ہیں۔ آجتک تمام دنیا انکے انوار و برکات سے فیضیاب اور متمتع ہورہی ہے۔

شاہان با عظمت و اقتدار پر نظر کیجئے تو وہ اپنے عہد میں تمام دنیا کے تاجداروں سے فائق اور برتر نظر آتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ جو تاریخ ہمکو فی الحال پڑھائی جاتی ہے اسنے ان شاہان با اقتدار کی عظمت و جلال پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور موجودہ تعلیم نے ہم میں اتنی لیاقت نہیں رکھی کہ اپنی تاریخوں کو اصلی زبان میں مطالعہ کریں۔ ہم یہاں تمثیلاً ایک واقعہ سیر المتاخرین سے ماخوذ کرکے نقل کرتے ہیں۔

چنگیز خان اور ہلاکو خان نے ایشیا کو زیر و زبر کردیا تھا۔ اور وہ سفاکی دکھائی کہ دنیا کی تاریخ میں اس کا نظیر نہیں ملتا۔ مگر یہ غارتگر عالم ہندوستان جنت نشان کیطرف

آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے۔ چنگیز خان کے بعد ہلاکو خان کی للچائی ہوئی نظریں اس طرف اٹھیں اور ہندوستان کی دولتمندی اور زرخیزی کا حال معلوم کر کے اُسکے منہ میں پانی بھر آیا۔ مگر یہاں ناصر الدین ابن التمش کی سلطنت کا زمانہ تھا اور الغ خان جو بعد کو غیاث الدین بلبن کے نام سے فرماں روا ہوا وزیر اعظم تھا۔ اِن دونوں کی فوجی قوت اور حسنِ انتظام کی دھاک تمام دنیا میں بیٹھی ہوئی تھی اسلئے ہندوستان پر اُسکو حملہ کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ آخر اپنے خونخوار ارکین سے مشورہ کر کے ناصر الدین کی بارگاہ میں ایک ایلچی کے ہاتھ نامہ بھیجا کہ مجھکو ہندوستان کے مشہور مقامات کے دیکھنے کی بطور مہمان اجازت دیجائے اور میں دوستانہ طور پر آنا چاہتا ہوں۔ مطلب اس سے یہ تھا کہ اگر سلطنت و انتظام میں کمزوری دیکھے تو ہندوستان میں دست درازی کرے اور اپنی حرص و آز کی تشنگی کو بجھائے یا قابض ہو جائے۔ جب ناصر الدین کی بارگاہ میں یہ نامہ پہنچا تو اُسنے ہندوستان میں اس خونخوار کے آنے کو ناپسند کیا۔ اور اجازت دینے پر راضی نہ تھا۔ مگر غیاث الدین جو اس وقت وزیر اعظم تھا بول اُٹھا کہ "آنے دو" ہم سمجھ لیں گے اگر جواب نفی میں دیا گیا تو شاہان عالم کی نظروں میں ہماری بیوقعتی ہوگی اور دنیا بزدلی کا الزام ہم پر لگائیگی۔ یہ ننگ ہم کو گوارا نہیں ہے۔

چنانچہ جواب لکھا گیا کہ فوراً تشریف لائیے۔ خانہ خانہ شماست۔ ہلاکو خان یہ جواب پہنچتے ہی بلیس ہزار خونخوار مغلوں کو لیکر سرحد پر آ گیا۔ مگر یہاں آکر کیا دیکھتا ہے کہ بلبن تین لاکھ سپاہ جرار لئے پہلے ہی سے سرحد پر موجود ہے یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ رات بسر کی۔ صبح اٹھ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بلبن کی سپاہ نے کامل طور سے اس کا محاصرہ کر لیا ہے اور اب اُسنے خود کو اس حالت میں دیکھا جیسے کہ چڑیا جال میں پھنس جاتی ہے۔

بلبن اسی حالت میں اسکو لیکر دار الخلافہ دہلی میں داخل ہوا۔ اس سفر میں کسی مغل کی مجال نہ ہوئی کہ آنکھ بھر کر کسی ہندوستانی کو دیکھتا۔

ناصر الدین نے اس ایشیا کے الٹ دینے والے شہنشاہ کا لب فرش تک جاکر

استقبال کیا۔ اور چند روز شاہانہ کروفر سے مہمان رکھ کر اور ہندوستان کے مشہور اور نامی مقامات کی سیر کرا کر اسی محصوری کی حالت میں حدود ہند سے باہر کر دیا۔ بلبن کا سرحد پر شاہانہ جلال سے اس کا استقبال کرنا۔ اور ان خونخوار جنگجو مغلوں کو ہندوستان میں مہمان رکھ کر بخیر و خوبی ملک سے باہر کر دینا، اور کسی ناگوار واقعہ کا پیش نہ آنا۔ تاریخ میں ایک عظیم الشان بات سمجھی جاتی ہے۔ اور اس سے ناصرالدین التمش اور بلبن کی شان اقتدار ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اپنے وقت میں کس شان اور جبروت کے شہنشاہ تھے اور انگریزوں نے اردو تاریخوں میں انکو کس انداز سے ظاہر کیا ہے۔

تمام قومیں اپنے گذشتہ بزرگوں کی تعظیم کرتی ہیں اور انکے نیک نام کے قائم رہنے کے لئے یادگاریں بناتی ہیں۔ مگر مسلمانوں کی ذہنیت کو دیکھئے کہ اسی ناصرالدین جیسے نیک ذات اور باجاہ و جلال شہنشاہ کی قبر کو ایک پاک اعتقاد غیر مقلد مسلمان نے جوش مذہبی میں آ کر رات کے وقت چوری سے جا کر مسمار کر ڈالا۔ اس خیال سے کہ اونچی اور پختہ قبریں بنانی خلاف شریعت ہیں (یہ واقعہ ابھی چند سال گذشتہ کا ہے) اسی پر بس نہ کی اسی طرح رات کو مخدوم حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے مزار مبارک کے پتھر اکھیڑ ڈالے۔ یہ مزارات پر انوار تو پہلے سے بھی بہتر از سر نو بن گئے۔ مگر اس واقعہ سے مسلمانوں کی از حد جہالت ظاہر ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں اور انکی پرجلال شان سے ناواقف ہیں۔

غرض ایسے ایسے شہنشاہ اور سیکڑوں بزرگان دین۔ اور علماء و فضلا اس خاک پاک دہلی میں آسودہ ہیں۔ مگر ہندوستان کے لوگ انکے حالات سے واقف نہیں۔ اور اسی ناواقفیت کی وجہ سے انکی عظمت جیسی کہ ہونی چاہیئے انکے دلوں میں نہیں ہے بات تو یہ ہے کہ انکو ابھی تک خبر نہیں کہ وہ کون ہیں اور کس کان کے جواہر گراں مایہ ہیں اور کس بحر ذخار کے خوش آب موتی ہیں؟

دہلی بائیس[۲۲] خواجہ کی چوکھٹ کہلاتی ہے۔ اور اس سے مراد بائیس چیدہ اور

برگزیدہ خواجہ ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو سینکڑوں بزرگ ایک سے ایک بڑھکر اس خاک پاک میں آسودہ ہیں جن کے حالات سے تاریخ کی کتابیں معمور ہیں۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ بہت سے اہل کمال کے حالات تاریخ میں لکھے بھی نہیں گئے۔ کہ ان بزرگوں نے اپنی شہرت سے اجتناب کیا۔ نہ خود لکھا۔ نہ دوسروں کو لکھنے دیا ❊

عام اہل اسلام کی اس لاعلمی کو دیکھ کر میرے مشفق قدیم مولوی احمد سعید صاحب دہلوی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ دہلی کی ایک مختصر مگر جامع تاریخ لکھی جائے جو ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک گائڈ یا رہبر کا کام دے۔ اور وہ دہلی کے مشہور مقامات کی سیر کے وقت انکے تاریخی حالات سے بھی واقف ہو جائیں۔ چنانچہ وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوئے اور یہ تاریخ لکھی جو آپکے پیش نظر ہے۔

اس کتاب کے پہلے حصہ میں نیکی اور نیکنامی کا بیان کرکے پاکنفسی اور ارتقا حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ پھر مشاہیر بادشاہوں کے مقبروں کا تذکرہ ہے اسکے بعد دہلی کی مسجدوں۔ مدرسوں اور انکے پاک نیت بانیوں کا بیان ہے۔ اور اسکو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اسکے بعد دہلی کی مشہور عمارات بیان کی ہیں۔ بزرگ اور قدسی صفات مستورات کے مزارات کا بیان علیحدہ ہے۔

آخر میں قلعہ معلی کے محلات اور مکانات کا بیان ہے اور یہ اس کتاب کی روح رواں ہے۔ غرض کوئی ضروری بات فروگذاشت نہیں ہوئی ہے۔ کتاب ہر طرح سے لاجواب ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کی معلومات میں بہت کچھ اضافہ کریگی۔ اور عام مقبولیت اسکو حاصل ہوگی ❊

سعید الدین

یکم مارچ ۱۹۳۶ء